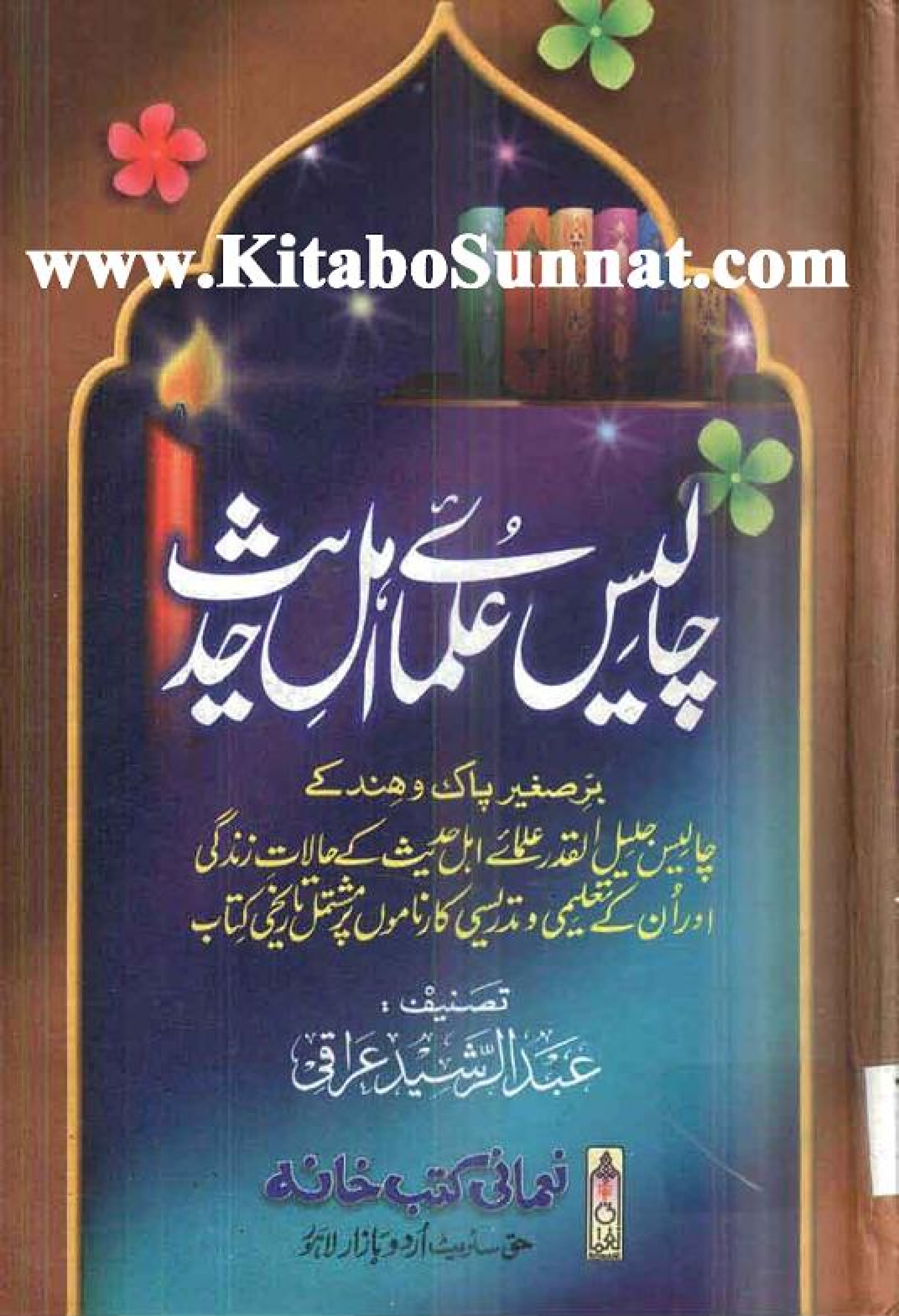

چالیس علمائے اہلحدیث

برصغیر پاک وہند کے
چالیس جلیل القدر علمائے اہل حدیث کے حالات زندگی
اور اُن کے تعلیمی و تدریسی کارناموں پر مشتمل تاریخی کتاب

تصنیف:
عبدالرشید عراقی

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

40

چالیس علمائے اہلحدیث

220.92
ح - ١٢ ع

نام کتاب

چالیس 40 علمائے اہلِ حدیث

تصنیف

عبد الرشید عراقی

مرتبہ
[illegible]

مطبوعہ
علی آصف پرنٹرز لاہور

ناشر
نعمانی کتب خانہ

email: nomania2000@hotmail.com

COPY RIGHT
All rights reserved
Exclusive rights by nomani kutab khana Lahore Pakistan. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

۹۹-... جے ماڈل ٹاؤن - لاہور
نمبر 15031.....

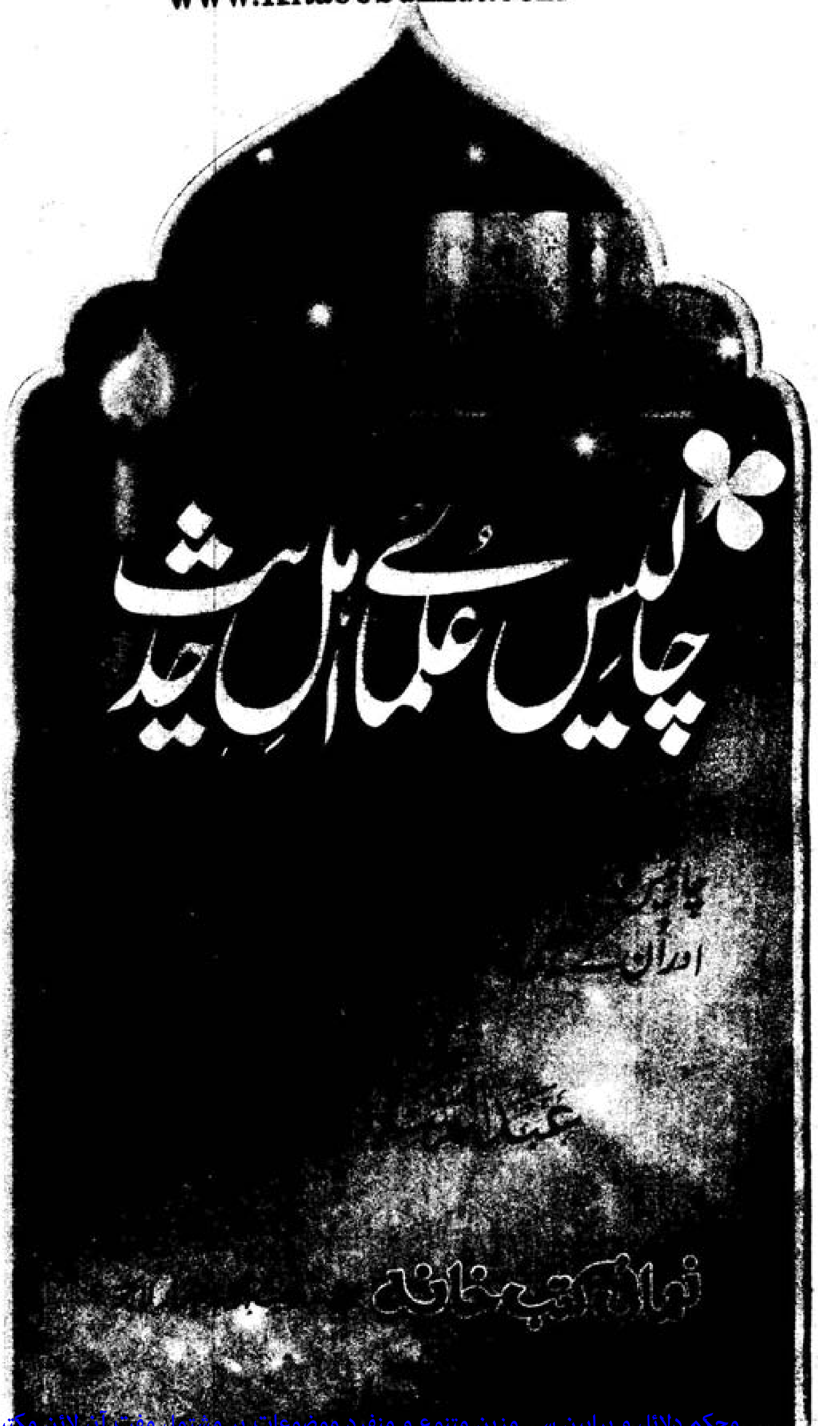

چالیس علمائے اہلِ حدیث

چالیس

اوران کے

عبد

نعمانی کتب خانہ

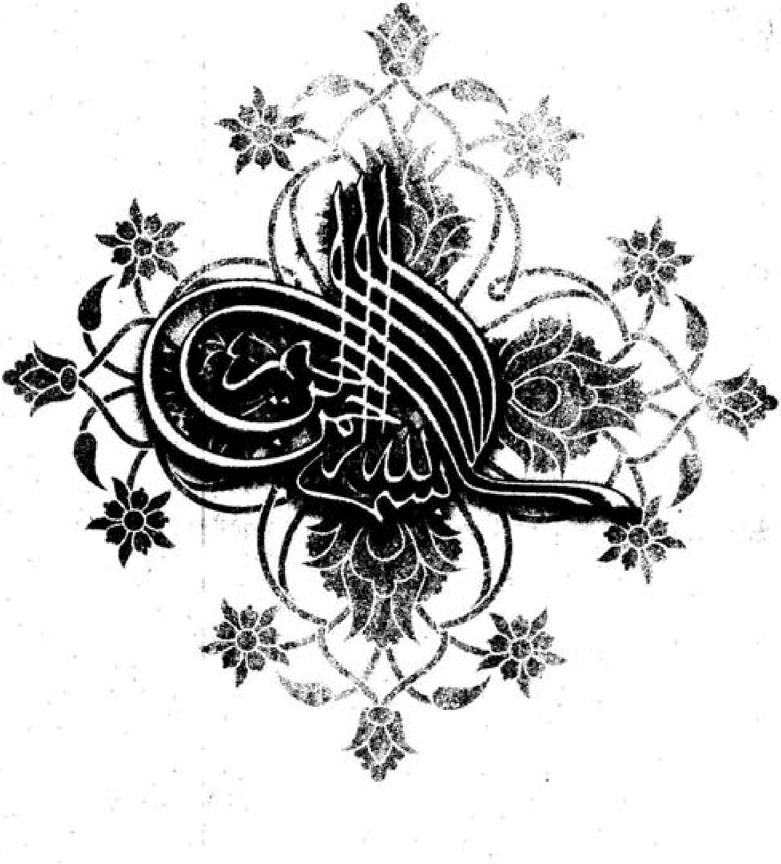
بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

نقش آغاز .... از مصنف 15
مقدمہ .... شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز 18
تعارف .... پروفیسر عبدالستار حامد 25
تقریظ .... پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی 27

نمبر شمار	آسامی العلماء	سن وفات	صفحہ نمبر
۱۔	سید نذیر حسین دہلوی	۱۳۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء	30
۲۔	حافظ محمد لکھنوی	۲۷۔ اگست ۱۸۹۳ء	42
۳۔	حافظ ابراہیم آروی	۱۷۔ مارچ ۱۹۰۲ء	49
۴۔	محمد سعید بناری	۲۷۔ نومبر ۱۹۰۴ء	56
۵۔	محمد بشیر سہسوانی	۲۹۔ جون ۱۹۰۸ء	64
۶۔	شمس الحق عظیم آبادی	۲۱۔ مارچ ۱۹۱۱ء	70
۷۔	حافظ عبداللہ غازی پوری	۲۶۔ نومبر ۱۹۱۸ء	81
۸۔	عبدالعزیز رحیم آبادی	اپریل ۱۹۱۹ء	87
۹۔	احمد حسن دہلوی	۹۔ مارچ ۱۹۲۰ء	96

۱۰۔ وحید الزمان حیدر آبادی .... ۱۵۔مئی ۱۹۲۰ء 102
۱۱۔ عبدالسلام مبارکپوری .... ۲۴۔فروری ۱۹۲۴ء 110
۱۲۔ عبدالحلیم شرر لکھنوی .... ۷۔دسمبر ۱۹۲۶ء 115
✓ ۱۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری .... جون ۱۹۳۰ء 125
۱۴۔ ابوالمکارم محمد علی .... ۶۔اکتوبر ۱۹۳۳ء 132
۱۵۔ عبدالرحمٰن مبارکپوری .... ۲۲۔جنوری ۱۹۳۵ء 139
۱۶۔ محمد یوسف شمس فیض آبادی ۱۹۳۸ء 149
۱۷۔ محمد بن ابراہیم جوناگڑھی .... ۲۸۔فروری ۱۹۴۱ء 156
۱۸۔ عبدالتواب ملتانی .... ۳۰۔مئی ۱۹۴۷ء 167
۱۹۔ عبدالصمد حسین آبادی .... ۲۶۔جنوری ۱۹۴۸ء 172
✓ ۲۰۔ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری .... ۱۵۔مارچ ۱۹۴۸ء 176
۲۱۔ ابوالقاسم سیف بنارسی .... ۲۵۔نومبر ۱۹۴۹ء 213
۲۲۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی .... ۱۲۔جنوری ۱۹۵۶ء 224
۲۳۔ عبدالسلام ندوی .... ۴۔اکتوبر ۱۹۵۶ء 243
✓ ۲۴۔ ابوالکلام آزاد .... ۲۲۔فروری ۱۹۵۸ء 252
۲۵۔ عبدالمجید سوہدروی .... ۶۔نومبر ۱۹۵۹ء 274
۲۶۔ ابوسعید شرف الدین دہلوی .... اگست ۱۹۶۱ء 288
✓ ۲۷۔ حافظ عبداللہ روپڑی .... ۲۰۔اگست ۱۹۶۴ء 293
۲۸۔ نذیر احمد رحمانی املوی .... ۳۰۔مئی ۱۹۶۵ء 304
۲۹۔ ابویحیٰ امام خان نوشہروی .... ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ 310
۳۰۔ ہدایت اللہ سوہدروی .... ۱۶۔مئی ۱۹۶۷ء 317
۳۱۔ محمد اسمٰعیل سلفی .... ۲۰۔فروری ۱۹۶۸ء 327

۳۲۔ عبدالسلام بستوی .... ۷۔ فروری ۱۹۷۴ء 338

۳۳۔ حافظ محمد گوندلوی .... ۴۔ جون ۱۹۷۵ء 345

۳۴۔ احسان الٰہی ظہیر .... ۲۹۔ مارچ ۱۹۸۷ء 355

۳۵۔ محمد حنیف ندوی .... ۱۲۔ جولائی ۱۹۸۷ء 364

۳۶۔ محمد عطاء اللہ حنیف بوجھیانی .... ۳۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء 375

۳۷۔ غلام احمد حریری .... ۷۔ مئی ۱۹۹۰ء 386

۳۸۔ عبدالرحمٰن مبارکپوری .... ۵۔ جنوری ۱۹۹۴ء 392

۳۹۔ بدیع الدین شاہ راشدی .... ۸۔ جنوری ۱۹۹۶ء 403

۴۰۔ عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری .... ۳۰۔ نومبر ۱۹۹۹ء 414

* * *

تعداد تصانیف

نمبر شمار	آسامی العلماء	عربی	فارسی	اردو	پنجابی	سندھی	انگریزی	کل تعداد
۱۔	سید نذیر حسن دہلوی	-	-	۲	-	-	-	۲
۲۔	حافظ محمد لکھوی	۳	۷	۳	۱۲	-	-	۲۵
۳۔ ✓	حافظ ابراہیم آروی	-	-	۲۸	-	-	-	۲۸
۴۔ ✓	محمد سعید بنارسی	-	-	۳۸	-	-	-	۳۸
۵۔	محمد بشیر سہسوانی	۱	-	۹	-	-	-	۱۰
۶۔ ✓	شمس الحق عظیم آبادی	۱۹	۷	۷	-	-	-	۳۳
۷۔	حافظ عبداللہ غازی پوری	۱	-	۱۳	-	-	-	۱۴
۸۔	عبدالعزیز رحیم آبادی	۱	-	۸	-	-	-	۹
۹۔	احمد حسن دہلوی	۳	-	۶	-	-	-	۹
۱۰۔	وحید الزمان حیدر آبادی	۱۰	-	۲۷	-	-	-	۳۷
۱۱۔	عبدالسلام مبارکپوری	-	-	۵	-	-	-	۵
۱۲۔	عبدالحلیم شرر لکھنوی	-	-	۸۶	-	-	-	۸۶
۱۳۔ ✓	قاضی محمد سلیمان منصور پوری	-	-	۲۳	-	-	-	۲۳
۱۴۔ ✓	ابوالمکارم محمد علی مئوی	-	-	۴۷	-	-	-	۴۷
۱۵۔	عبدالرحمن مبارکپوری	۴	-	۱۵	-	-	-	۱۹
۱۶۔	محمد یوسف شمس فیض آبادی	-	-	۲۷	-	-	-	۲۷
۱۷۔ ✓	محمد بن ابراہیم جونا گڑھی	-	-	۹۱	-	-	-	۹۱
۱۸۔	عبدالتواب محدث ملتانی	۱۲	-	۶	-	-	-	۱۸

	۱۹۔	عبدالصمد حسین آبادی	۱	۔	۹	۔	۔	۔	۱۰
✓	۲۰۔	ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری	۵	۔	۱۸۴	۔	۔	۔	۱۸۹
✓	۲۱۔	ابوالقاسم سیف بنارسی	۳	۔	۶۵	۔	۔	۔	۶۸
✓	۲۲۔	محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	۱	۔	۱۰۰	۱	۔	۔	۱۰۲
	۲۳۔	عبدالسلام ندوی	۔	۔	۲۱	۔	۔	۔	۲۱
✓	۲۴۔	ابوالکلام آزاد	۔	۔	۱۳۰	۔	۔	۔	۱۳۰
✓	۲۵۔	عبدالمجید سوہدروی	۔	۔	۵۷	۔	۔	۔	۵۷
	۲۶۔	ابوسعید شرف الدین دہلوی	۵	۔	۵	۔	۔	۔	۱۰
✓	۲۷۔	حافظ عبداللہ روپڑی	۲	۔	۵۳	۔	۔	۔	۵۵
	۲۸۔	نذیر احمد رحمانی املوی	۔	۔	۵	۔	۔	۔	۵
	۲۹۔	ابویحییٰ امام خاں نوشہروی	۔	۔	۲۵	۔	۔	۔	۲۵
	۳۰۔	ہدایت اللہ سوہدروی	۔	۔	۶	۔	۔	۔	۶
	۳۱۔	محمد اسمٰعیل سلفی	۴	۔	۱۵	۔	۔	۔	۱۹
	۳۲۔	عبدالسلام بستوی	۲	۔	۲۷	۔	۔	۔	۲۹
✓	۳۳۔	حافظ محمد گوندلوی	۹	۔	۱۸	۱	۔	۔	۲۸
	۳۴۔	احسان الٰہی ظہیر	۱۲	۱	۷	۔	۔	۲	۲۲
	۳۵۔	محمد حنیف ندوی	۔	۔	۲۱	۔	۔	۔	۲۱
✓	۳۶۔	محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی	۷	۔	۱۳	۔	۔	۔	۲۰
	۳۷۔	غلام احمد حریری	۔	۔	۱۷	۔	۔	۔	۱۷
	۳۸۔	عبیداللہ رحمانی مبارکپوری	۱	۔	۳	۔	۔	۔	۴
✓	۳۹۔	بدیع الدین شاہ راشدی	۶۰	۔	۲۰	۔	۲۸	۔	۱۰۸
	۴۰۔	عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری	۔	۔	۲۶	۔	۔	۔	۲۶

میزان ۱۴۹۱

تعداد تصانیف

بصیغہ زبان

عربی	۱۶۶
فارسی	۱۵
اردو	۱۳۶۷
پنجابی نظم	۱۵
انگریزی	۲
سندھی	۲۸
میزان	۱۳۹۳

مشہور تصانیف

نمبر	نام کتاب	نام مصنف
۱۔	معیار الحق	سید محمد نذیر حسین دہلوی
۲۔	تفسیر محمدیؒ (پنجابی)	حافظ محمد لکھنوی
۳۔	طریق النجاۃ فی ترجمہ الصحاح من المشکوٰۃ	حافظ ابراہیم آروی
۴۔	ہدایۃ المرتاب	محمد سعید بناری
۵۔	البرہان العجاب فی فریضۃ ام الکتاب	محمد بشیر سہوانی
۶۔	عون المعبود شرح سنن ابی داوٗد	شمس الحق عظیم آبادی
۷۔	ابراء اہل الحدیث والقرآن	حافظ عبداللہ غازی پوری
۸۔	حسن البیان فیما سیرۃ النعمان	عبدالعزیز رحیم آبادی
۹۔	تفسیر احسن التفاسیر	احمد حسن دہلوی
۱۰۔	تیسیر الباری فی شرح صحیح البخاری	وحید الزمان حیدر آبادی
۱۱۔	سیرت البخاری	عبدالسلام مبارک پوری
۱۲۔	مسیح اور مسیحیت	عبدالحلیم شرر
۱۳۔	رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
۱۴۔	البحث القوی عن سیرۃ النبی	ابوالمکارم محمد علی مئوی
۱۵۔	تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی	عبدالرحمٰن مبارکپوری
۱۶۔	آفتاب تحقیق	محمد یوسف شمس فیض آبادی
۱۷۔	تفسیر محمدی	محمد بن ابراہیم جوناگڑھی
۱۸۔	ترجمہ وحواشی بلوغ المرام من ادلہ اور حکام	عبدالتواب ملتانی

۱۹۔	احوال الصحابہ	عبدالصمد حسین آبادی
۲۰۔	تفسیر ثنائی	ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری
۲۱۔	الامر المبرم فی ابطال الحکم	ابوالقاسم سیف بنارسی
۲۲۔	شہادۃ القرآن	محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
۲۳۔	اسوہ صحابہؓ	عبدالسلام ندوی
۲۴۔	ترجمان القرآن	ابوالکلام آزاد
۲۵۔	رہبر کامل	عبدالمجید سوہدروی
۲۶۔	تنقیح الرواۃ تخریج احادیث المشکوٰۃ (نصف ثانی)	ابوسعید شرف الدین دہلوی
۲۷۔	الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب	حافظ عبداللہ روپڑی
۲۸۔	اہلحدیث اور سیاست	نذیر احمد رحمانی
۲۹۔	تراجم علمائے حدیث ہند	امام خاں نوشہروی
۳۰۔	فلسفہ اور معجزہ	ہدایت اللہ سویدروی
۳۱۔	تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی تجدیدی مساعی	محمد اسمٰعیل سلفی
۳۲۔	اسلامی تعلیم	عبدالسلام بستوی
۳۳۔	خیر الکلام فی وجوب فاتحہ خلف الامام	حافظ محمد گوندلوی
۳۴۔	اسلام اور مرزائیت	احسان الٰہی ظہیر
۳۵۔	تفسیر سراج البیان	محمد حنیف ندوی
۳۶۔	التعلیقات السلفیہ	محمد عطاء اللہ حنیف
۳۷۔	حدیث رسولؐ کا تشریعی مقام	غلام احمد حریری
۳۸۔	مرعاۃ المفاتیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح	عبیداللہ رحمانی
۳۹۔	تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید	بدیع الدین شاہ راشدی
۴۰۔	نصرت الباری فی بیان صحۃ البخاری	عبدالرؤف رحمانی

علمائے دیدہ مؤلف

۱۔ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
۲۔ عبد المجید سوہدروی
۳۔ ابو سعید شرف الدین دہلوی
۴۔ حافظ عبد اللہ روپڑی
۵۔ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
۶۔ ہدایت اللہ سوہدروی
۷۔ محمد اسمٰعیل سلفی
۸۔ حافظ محمد گوندلوی
۹۔ احسان الٰہی ظہیر
۱۰۔ محمد حنیف ندوی
۱۱۔ محمد عطاء اللہ حنیف
۱۲۔ بدیع الدین شاہ راشدی
۱۳۔ غلام احمد حریری

* * *

نقش آغاز

تاریخ و اخبار کا فن گو اسلام سے پہلے موجود تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی اصل شان اسلام کے نور سے چمکی ہے۔ مسلمانوں میں خود اس کا آغاز ان کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرامؓ اور ان کے مجاہدانہ علمی کارناموں سے ہوا۔

قرن اول سے لے کر اپنے اقبال کے آخری دور تک مسلمانوں نے اپنی ہر صدی کے ممتاز اکابر رجال کے سیر و اخبار کا ایسا دفتر زمانہ میں چھوڑا جس کی مثال تاریخ میں دنیا کی کوئی اور قوم پیش نہیں کر سکتی۔

برصغیر (پاک و ہند) میں مسلمانوں کی روایت علم کا اپنا ایک خاص مزاج رہا ہے اور یہ مزاج اس اعتبار سے پورے عالم اسلام میں ہمیشہ ایک خاص امتیازی شان کا حامل رہا اور اس کی ترتیب میں عالم اسلام کے مختلف منطقوں کے عناصر نے اپنا ایک علیحدہ توازن دریافت کیا۔

علمائے اسلام نے محدثین عظام، ائمہ کرام، مفسرین، فاتحین، مدرسین، صالحین، مولفین مورخین، شعراء اور ادباء وغیرہ کے حالات میں متعدد کتابیں لکھیں۔

برصغیر میں علمائے کرام کا تذکرہ مغل بادشاہ اکبر کے زمانہ کے ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب "منتخب التواریخ" میں کیا ہے اور جہانگیر کے عہد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں علمائے کرام کے حالات لکھے ہیں۔ اس کے بعد ۱۲ویں صدی ہجری میں علامہ آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب "مآثر الکلام" میں علمائے کرامؒ کے حالات قلم بند کئے ہیں۔

علامہ آزاد بلگرامیؒ کے بعد دو نامور ہستیاں وجود میں آئیں جنہوں نے تراجم و تذکرہ کے سلسلہ میں بے نظیر ذخیرہ فراہم کیا جس کی مثال برصغیر کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

اور وہ دو نامور ہستیاں مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن

خان رحمہم اللہ اجمعین ہیں۔

مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے "طرب الاماثل" کے نام سے کتاب لکھی جس میں برصغیر کے علماء کے حالات قلمبند کیے۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خان نے علمائے کرام کے تذکرہ میں جو کتابیں لکھیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ تقصار جیود الاحرار من تذکار جنود الابرار
۲۔ اتحاف النبلاء المتقین باحیا مآثر الفقہاء المحدثین
۳۔ التاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والاول
۴۔ ابجد العلوم

ان کے بعد مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی نے "نزہتہ الخواطر وبہجتہ المسامع والنواظر" (عربی) کتاب ۸ جلدوں میں لکھی۔ اس کتاب میں پہلی صدی ہجری سے لے کر ۱۴ویں صدی ہجری تک تقریباً ساڑھے چار ہزار علمائے کرام کے حالات درج ہیں۔

ان کے علاوہ بیشتر اہل قلم نے "تذکرہ" کے موضوع پر کتابیں لکھی ہیں جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں۔

میں نے اپنی کتاب میں (۴۰) جلیل القدر علمائے کرام کے حالات اور ان کی تدریسی و تصنیفی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ تمام کے تمام علماء اصحاب تدریس بھی تھے اور اس کے ساتھ ساتھ صاحب تصانیف بھی۔ دو چار علمائے کرام ایسے نظر آئیں گے جنہوں نے تدریس کی طرف توجہ نہیں کی، تصنیف کی طرف زیادہ توجہ کی۔ مثلاً مولانا عبدالحلیم شرر، تدریس کی طرف توجہ کم کی مگر تصنیف میں (۸۶) کتابیں لکھیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد تدریس کے میدان میں نہیں آئے۔ تصنیف میں (۱۳۰) کتابیں لکھیں۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی نے تدریس کی طرف توجہ ہی نہیں کی، وعظ و تبلیغ میں نام پیدا کیا اور تصنیف میں (۵۷) کتابیں لکھیں۔ مولوی ابو یحییٰ امام خان نوشہروی اور مولوی ہدایت اللہ سوہدروی نے تدریس کا میدان دیکھا ہی نہیں۔ تصنیف و تالیف کے ذریعے دین اسلام کی خدمت کی۔

مولانا عبدالسلام ندوی ابتدائی دور میں تدریس فرماتے رہے، بعد میں تصنیف و تالیف

ہی کے لئے رہ گئے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر نے بھی وعظ و تبلیغ کے ساتھ تصنیف و تالیف کا ہی میدان منتخب کیا۔

میں نے ہر صاحب تذکرہ کی تمام کتابوں کی فہرست جمع کر دی ہے اور اس کے ساتھ تین چار کتابوں کا مختصر تعارف بھی کرایا ہے۔

راقم شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز جامعہ رحمانیہ سیالکوٹ، پروفیسر حافظ عبدالستار حامد جامعہ توحیدیہ اہلحدیث وزیر آباد اور پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی کا بہت زیادہ شکر گزار ہے کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مقدمہ، تعارف اور تقریظ لکھی ہے اور اس کے ساتھ ہی محترم ضیاء الحق نعمانی مدیر نعمانی کتب خانہ لاہور کا بھی شکر گزار ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے اشاعتی ادارہ نعمانی کتب خانہ کے زیر اہتمام شائع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کو میری نجات کا ذریعہ بنائے۔

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ
۴۔ اکتوبر ۲۰۰۱ء
۱۶ رجب ۱۴۲۲ھ

مقدمہ

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز

۱۱۴۵ھ/۱۷۳۲ء میں امام شاہ ولی اللہ دہلوی بن شاہ عبدالرحیم دہلوی حرمین شریفین سے واپس آئے تو انہوں نے اپنی ساری توجہ علم حدیث کی تدریس واشاعت میں صرف کر دی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے آبائی مدرسہ رحیمیہ میں حدیث کی تدریس کی محفل سجائی اور اس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ آپ نے پہلے تراجم ابواب صحیح بخاری کی شرح (عربی) لکھی اور اس کے بعد موطاء امام مالک کی دو شرحیں بنام المسوی (عربی) اور المصفی (فارسی) لکھیں اور اس کے ساتھ ''اسرار شریعت'' کے موضوع پر ''حجۃ اللہ البالغہ'' تصنیف فرمائی۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی ان کی مسند تحدیث کے وارث ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی ساری زندگی حدیث کی ترویج اور اس کی نشر و اشاعت میں بسر کر دی۔ خدمت حدیث میں ان کی دو کتابیں ''بستان المحدثین'' (فارسی) جو کتب حدیث کے تعارف اور محدثین عظام کے حالات پر ہے، بڑی عمدہ کتاب ہے اور دوسری کتاب ''عجالہ نافعہ'' (فارسی) ہے جو اصول حدیث میں بڑی جامع اور عمدہ و نفیس کتاب ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز نے حدیث کی تدریس نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک فرمائی۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے نواسہ مولانا شاہ محمد اسحاق نے بھی تدریس حدیث میں اپنی ساری زندگی بسر کر دی اور ان سے بے شمار علمائے کرام نے استفادہ کیا اور ان کے تلامذہ میں بعض علمائے کرام نے خدمت حدیث میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ جن کا تذکرہ ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا رہے گا۔

۱۲۵۸ھ/۱۸۲۲ء میں حضرت شاہ محمد اسحاق نے اپنے برادر خورد مولانا شاہ محمد یعقوب دہلوی کے ہمراہ مکہ معظمہ ہجرت کی تو ان کے جانشین شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ہوئے۔ حضرت شیخ الکل میاں صاحب نے حضرت شاہ محمد اسحاق کی خدمت میں ۱۳ سال رہ کر علوم آلیہ و عالیہ کی تحصیل کی تھی۔

حضرت میاں صاحب نے مسجد پھاٹک حبش خاں دہلی میں تدریس کا آغاز فرمایا اور مکمل ۶۲ سال تک تفسیر و حدیث اور فقہ کا درس دیتے رہے اور اس ۶۲ سال میں آپ سے کتنے حضرات مستفیض ہوئے، ان کا شمار ممکن نہیں۔

لا یعلم جنود ربك الا ھو

اندرون و بیرون ہند لوگ جوق در جوق آتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے اور یہ حقیقت ہے، اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ بلا اختلاف مسلک و مشرب کوئی بھی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جو کثرت تلامذہ میں حضرت میاں صاحب کے مقابلہ میں پیش کی جا سکے۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے حدیث کی درس و تدریس میں اپنی زندگیاں گزار دیں، ان میں استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، استاد العلماء مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی، مولانا عبداللہ غزنوی اور ان کے صاحبزادگان عالی مقام مولانا سید عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی اور پوتے مولانا سید عبداللہ دل غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا عبدالسلام مبارکپوری، مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی وغیرہم تھے۔ انہوں نے ساری زندگی حدیث پڑھنا اور پڑھانا مشغلہ رکھا۔

حضرت میاں صاحب دہلوی کے تلامذہ کے سلاسل کے سلسلہ میں مولانا سید عبدالجبار غزنوی کے تلامذہ میں مولانا حافظ عبداللہ روپڑی اور مولانا حافظ محمد گوندلوی نے ساری زندگی حدیث کی تدریس فرمائی۔ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کے تلامذہ میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوری، مولانا عبداللہ رحمانی مبارکپوری اور ابوبکر شیث جون پوری نے اپنی زندگیاں حدیث کی تدریس میں صرف کر دیں۔

مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کے تلامذہ میں مولانا عبدالقادر لکھوی، مولانا عطاء اللہ لکھوی اور مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی کی تدریسی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے تلامذہ میں جن حضرات نے درس و تدریس میں نام پیدا کیا، ان میں مولانا فقیر اللہ مدراسی، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا حافظ محمد گوندلوی ور مولانا محمد اسماعیل سلفی قابل ذکر ہیں۔

تصنیف و تالیف اور خاص کر حدیث اور متعلقات حدیث پر حضرت میاں صاحب کے جن تلامذہ نے کارہائے نمایاں انجام دیئے، ان میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا احمد حسن دہلوی، مولانا عبدالرحمان مبارکپوری، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا ابوالحسن سیالکوٹی، مولانا وحیدالزمان حیدر آبادی نے خدمت حدیث میں جو کتابیں تصنیف کیں، ان شاء اللہ العزیز وہ ان کی نجات کا ذریعہ ہوں گی۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے سنن ابی داؤد کی دو شرحیں غایۃ المقصود اور عون المعبود لکھیں اور اس کے ساتھ سنن دار قطنی پر تعلیق لکھی۔

مولانا احمد حسن دہلوی نے بلوغ المرام کا حاشیہ لکھا اور اس کے ساتھ "تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (نصف اول) لکھی۔

مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے جامع ترمذی کی شرح "تحفۃ الاحوذی" لکھی اور اس کے ساتھ ساتھ جامع، علمی اور تحقیقی مقدمہ بھی لکھا۔

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی نے "تنقیح الرواۃ" فی تخریج "احادیث المشکوٰۃ" کا (نصف ثانی) لکھی اور اس کے ساتھ مسند امام احمد بن حنبل کی تعلیق لکھی۔ سنن ابی ماجہ کی شرح لکھنی شروع کی لیکن اس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

مولانا عبدالتواب ملتانی نے خدمت حدیث میں گرانقدر علمی خدمات انجام دیں۔ ان کی خدمت حدیث کی تفصیل یہ ہے۔

تعلیق مصنف ابن ابی شیبہ

تعلیق عون المعبود شرح سنن ابی داؤد

تعلیق صحیح مسلم ابی الحسن السندی

تعلیق مشکوٰۃ المصابیح

اردو میں صحیح بخاری کے ۸ پاروں کا ترجمہ کیا اور اس کے ساتھ حافظ ابن حجر کی بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام کا ترجمہ اور حواشی لکھے۔

مولانا ابوالحسن محمد سیالکوٹی نے صحیح بخاری کا ترجمہ وشرح بنام فیض الباری (۳۰) جلدوں میں لکھی۔

مشکوٰۃ المصابیح کا بھی ترجمہ کیا اور اس کے ساتھ ''تیسیر الوصول'' کی جلد پنجم و ششم کا ترجمہ کیا۔

مولانا وحیدالزمان حیدرآبادی کی خدمات حدیث ناقابل فراموش ہیں۔ آپ نے صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک کے اردو میں تراجم کئے اور اس کے ساتھ ''وحیداللغات'' کے نام سے حدیث کی لغت ۲۸ جلدوں میں مرتب فرمائی اور ان کا سب سے بڑا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ علامہ علی متقی جون پوری کی ''کنز العمال'' کی تصحیح کی جس کو دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن نے شائع کیا۔

بسلسلہ تصنیف وتالیف حضرت میاں صاحب کے تلامذہ کے سلاسل میں جن علمائے کرام نے خدمت حدیث میں تفصیلی کارنامے سرانجام دیئے، ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

مولانا ابوسعید شرف الدین کے تلامذہ میں مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے سنن نسائی کی شرح بنام ''التعلیقات السلفیہ'' لکھی۔

مولانا عبدالتواب محدث ملتانی کے تلامذہ میں مولانا عزیز زبیدی نے صحیح بخاری کا حاشیہ محدثانہ طرز پر لکھا۔

مولانا عبدالجبار غزنوی کے تلامذہ میں مولانا حافظ محمد گوندلوی نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح کتاب العلم تک لکھی اور ان کے دوسرے تلمذ رشید مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح مرعاۃ المفاتیح (۹) جلدوں میں کتاب المناسک تک لکھی جو مطبوع ہے اور حافظ گوندلوی کے تلمیذ رشید مولانا محمد خالد گھرجاکی نے بقیہ مشکوٰۃ المصابیح کی شرح (۱۰) جلدوں میں مکمل کردی ہے اور نام اس کا بھی مرعاۃ المفاتیح ہے۔

حضرت العلام گوندلوی کے ایک مایہ ناز شاگرد مولانا ارشاد الحق اثری نے مسند ابویعلیٰ

موصلی کی تنقیح، تخریج اور تعلیق لکھی ہے جو مطبوع ہے۔

راقم آثم کو بھی حضرت گوندلوی سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ ناچیز سے یہ کام لیا کہ مجھے سنن ابن ماجہ کی شرح لکھنے کی توفیق عطا فرمائی جو میں نے ۱۳ جلدوں میں مکمل کی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کو میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

خدمت حدیث میں محی السنۃ امیر الملک والا جاہی مولانا سید نواب صدیق حسن خان کی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں۔ آپ نے مختلف موضوعات پر عربی، فارسی، اردو میں (۲۲۲) کتابیں لکھیں۔ حدیث میں آپ کی کتابیں (۵۰) کے قریب ہیں۔ شروح حدیث میں ”عون الباری“ اور شرح صحیح بخاری، السراج الوہاج شرح صحیح مسلم اور بلوغ المرام کی تین شرحیں مسلک الختام (فارسی)، روض البسام اور ”فتح العلام“ (عربی) لکھیں۔

برصغیر میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث کا عالم اسلام کے جلیل القدر علماء نے بھی اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر برصغیر کے علماء علم حدیث کی طرف توجہ نہ کرتے تو یہ علم زوال پذیر ہو جاتا۔

علامہ سید رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

و لولا عناية اخواننا علماء الهند بعلوم الحديث في هذ العصر لقضى عليها بالزوال من امصار الشرق فقد ضعفت في مصر و الشام و العراق و الحجاز منز القرن العاشر للبهجرة حتى بلغت منتهي الضعف في اوائل هذا القرن الرابع عشر.

ہندوستان کے علمائے حدیث نے علوم حدیث کی طرف خصوصی توجہ دی۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید یہ علم مشرق کے ممالک سے مٹ جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے یہ زوال پذیر تھا اور ۱۴ ویں صدی ہجری کے آغاز میں تو ضعف کی انتہا تک پہنچ چکا تھا۔

برصغیر کے علمائے حدیث نے حدیث کی نشر و اشاعت اور تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں جو پیش رفت کی، ان کی اقتداء میں دوسرے اسلامی ممالک کے علماء نے بھی اس طرف توجہ کی۔

شام کے مشہور عالم اور محقق علامہ محمد منیر دمشقی اپنی کتاب ”نموذج من الاعمال الخیریۃ“

صفحہ ۲۶۸ پر لکھتے ہیں۔

وھی نھضة عظیمة اثرت علی باقی البلاد الاسلامیة، فاقتدیٔ بها غالب البلاد الاسلامیة فی طبع الکتب الحدیث و التفسیر .

یہ وہ عظیم الشان تحریک ہے جس نے دوسرے اسلامی ممالک پر بھی اثر ڈالا۔ چنانچہ بلاد اسلامیہ میں ان ہی کی اقتداء کرتے ہوئے حدیث وتفسیر کی کتابیں شائع کی جارہی ہیں۔

عالم اسلام کے مقتدر علمائے کرام نے مولانا سید نواب صدیق حسن خان کی ”عون الباری“ اور ”السراج الوہاج“ مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی ”غایۃ المقصود“ اور ”عون المعبود“ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کی ”تحفۃ الاحوذی“ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی ”التعلیقات السّلفیہ“ مولانا عبیداللہ رحمانی کی ”مرعاۃ المفاتیح“ اور مولانا ارشاد الحق اثری کی مسند ابو یعلی موصلی پر تنقیح، تخریج اور تعلیق کی تعریف وتوصیف کی ہے۔

یہ حقیقت ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ برصغیر میں حدیث کی تدریس، نشر واشاعت اور کتب حدیث کے شروح وحواشی، حدیث ومحدثین کی طرف سے دفاع کا جو کام ہو رہا ہے، اس کا آغاز علمائے اہل حدیث نے کیا تھا اور آج ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ملک عبدالرشید عراقی سوہدروی محتاج تعارف نہیں ہیں۔ ان کے مضامین ومقالات تقریباً چالیس سال سے ملک کے دینی و مذہبی رسائل میں شائع ہو رہے ہیں۔ اس وقت تک ان کی تقریباً ۱۶ کے قریب چھوٹی بڑی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور ان کے پانچ رسالے شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ ابراہیمیہ نے بھی شائع کئے ہیں۔ شخصیات ان کا پسندیدہ موضوع ہے اور شخصیات پر ان کی ۹ کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور غالباً تین چار کتابیں شخصیات پر ان کی زیر طبع ہیں۔

عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب ”اعلام اہلحدیث“ میں ۴۰ جلیل القدر علمائے اہل حدیث کے حالات زندگی، اور ان کی تدریسی و تصنیفی خدمات کا ذکر کیا ہے۔

عراقی صاحب نے ہر صاحب تذکرہ کی تمام تصانیف کے نام درج کئے ہیں اور اس کی تین چار مشہور تصانیف کا مختصر تعارف بھی کرایا ہے۔

موضوع کے اعتبار سے کتاب بڑی جامع اور عمدہ ہے۔ عراقی صاحب نے مجھ سے

مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی اور میں ان کی درخواست کو رد نہ کر سکا اور ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے مقدمہ لکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عراقی صاحب کی محنت کو قبول فرمائے اور ناشر صاحب بھی ہدیہ تبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ کتاب شائع کر کے ایک بہت علمی خدمت انجام دی ہے۔

خادم العلماء
محمد علی جانباز
۲۲ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء

تعارف

پروفیسر حافظ عبدالستار حامد

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے ۶۲ سال تک دہلی میں علوم دینیہ کی تدریس فرمائی اور اس نصف صدی سے زیادہ عرصہ میں بے شمار علماء آپ سے مستفید ہوئے اور ان کا شمار ممکن نہیں۔ حضرت میاں صاحب کے تلامذہ نے پورے ملک میں پھیل کر دین اسلام کی نشر و اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ اور ادیان باطلہ کا قلع قمع کرنے میں جو قابل قدر خدمات انجام دیں، وہ تاریخ اہل حدیث کا ایک سنہری باب ہے۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کے تلامذہ نے درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور تصنیف و تالیف میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، اس کی تفصیل آپ کو شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز کے مقدمہ میں ملے گی، مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب ”علمائے اہلحدیث“ میں ۴۰ جلیل القدر علمائے کرام کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا ہے اور سب سے پہلے حضرت شیخ الکل کے حالات سے آغاز کیا ہے، اس لئے کہ ان میں سے اکثر علماء حضرت میاں صاحب دہلوی سے مستفیض تھے۔ اس کتاب میں ۱۸ علمائے کرام حضرت شیخ الکل دہلوی کے شاگرد ہیں اور بقیہ ۲۲ حضرت میاں کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں۔

عراقی صاحب نے ہر صاحب تذکرہ کی تصانیف کی مکمل فہرست دی ہے اور اس کے ساتھ اس کی بھی نشاندہی کی ہے کہ کتاب کس زبان میں لکھی گئی تھی۔ ان ۴۰ علمائے کرام نے مجموعی طور پر ۱۴۹۳ کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں عربی میں ۱۶۶، فارسی میں ۱۵، اردو میں ۱۲۶۷، پنجابی نظم میں ۱۴ اور سندھی میں ۲۸ کتابیں لکھیں۔

عراقی صاحب کو شخصیات پر لکھنے کا خاصا ملکہ حاصل ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور

مولانا ابوالکلام آزاد کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ ان علمائے کرام میں ۹۔ ایسے علماء شامل ہیں جن کی تصانیف کی تعداد ۵۰ سے زیادہ ہے مثلاً

حافظ عبداللہ روپڑی۔ ۵۵
مولانا ابوالکلام آزاد۔ ۱۳۰
مولانا ابوالقاسم بناری۔ ۶۸
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ ۱۰۲
مولانا بدیع الدین شاہ راشدی۔ ۱۰۸
مولانا عبدالحلیم شرر۔ ۸۶
مولانا محمد جوناگڑھی۔ ۹۱
مولانا ثناء اللہ امرتسری۔ ۱۸۹
مولانا عبدالمجید سوہدروی۔ ۵۷

عراقی صاحب نے ہر صاحب تذکرہ کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ اپنے قصبہ کے مولوی ہدایت اللہ سوہدروی کے حالات بڑے دلچسپ انداز میں قلم بند کئے ہیں اور ان کی تصانیف فلسفہ و معجزہ، شبیر نامہ اور اسلام اور عیسائیت کا تعارف بڑے عمدہ پیرائے میں کرایا ہے اور یہ پڑھ کر میری معلومات میں اضافہ ہوا ہے کہ مولوی ہدایت اللہ شاعر بھی تھے اور ان کے اشعار جو انہوں نے اپنے سر ملک موجدین اور نومولود بیٹے عبیداللہ کے انتقال پر کہے تھے، بڑے عمدہ اشعار ہیں۔

تصانیف کے تعارف میں مولانا عبیداللہ رحمانی کی شرح مشکوٰۃ المصابیح کا تعارف بڑی تفصیل سے کرایا ہے۔

عراقی صاحب کی درخواست پر میں نے یہ چند سطریں بطور تعارف کے لکھ دی ہیں حالانکہ جس کتاب پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز حفظہ اللہ تعالیٰ کا مقدمہ ہو، اس پر مجھ جیسا کم علم کیا اظہار خیال کر سکتا ہے۔

عراقی صاحب نے بڑی محنت سے علمائے کرام کے حالات قلمبند کئے ہیں اور ان کی مکمل تصانیف کی فہرست درج کی ہے۔

اللہ تعالیٰ عراقی صاحب کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

خاکسار
حافظ عبدالستار حامد
جامعہ توحید اہلحدیث۔ وزیر آباد
یکم رجب ۱۴۲۲ھ ۱۹ ستمبر ۲۰۰۱ء

تقریظ

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

ہر شخص جو کسی مذہب یا قوم سے تعلق رکھتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی قوم یا مذہب کے اکابرین کے حالات سے واقف ہو اور اسے معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارے اکابرین نے کیا کیا کارنامے انجام دیئے اور انہوں نے اپنی زندگیاں کس طرح بسر کیں۔

مسلمانوں کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے کہ انہوں نے ''اسماء الرجال'' کا فن ایجاد کیا اور لاکھوں اشخاص کے حالات زندگی مرتب کر دیئے۔ مغربی مستشرقین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں نے اسماء الرجال کا فن ایجاد کر کے ایک عظیم انسانی کارنامہ انجام دیا ہے۔

مسلمان علماء نے صرف یہ نہیں کہ ہر شخص کے حالات زندگی لکھ دیئے کہ کب پیدا ہوا، کس جگہ پیدا ہوا اور کب وفات پائی اور کس شہر میں دفن ہوا بلکہ ہر شخص کے حالات میں یہ لکھا ہے کہ اس شخص نے کہاں تعلیم پائی، کن اساتذہ سے پڑھا اور اس نے دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اس کی دینی و علمی کیا خدمات ہیں۔ کتنی کتابیں لکھیں اور اس کے ساتھ اس بات کی بھی تصریح کی کہ معاشرہ میں اس کا کیا مقام تھا، اس کا رہن سہن کیسا تھا، تجارت، معاملات وغیرہ میں اس کا دوسرے لوگوں سے کیسا رویہ تھا۔

برصغیر (پاک و ہند) میں علمائے اہلحدیث نے خدمت حدیث میں جو کارنامے سرانجام دیئے، اس کا تذکرہ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز صاحب نے اپنے مقدمہ میں کرایا ہے۔

علمائے کرام کے حالات اور ان کے علمی کارناموں پر بیشتر کتابیں برصغیر میں شائع ہو چکی ہیں مگر ہر ایک مصنف نے اپنے اپنے انداز میں حالات ترتیب دیئے ہیں۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے اپنی اس کتاب میں ۴۰ جلیل القدر علمائے کرام کے حالات زندگی لکھے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی تدریسی و تصنیفی خدمات کا تذکرہ کیا ہے۔

جن اساتذہ سے پڑھا اور آگے ان سے جنہوں نے تعلیم حاصل کی، ان کا ذکر کیا ہے۔

سب سے پہلے عراقی صاحب نے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کے حالات لکھے ہیں کیونکہ علمائے اہلحدیث کا سلسلہ برصغیر میں ان سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد ۳۹ علمائے کرام کے حالات بہ ترتیب تاریخ وفات ترتیب دیئے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے حالات طویل ہیں اور ان ہر دو علمائے کرام کی تصانیف کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہے۔ مولانا ثناء اللہؒ کی تصانیف کی تعداد ۱۸۹ ہے جبکہ مولانا آزاد کی تصانیف کی تعداد ۱۳۰ ہے۔

عراقی صاحب نے ہر صاحب تذکرہ کے شروع میں، جن حضرات نے صاحب تذکرہ کے علم و فضل اور تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے، اس کے اقتباسات درج کئے ہیں۔ اس سے کتاب کی معنوی صورت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔

مثلاً ابوالکلام آزاد کے بارے میں مولانا ظفر علی خان نے فرمایا تھا

جہان اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

مولانا ثناءاللہ مرحوم کے بارے میں سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں

"وہ مناظرہ کے امام تھے"

اور پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی فرماتے ہیں کہ

"مولانا عبقری شخصیت تھے"

مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے بارے میں حکیم عنایت اللہ نسیمؒ فرماتے ہیں

وسیع المطالعہ، وسیع المعلومات اور بلند پایہ محقق تھے

عراقی صاحب نے ہر صاحب تذکرہ کی تین چار کتابوں کا تعارف کرایا ہے۔ یہ مختصر تعارف بڑے دلچسپ انداز میں کرایا ہے۔ تعارف مختصر ہی اچھا ہوتا ہے۔ طویل تعارف قاری کے ذہن پر بوجھ بن جاتا ہے اور بعض دفعہ قاری پورا تعارف پڑھتا ہی نہیں۔

اس کے علاوہ عراقی صاحب نے شروع میں ہر صاحب تذکرہ کی تصانیف کی تعداد بھی لکھ دی ہے اور اس کتاب میں تمام کتابوں کے نام آئے ہیں اور جس جس زبان میں کتابیں لکھی

گئی ہیں، ان کی تفصیل درج کر دی ہے۔

عراقی صاحب کو شخصیات پر لکھنے کا ملکہ حاصل ہے۔ ان کی یہ کتاب "علمائے اہلحدیث" علمی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔ عراقی صاحب نے یہ کتاب بڑی محنت سے مرتب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ محنت قبول فرمائے۔

میں اس قابل نہیں تھا کہ اس کتاب پر تقریظ لکھوں جس کا مقدمہ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز صاحب اور تعارف پروفیسر حافظ عبدالستار حامد صاحب نے لکھا ہو مگر عراقی صاحب کی فرمائش کو میں رد نہیں کر سکتا۔ ان کی فرمائش مجھے ہر صورت پوری کرنی پڑتی ہے۔

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی
ہمدرد دواخانہ
سکیم موڑ۔ اقبال ٹاؤن۔ لاہور
۴ رجب ۱۴۲۲ھ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۱ء

(۱)

سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ

لایوجد مثله فی الارض

احمد بن احمد بن علی تونسی

زبدة المتکلمین، عمدة المحدثین من اولیاء عصره و اکابر علماء دهره (قاضی بشیر الدین قنوجی)

رئیس المحدثین، عمدة المحققین و بقیة السلف الصالحین

علامہ حسین بن محسن انصاری

سید محمد نذیر حسین دہلویؒ

۱۲۲۰ھ............۱۳۲۰ھ

۱۸۰۵ء............۱۹۰۲ء

شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی امام حدیث تھے اور حدیث کی مہارت ان پر ختم تھی۔ آپ مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے ۱۲۵۸ھ میں مکہ معظمہ ہجرت کرنے کے بعد دہلی کی مسند تحدیث پر فائز ہوئے اور ۶۲ سال تک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ لکھتے ہیں

> ''شاہ اسماعیل شہید کی اس مسابقت الی الجہاد وفوز بہ شہادت کے بعد دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب کا فیضان جاری ہو گیا جن سے شیخ الکل میاں صاحب السید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مستفیض ہو کر دہلی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے''

ولادت

میاں صاحب صوبہ بہار کے ضلع سورج گڑھ کے قصبہ مونگیر میں ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید جواد علی تھا۔ ۳۵ پشت پر آپ کا شجرہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

تعلیم کا آغاز

۱۶ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد سید جواد علی سے پڑھیں۔ اس کے بعد پٹنہ تشریف لے گئے اور پٹنہ میں آپ نے مولوی شاہ محمد حسین سے ترجمہ قرآن مجید

اور حدیث کی کتاب مشکوٰۃ المصابیح پڑھی۔ پٹنہ میں آپ کا قیام ۶ ماہ رہا۔ اس ۶ ماہ کے قیام کے دوران حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی اور مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی پٹنہ تشریف لائے اور آپ کو مولانا شاہ اسماعیل شہید کا وعظ سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔

پٹنہ سے دہلی روانگی

۱۲۳۷ھ میں میاں صاحب سید نذیر حسین دہلی کے لئے پٹنہ سے روانہ ہوئے اور راستہ میں کچھ عرصہ غازی پور اور الہٰ آباد میں قیام کیا۔ غازی پور میں آپ نے مولانا احمد علی چڑیا کوٹی (۱۲۷۲ھ) سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۴۳ھ میں آپ دہلی پہنچے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کو انتقال کئے ہوئے چار سال کا عرصہ ہو گیا تھا اور حضرت شاہ محمد اسحاق جو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے نواسے تھے، ان کا درس جاری تھا۔ میاں صاحب نے حضرت شاہ محمد اسحاق کے درس میں داخل ہونے سے پہلے درج ذیل علمائے کرام سے استفادہ کیا۔

مولانا عبدالخالق دہلویؒ
مولانا اخوند شیر محمد قندھاریؒ
مولانا جلال الدین ہروی
مولانا کرامت علی اسرائیلی
مولانا سید محمد بخش عرف تربیت خاں مہندس

شاہ محمد اسحاق کے درس میں

ان حضرات سے استفادہ کے بعد حضرت میاں صاحب حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق کے درس میں شامل ہوئے اور ان سے حدیث کی درج ذیل کتابیں پڑھیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع صغیر سیوطی، کنز العمال علی متقی، دو تین اجزاء سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن ماجہ، موطا امام مالک اور ہدایہ (فقہ حنفی کی مشہور کتاب) کا بھی درس لیا اور اس کے بعد مولانا شاہ محمد اسحاق نے آپ کو باقاعدہ سند حدیث عطا فرمائی۔

شاہ محمد اسحاق سے شاگردی کا مسئلہ

علمائے احناف نے اپنے تقلیدی تعصب کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی حضرت شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد نہ تھے بلکہ تبرکاً حدیث کی سند حاصل کی تھی۔ ان کے باقاعدہ شاگرد مولانا شاہ عبدالغنی مجددی بن مولانا شاہ ابوسعید مجددی تھے لیکن علمائے اہل حدیث کا موقف یہ ہے کہ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی مولانا شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد تھے۔

برصغیر کے ممتاز علمائے کرام اور اہل قلم نے اس بات کی تحریری شہادت دی ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی کے باقاعدہ شاگرد تھے اور علمائے احناف کے اس دعویٰ کی تردید کی ہے کہ انہوں نے تبرکاً حدیث کی سند و اجازت حاصل کی تھی۔

یہاں اگر ان علمائے کرام اور اہل قلم کی عبارتیں نقل کی جائیں تو اس کے لئے کئی صفحات درکار ہوں گے، اس لئے یہاں صرف ان علمائے کرام اور اہل قلم کے نام مع ان کی کتابوں کے درج کئے جاتے ہیں جن میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی حضرت شاہ محمد اسحاق کے باقاعدہ شاگرد تھے۔

مصنفین

۱۔ مولانا شیخ محمد تھانوی (م ۱۲۹۶ھ)
۲۔ مولانا احمد علی سہارن پوری (۱۲۹۸ھ)
۳۔ مولانا رحمان علی بریلوی (۱۳۲۵ھ)
۴۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۷ھ)
۵۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (۱۳۲۹ھ)
۶۔ مولانا محمد ادریس نگرامی (۱۳۳۰ھ)
۷۔ مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ھ)
۸۔ مولانا عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری (۱۳۵۳ھ)

۹۔ مولانا عبید اللہ سندھی (۱۳۶۳ھ)

۱۰۔ مولانا سید سلیمان ندوی (۱۳۷۳ھ)

۱۱۔ مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی (۱۳۸۶ھ)

۱۲۔ ڈاکٹر شیخ محمد اکرام (۱۳۹۶ھ)

۱۳۔ مولوی بشیر احمد دہلوی (۱۹۲۷ء)

۱۴۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۴۰۸ھ)

۱۵۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی (۱۴۱۸ھ)

۱۶۔ مولانا نسیم احمد امروہی

۱۷۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱۳۷۵ھ)

۱۸۔ پروفیسر محمد مبارک کراچی

۱۹۔ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

۲۰۔ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (۱۹۹۹ء)

۲۱۔ پروفیسر ڈاکٹر ثریا ڈار

۲۲۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیف (۱۴۱۷ھ)

۲۳۔ مولانا عبد المجید سوہدروی (۱۹۵۹ء)

۲۴۔ سید رئیس احمد جعفری ندوی (۱۹۶۸ء)

نام کتب

۱۔ الحیاۃ بعد المماۃ۔ ص ۳۴

۲۔ ایضاً۔ ص ۴۷

۳۔ تذکرہ علمائے ہند۔ ص ۱۹۳

۴۔ حیات شبلی۔ ص ۴۶

۵۔ غایۃ المقصود (مقدمہ) ص ۱۱

۶۔ تذکرہ علمائے حال۔ ص ۹۲

۷۔ نزہۃ الخواطر۔ ۸/ ۴۹۸

۸۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی۔ ص ۵۶

۹۔ حاشیہ المسوی من احادیث موطا مطبوعہ مکہ معظمہ۔ ص ۱۲

۱۰۔ حیات شبلی ص ۴۱، ۴۶، مقالات سلیمان ۲/ ۵۲ تا ۵۳

۱۱۔ تراجم علمائے حدیث ہند۔ ص ۱۳۸

۱۲۔ موج کوثر۔ ص ۲۸

۱۳۔ دلی اور اصحاب دلی۔ ص ۱۳۲

۱۴۔ اتحاف النبیہ۔ ص ۲۵

۱۵۔ تاریخی مقالات۔ ص ۲۵۳

۱۶۔ الفرقان لکھنو۔ فروری، مارچ ۱۹۷۷ء

۱۷۔ تاریخ اہلحدیث۔ ص ۴۱۶

۱۸۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی۔ ص ۶

۱۹۔ مولانا نذیر احمد دہلوی، احوال و آثار۔ ص ۴۶

۲۰۔ تاریخ دعوت و عزیمت۔ ۵/ ۳۵۹، ۳۶۰

۲۱۔ شاہ عبدالعزیز اور ان کے علمی کارنامے۔ ص ۱۶۳

۲۲۔ تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں۔ ص ۳۲۵

۲۳۔ سیرت ثنائی۔ ص ۱۱۹۰

۲۴۔ بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد۔ ص ۴۲۱

تبصرہ

مندرجہ بالا فہرست میں صاحب تحقیق و تدقیق علماء بھی شامل ہیں اور ایسے محقق و نقاد بھی شامل ہیں کہ جن کی تحقیق و تدقیق کا اعتراف علمائے مغرب نے بھی کیا ہے اور ایسے مورخ بھی شامل ہیں کہ جن کی تحقیق کو سند تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان سب کی متفقہ تحقیق ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی کے باقاعدہ شاگرد تھے اور ۱۳ سال تک حضرت شاہ محمد

اسحاق کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔

میاں صاحب مسند تدریس پر

۱۲۵۸ھ میں مولانا شاہ محمد اسحاق نے اپنے برادر اصغر مولانا شاہ محمد یعقوب کے ہمراہ مکہ معظمہ ہجرت فرمائی تو حضرت میاں صاحب ان کی مسند تدریس پر فائز ہوئے اور ۱۲۷۰ھ تک جملہ علوم وفنون کی کتابیں بلا استثناء پڑھاتے رہے لیکن بعد میں صرف تفسیر، حدیث اور فقہ پر انحصار کیا اور ۶۲ سال تک دہلی میں تفسیر و حدیث کا درس دیا اور جس منبع علم نے ۶۲ سال تک تدریس فرمائی ہو، اس کے تلامذہ کی تعداد ظاہر ہے، بے شمار ہو گی۔

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں بعض ایسے حضرات بھی شامل ہیں جو بعد میں خود مسند تحدیث کے مالک بنے اور انہوں نے وہ علمی کارنامے سرانجام دیئے جن کا تذکرہ ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک رہے گا۔

مولانا محمد عزیر سلفی (بہاری) لکھتے ہیں کہ

> میاں نذیر حسین دہلوی نے شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) کی ہجرت (۱۲۵۸ھ) کے بعد مسند درس سنبھالی اور ۶۲ سال تک تعلیم و تدریس میں مشغول رہے اور ان سے بلا مبالغہ ہزاروں طلباء مستفید ہوئے اور پورے ہندوستان میں پھیل گئے۔ بیرون ہند سے بھی طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ پورے برصغیر میں کوئی بھی بڑی شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جو ان کے سلسلہ تلمذ سے منسلک نہ ہو۔ کثرت تلامذہ کے لحاظ سے پورے عالم اسلام میں کوئی ایسی شخصیت نہیں جو ان کا مقابلہ کر سکے۔ میاں صاحب کے تلامذہ نے پورے برصغیر میں پھیل کر خدمت اسلام کا ایک ایک میدان سنبھال لیا اور پوری زندگی کتاب و سنت کی اشاعت میں گزار دی۔

ذرائع

شیخ الکل میاں صاحب کے تلامذہ نے دین اسلام کی اشاعت، کتاب و سنت کی ترقی و

ترویج، شرک و بدعت کی تردید و توبیخ اور ادیان باطلہ اور کتاب و سنت کے مخالف افکار و نظریات کی تردید کے لئے جو ذرائع استعمال کئے، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ درس و تدریس

۲۔ دعوت و تبلیغ

۳۔ تصوف و سلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید اور صحیح اسلامی زہد و عبادت اور روحانیت کا درس

۴۔ تصنیف و تالیف

۵۔ باطل افکار و نظریات کی تردید اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید۔

۶۔ تحریک جہاد

درس و تدریس

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے درس و تدریس کے ذریعہ دین اسلام کی اشاعت میں حصہ لیا اور اپنی زندگیاں درس و تدریس میں صرف کر دیں، ان میں مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) مولانا محمد بشیر سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی (م ۱۳۵۱ھ) مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی (م ۱۳۶۳ھ) مولانا عبدالجبار عمر پوری (م ۱۳۳۴ھ) مولانا سید عبدالاول غزنوی (م ۱۳۱۳ھ) مولانا عبدالرحیم غزنوی (م ۱۳۴۴ھ) مولانا عبدالرحمان مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) مولانا عبدالغفور غزنوی (م ۱۹۳۵ء) مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی (م ۱۳۸۱ھ) مولانا سید شریف حسین دہلوی (م ۱۳۰۴ھ) مولانا حافظ ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) اور مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) وغیرہم تھے جنہوں نے ساری زندگی درس و تدریس کا مشغلہ جاری رکھا۔

دعوت و تبلیغ

دعوت و تبلیغ میں میاں صاحب کے جن تلامذہ نے نمایاں کردار ادا کیا اور تحریک اصلاح و

تجدید کی آبیاری کی اور پورے برصغیر کو اپنی تگ وتاز کا مرکز بنایا، ان میں مولانا حافظ ابراہیم آروی (م ۱۳۱۹ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مولانا سلامت اللہ جے راج پوری (م ۱۳۲۲ھ) مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ) مولانا عبدالغفار مہدانوی (م ۱۳۱۵ھ) مولانا عبدالواحد غزنوی (م ۱۹۳۰ء) اور مولانا عبدالرحیم بنگالی وغیرہم تھے جنہوں نے دعوت وتبلیغ میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔

بدعات کی تردید اور صحیح اسلامی روحانیت کا درس

حضرت شیخ الکل میاں صاحب کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرتے ہوئے صحیح اسلامی زہد وعبادت اور روحانیت کا درس دیا اور مدتوں عوام وخواص کی تربیت کرتے رہے اور خلاف شریعت امور سے لوگوں کو آگاہ کرتے رہے، ان میں حضرت عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی (م ۱۲۹۸ھ) مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی (م ۱۳۱۱ھ) مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۲۳ھ) مولانا غلام رسول قلعوی (م ۱۲۹۱ھ) اور مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (م ۱۲۴۸ھ) شامل ہیں۔

تصنیف وتالیف

تصنیف وتالیف کے ذریعہ حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے دین اسلام کی اشاعت، کتاب وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعت کی تردید میں نمایاں خدمات سرانجام دیں، ان میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) مولانا عبدالرحمان مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) مولانا محمد سعید بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی (م ۱۳۵۲) مولانا عبدالسلام مبارکپوری (م ۱۳۴۲ھ) مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا سید احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا حافظ ابوالحسن محمد سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ) مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) مولانا عبدالتواب ملتانی (م ۱۳۶۲ھ)

مولانا محی الدین لاہوری (م۱۳۱۲ھ) مولانا الٰہی بخش بڑاکری (م۱۳۲۴ھ) وغیرہم شامل ہیں جنہوں نے تمام علوم اسلامیہ خصوصاً علم حدیث پر عربی، فارسی اور اردو میں گرانقدر کتابیں لکھیں جن کی اہمیت آج بھی مسلم ہے۔

باطل افکار ونظریات کی تردید

باطل افکار ونظریات کی تردید اور دین اسلام اور مسلک حق کی تائید و اشاعت میں حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے نمایاں خدمات سرانجام دیں، ان میں مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) مولانا عبیداللہ صاحب تحفۃ الہند (م۱۳۱۰ھ) مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) مولانا ابوالقاسم بناری (م ۱۳۶۹ھ) مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) اور مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری (م۱۹۳۰ء) شامل ہیں۔[1] ان لوگوں نے قادیانیت، نصرانیت، آریہ سماج، شیعت، انکار حدیث، نیچریت اور بریلویت کا قلع قمع کر کے اسلام کی حقانیت اور مسلک حق کی سچائی ثابت کی۔

تحریک جہاد

حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے علمائے صادق پور (پٹنہ) کے ساتھ مل کر تحریک جہاد کو منظم کیا اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی قربانیاں دیں اور انگریزوں کی نظروں میں کھٹکتے رہے، ان میں مولانا حافظ ابراہیم آروی (م۱۳۱۹ھ) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری (م۱۳۳۷ھ) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م۱۳۳۶ھ) اور مولانا محمد اکرم خاں آف ڈھاکہ (م۱۹۶۸ء) سرفہرست ہیں۔

بہرحال اہل علم وقلم اس سے اتفاق کریں گے کہ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث

---

[1] مولانا قاضی محمد سلیمان مرحوم حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے شاگرد نہیں ہیں تاہم ان کی ادیان باطلہ کی تردید میں خدمات جلیلہ لائق تحسین ہیں۔ آپ نے عیسائیوں اور قادیانیوں سے بے شمار مناظرے کئے اور ان ہر دو مذاہب کے خلاف کتابیں لکھیں۔ (عراقی)

دہلویؒ کے تلامذہ نے برصغیر (پاک و ہند) کے اندر اسلام کی نشر و اشاعت، توحید و سنت کی حمایت اور مدافعت، باطل افکار و نظریات کی تردید اور مسلک حق کی تائید و نصرت میں جس قدر کام کیا ہے، اس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔

تصانیف

حضرت میاں صاحب کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ تصنیف و تالیف کا موقع ہی نہیں ملا تاہم ان کی ایک مشہور تصنیف ''معیار الحق'' ہے جو تقلید کی تردید میں ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی نے اثبات رفع الیدین کے موضوع پر ایک کتاب بنام ''تنویر العنین فی اثبات رفع الیدین'' تالیف فرمائی اور اس کتاب اثبات رفع الیدین کے علاوہ آمین بالجہر، قراءۃ فاتحہ خلف الامام اور تردید تقلید کی طرف بھی اشارات فرمائے۔ اس لئے یہ کتاب مقلدین حضرات کو ناگوار گزری۔ چنانچہ ''تنویر العنین'' کا جواب مولوی محمد شاہ پاک پٹنی جو ایک غالی مقلد تھے، ''تنویر الحق'' کے نام سے جواب لکھا۔ ''تنویر الحق'' کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے ''معیار الحق'' تالیف فرمائی۔ ''معیار الحق'' کا جواب مولوی ارشاد حسین رام پوری جو بہت بڑے غالی مقلد تھے، ''انتصار الحق'' کے نام سے دیا۔

''معیار الحق'' اور ''انتصار الحق'' دونوں کتابیں مولانا ابوالکلام آزاد کے مطالعہ میں آئیں تو مولانا آزاد نے فرمایا:

> مجھ پر معیار الحق کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا اور صاحب ارشاد الحق (انتصار الحق) کا علمی ضعف صاف نظر آ گیا۔

انتصار الحق کی تردید میں حضرت میاں صاحب کے چار تلامذہ نے جواب لکھے۔

۱۔ برائین اثناء عشر۔ مولانا سید امیر حسن سہوانی (م ۱۲۹۱ھ)

۲۔ تلخیص الانظار فیما نبی علیہ الانتصار۔ مولانا سید احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ)

۳۔ البحر الذخار لازہاق صاحب الانتصار۔ مولانا شہود الحق عظیم آبادی

۴۔ اختیار الحق۔ مولانا احتشام الدین مراد آبادی (م ۱۳۰۰ھ)

فتاویٰ نذیریہ

حضرت میاں صاحب نے اپنی زندگی میں بے شمار فتاویٰ لکھے جن کا ریکارڈ حضرت میاں صاحب کے پاس محفوظ تھا۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے دو مشہور تلامذہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) اور مولانا عبدالرحمان مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) نے ان کو مرتب کر کے دو جلدوں میں شائع کیا۔ اس میں ۴۲ عنوانات کے تحت فتاویٰ جمع کر لئے گئے ہیں۔

فضائل

حضرت میاں صاحب کے علم و فضل کا اعتراف نامور علمائے کرام نے کیا ہے۔

شیخ احمد بن احمد التونسی المغربی فرماتے ہیں:

لا یوجد مثله فی الارض.

مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی فرماتے ہیں:

زبدة المتکلمین، عمدة المحدثین من اولیاء عصره اکابر علماء دهره مولانا السید نذیر حسین دهلوی.

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی فرماتے ہیں۔

رئیس المحدثین و عمدة المحققین و بقیة السلف الصالحین السید نذیر حسین سلمه الله القوی المتین.

وفات

حضرت میاں صاحب نے ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء دہلی میں انتقال کیا اور شیدی پورہ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

☆☆☆

(۲)

حافظ محمدؒ لکھویؒ

الفاضل الكامل العارف الواخل جامع المعقول و المنقول اسوة الانبياء زبدة الفقهاء المولوى محمدؒ خلف الصدق المولوى بارك الله لكهوى.

سید محمد نذیر حسین دہلوی

و العالم الكامل الصالح بن الصالح محمد بن بارك الله الكهوى الفنجابى.

شمس الحق عظیم آبادی

العالم الكامل صاحب السليقة المتقى الحافظ محمد الكهوى الفنجابى.

احمد علی سہارن پوری

حافظ محمد لکھوی

۱۲۲۱ھ............۱۳۱۱ھ

۱۸۰۶ء............۱۸۹۳ء

حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔ ۱۲۲۱ھ/ ۱۸۰۶ء میں موضع لکھو کے ضلع فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حافظ بارک اللہ تھا جن کا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا اور تقویٰ و پرہیز گاری میں بہت مشہور تھے۔ بہت کم سخن اور درویش صفت انسان تھے۔ ان کا زیادہ وقت ذکر و اذکار میں گزرتا اور اس کے ساتھ ان میں ایک صفت یہ بھی تھی کہ اہل اقتدار اور رؤسا کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان سے اظہار نفرت فرماتے تھے۔ ان کی ساری زندگی دعوت و تبلیغ اور وعظ و ارشاد میں گزری۔ ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء میں رحلت فرمائی۔

حافظ محمد بن بارک اللہ نے تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم سے حفظ قرآن مجید سے کیا اور اس کے بعد فارسی اور دوسرے علوم یعنی صرف، نحو، فقہ، معانی تجوید و قرأت وغیرہ کی تعلیم بھی اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ بعد ازاں حافظ محمد لدھیانہ تشریف لے گئے اور لدھیانہ میں بھی آپ نے مختلف اساتذہ سے استفادہ کیا۔

لدھیانہ سے واپس اپنے گاؤں تشریف لائے اور کچھ دن قیام کے بعد مدینۃ العلم دہلی کا رخ کیا اور حضرت شیخ الکل سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سفر میں آپ کے ساتھ مولانا سید محمد عبداللہ غزنوی اور مولانا غلام رسول قلعوی بھی تھے۔

مولانا محی الدین احمد قصوری مرحوم اپنے ایک مضمون میں ''اصحاب ثلاثہ'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے، یہاں پہنچتے ہی ان کے روابط مولانا غلام رسول صاحب قلعوی

اور مولانا حافظ محمد لکھوی کے ساتھ بہت بڑھ گئے اور تینوں بزرگوں (سید عبداللہ غزنوی، غلام رسول قلعوی اور حافظ محمد لکھوی) نے فیصلہ کیا کہ حدیث کی تعلیم حضرت میاں سید نذیر حسینؒ سے لی جائے چنانچہ تینوں نے لکھ کر حضرت میاں صاحبؒ سے اجازت مانگی اور اجازت ملنے پر دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔''

دہلی سے فراغت تعلیم کے بعد واپس لکھو کے آ کر ایک دینی درسگاہ بنام ''مدرسہ محمدیہ'' کی بنیاد رکھی اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ ساری زندگی درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور وعظ و ارشاد فرماتے رہے۔

تلامذہ

حضرت حافظ محمد لکھوی کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی (صاحبزادہ)

مولانا عبدالقادر لکھوی (بھتیجا)

مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی

مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی

مولانا رحیم بخش لاہوری

حافظ محمد لکھوی کی قوت حافظہ بہت زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس نعمت سے خصوصی نوازا تھا جو کتاب ایک دفعہ پڑھ لی، سینہ میں محفوظ ہو گئی۔ علم و فضل تقویٰ و طہارت، زہد و ورع، حفظ و ضبط، عدالت و ثقاہت اور امانت و دیانت میں بہت اعلیٰ و ارفع تھے۔ ساری زندگی سادہ پن میں گزری، علماء کی تصنع و تکلف سے بالکل متنفر تھے۔ آخر عمر تک نماز باجماعت ادا کرتے رہے اور قیام اللیل کو بھی کبھی ترک نہ کیا۔

علمائے کرام نے ان کے تجر علمی اور صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا شمس الحق عظیم آبادی غایۃ المقصود شرح ابی داؤد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

و العالم الکامل الصالح بن الصالح محمد بن بارک اللہ الکھوی الفنجابی.

حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی پنجابی عالم، کامل اور صالح تھے اور صالح باپ کے

بیٹے تھے۔

حافظ محمد لکھوی نے درس و تدریس میں جو خدمات انجام دیں، اس کا اعتراف اہل علم و قلم نے کیا ہے۔ مدرسہ محمدیہ لکھوکے کو پنجاب کے دینی مدارس میں ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔

تصانیف

حضرت حافظ محمد لکھوی درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور دعوت و ارشاد کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی غافل نہیں رہے۔ آپ کی تصانیف عربی، اردو، فارسی اور پنجابی چاروں زبانوں میں ہیں۔ تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔	نصاب الفقہ	(انواع بارک اللہ) (پنجابی نظم)
۲۔	شیر طریقت	(پنجابی نظم)
۳۔	حواشی انواع عبداللہ لاہوری	(فارسی)
۴۔	حواشی و تعلیقات سنن ابی داؤد	(عربی)
۵۔	التعلیقات علی مشکوٰۃ المصابیح	(عربی)
۶۔	سیف السنۃ	(پنجابی نظم)
۷۔	احوال الآخرت	(پنجابی نظم)
۸۔	حصن الایمان	(پنجابی نظم)
۹۔	زینت الاسلام	(پنجابی نظم)
۱۰۔	قصہ شیخ قصوری	(پنجابی نظم)
۱۱۔	عقائد محمدی	(پنجابی نظم)
۱۲۔	تفسیر محمدی	(پنجابی نظم)
۱۳۔	محامد الاسلام	(دین محمدی) (پنجابی نظم)
۱۴۔	رد نیچری	(پنجابی نظم)
۱۵۔	فرقہ اسماعیلیہ	(اردو)
۱۶۔	وصیت نامہ	(پنجابی نظم)

۱۷۔ کھیتی (پنجابی نظم)
۱۸۔ عجالہ ضاویہ (عربی)
۱۹۔ فضائل ابوحنیفہؒ (اردو)
۲۰۔ سبیل الرشاد (فارسی)
۲۱۔ ابواب الصرف (فارسی)
۲۲۔ قوانین الصرف (فارسی)
۲۳۔ علم الصرف (فارسی)
۲۴۔ علم النحو (فارسی)
۲۵۔ علم المعانی (فارسی)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی کی (۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

حواشی سنن ابی داؤد

سنن ابی داؤد صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے۔ حافظ صاحب نے اس کے حواشی اور تعلیقات عربی زبان میں لکھے۔

یہ حواشی حافظ محمد لکھوی کے حدیث میں علمی تبحر اور ژرف نگاہی کا ثبوت ہیں۔

یہ حواشی پہلی بار ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۷ء میں مطبع قادری دہلی سے شائع ہوئے۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی نے عون المعبود شرح لکھتے وقت سنن ابی داؤد کے ۱۶ نسخے جمع کئے تھے۔ ان نسخوں میں یہ نسخہ بھی شامل تھا۔ (عون المعبود ج ۴ ص ۵۵۳)

التعلیقات علی مشکوٰۃ المصابیح

مشکوٰۃ المصابیح حدیث کی مشہور کتاب ہے اور مدارس عربیہ کے نصاب میں داخل ہے۔ اس کتاب کو بہت زیادہ مقبولیت اور شہرت حاصل ہے۔ آج تک اس کتاب کے بے شمار حواشی،

تعلیقات، شرحیں اور مختلف زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

حافظ محمد علیہ الرحمتہ نے عربی زبان میں اس کے حواشی لکھے اور ۱۲۷۲ھ/ ۱۸۵۶ء میں یہ کتاب شائع ہوئی اور یہ نسخہ محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اب نایاب ہے۔

حصن الایمان

"تقویۃ الایمان" مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی مشہور کتاب ہے اور توحید کے مختلف عنوانات پر مشتمل ہے۔ حافظ صاحب نے اس کا ترجمہ پنجابی نظم میں کیا ہے اور اس کے حواشی فارسی میں قلم بند کیے ہیں۔

۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔

سبیل الرشاد

شیخ محمد اسماعیل یمنی صاحب سبل السلام شرح بلوغ المرام نے توحید الٰہی کے موضوع پر ایک کتاب بنام "تطہیر الاعتقاد عن اوران الالحاذ" (عربی) لکھی۔ حافظ محمد صاحب نے اس کا ترجمہ فارسی نثر میں کیا ہے اور حواشی بھی لکھے ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں شائع ہوئی۔

تفسیر محمدی

یہ حافظ محمد لکھوی کی مشہور تفسیر پنجابی نظم میں ہے۔ اس کا تاریخی نام "موضح فرقان" ہے۔ ترجمہ فارسی زبان شاہ ولی اللہ دہلوی کا "فتح الرحمان" درج کیا ہے اور دوسرا ترجمہ پنجابی زبان میں ہے اور تفسیر پنجابی نظم میں کی ہے اور یہ تفسیر معالم التزیل از امام بغوی کا ترجمہ ہے۔

اس تفسیر کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ پنجاب کے مسلمان خصوصاً مستورات کو بہت فائدہ حاصل ہوا۔

یہ تفسیر حافظ صاحب نے ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں شروع کی اور ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء میں مکمل

ہوئی اور یہ تفسیر سات جلدوں میں ہے۔

مولانا غلام رسول مہر مرحوم اپنی کتاب سرگزشت مجاہدین میں لکھتے ہیں۔

> پنجاب کے مشہور عالم و مفسر حافظ محمد لکھوی بطور مصنف مشہور ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے تفسیر محمدی تو پنجاب کے لاکھوں مسلمانوں نے پڑھی اور سنی ہوگی۔

وفات

حافظ محمد لکھوی نے ۹۰ سال کی عمر میں ۱۳ صفر ۱۳۱۱ھ/ ۲۷ اگست ۱۸۹۳ء کو رحلت فرمائی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ محمد صاحب نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس، وعظ و تبلیغ اور دعوت و ارشاد میں بسر کر دی۔ ان کی ان خدمات کا اعتراف آپکے استاد محترم شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی نے بھی کیا ہفت روزہ الاعتصام لاہور کی اشاعت ۱۲ اپریل ۱۹۷۴ء میں یہ واقعہ درج ہے کہ

> ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کی بینائی کمزور ہو گئی تھی۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے استاد محترم کی خدمت میں عرض کیا۔ شیخ مجھے پہچانا ہے۔ اس پر محدث دہلوی نے فرمایا۔ میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم عبدالمنان وزیر آبادی ہو۔ تم نے اور عبدالجبار غزنوی اور حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی نے پنجاب میں تبلیغ توحید و سنت کر کے میرے دل کو ٹھنڈک پہنچائی ہے۔
>
> عبدالجبار آیا تھا اور میری قمیض لے گیا ہے اور تم میری یہ پگڑی لے جاؤ۔

حافظ عبدالمنان مرحوم نے میاں صاحب کی پگڑی اپنے پاس سنبھال کر رکھی اور اس پگڑی کے بارے میں وصیت فرمائی تھی کہ اس کو میرے کفن میں استعمال کیا جائے۔ چنانچہ یہ پگڑی حافظ عبدالمنان کے کفن میں استعمال کی گئی۔

☆ ☆ ☆

(۳)

حافظ ابراہیم آرویؒ

مولوی ابراہیم نہایت خوشگوار اور پردرد واعظ تھے۔ وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو رلاتے۔

سید سلیمان ندویؒ

حافظ ابراہیم آرویؒ

۱۲۶۴ھ............۱۳۱۹ھ

۱۸۴۸ء............۱۹۰۲ء

مولانا حافظ ابو محمدؒ ابراہیم بن عبدالعلی بن رحیم بخش آروی علمائے فحول میں سے تھے۔ قوت تحریر وفصاحت تقریر میں یگانہ تھے۔ ان کا شمار برصغیر کے مشہور واعظین میں ہوتا تھا اور ان کے وعظ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلم آپ کی دعوت وتبلیغ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

آپ ۱۲۶۴ھ مطابق ۱۸۴۸ء آرہ ضلع مدراس میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جن اساتذہ سے حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا حکیم ناصر علی مرحوم

قاضی مولوی محمد کریم مرحوم

مولوی نورالحسن آروی مرحوم

مولانا الٰہی بخش بہاری مرحوم

ان اساتذہ کرام سے استفادہ کے بعد علی گڑھ اور دیوبند کا سفر کیا اور ان دو مقامات پر جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ

مولانا سعادت حسین بہاریؒ

مولانا شیخ یعقوب بن مملوک علیؒ

ان حضرات سے تحصیل علم کے بعد حافظ ابراہیم آروی حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور سفر حج میں مکہ معظمہ میں جن اساتذہ کرام سے علوم اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی، ان

کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالجبار مہاجر مکی

مولانا محمد انصاری مہاجر مکی

شیخ سید احمد دحلان

شیخ سید احمد دھان مفتی حنابلہ

مکہ معظمہ میں مناسک حج سے فراغت کے بعد حافظ ابراہیم مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت شیخ عبدالغنی مجددی بن شیخ ابوسعید مجددی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

حج بیت اللہ سے فراغت کے بعد حافظ صاحب واپس ہندوستان تشریف لائے اور ہندوستان کے جن علمائے کرام سے آپ نے حدیث کی تحصیل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا قاضی شیخ محمد مچھلی شہریؒ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ

شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ

ان جلیل القدر اساتذہ حدیث سے استفادہ کے بعد حافظ صاحب عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی کی خدمت میں امرتسر حاضر ہوئے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں۔

وسافر الی امرتسر و صحب الشیخ الکبیر عبداللہ محمد اعظم الغزنوی و استفاض منه.

آپ نے امرتسر کا سفر کیا اور شیخ کبیر مولانا عبداللہ محمد اعظم غزنوی کی صحبت اختیار کی اور اکتساب فیض کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد آرہ میں ایک دینی مدرسہ بنام "مدرسہ احمدیہ" قائم کیا۔ یہ مدرسہ کئی لحاظ سے اپنے دور میں منفرد تھا۔ اس میں دینی تعلیم کے علاوہ انگریزی تعلیم اور جہاد کی ابتدائی تیاریوں کی طرف بھی توجہ دی جاتی تھی اور یہ مدرسہ اپنے دور میں اہلحدیث بہار کی یونیورسٹی تھی اور اس مدرسہ میں تمام ہندوستان کے طلبہ حصول تعلیم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی (۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

> مولانا ابراہیم آروی نے سب سے پہلے عربی تعلیم اور عربی مدارس میں اصلاح کا خیال قائم کیا اور مدرسہ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔

مدرسہ احمدیہ آرہ میں جن اساتذہ کرام نے وقتاً فوقتاً تدریسی خدمات انجام دیں، ان کے نام یہ ہیں۔

حافظ ابراہیم آرویؒ
مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ
مولانا محمد سعید بنارسی
مولانا محمد اسحاق فخر غازی پوری
مولانا عبدالعزیز روانوی
مولانا عبدالقادر مئوی
مولانا سید نذیر الدین احمد بنارسی

حضرت شیخ الکل میاں صاحب کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے دعوت و تبلیغ کے ذریعہ دین اسلام کی نشر و اشاعت، توحید و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں نمایاں خدمات انجام دیں، ان میں حافظ ابراہیم آروی سرفہرست ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی حیات شبلی میں لکھتے ہیں کہ

> مولوی سید نذیر حسین کے شاگردوں میں مولوی ابراہیم صاحب آروی خاص حیثیت رکھتے تھے۔ وہ نہایت خوشگوار اور پردرد واعظ تھے۔ وعظ کہتے تو خود روتے اور دوسروں کو رلاتے۔

حافظ صاحب صوفی، واعظ، مدرس، مجاہد، ماہر تعلیم اور جید عالم تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر کامل عبور حاصل تھا اور اس کے ساتھ علم اعراب، علم صرف و نحو اور فارسی و عربی ادب میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔

تصانیف

حافظ ابراہیم آروی ایک اچھے مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ تفسیر خلیلی (۴ جلد)
۲۔ طریق النجاۃ فی ترجمۃ الصحاح من المشکوٰۃ
۳۔ فقہ محمدی (ترجمہ الدرر البہیہ شوکانی)
۴۔ القول المزید فی احکام التقلید
۵۔ سلاستہ الصرف
۶۔ سلاستہ النحو
۷۔ تہذیب التصریف
۸۔ تلقین التشریف بعلم التصریف
۹۔ ارشاد الطلاب الی علم الاعراب
۱۰۔ ارشاد الطلب الی علم الادب
۱۱۔ سلیقہ (ترجمہ الادب المفرد للبخاری)
۱۲۔ ارکان اسلام
۱۳۔ مسئلہ قدر
۱۴۔ تسہیل للتعلیم
۱۵۔ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۱۶۔ القول المیسور
۱۷۔ اتفاق
۱۸۔ صلاح وتقویٰ
۱۹۔ خیر الوظائف
۲۰۔ الدر الفرید

۲۱۔ غنچہ مراد

۲۲۔ سلیمان و بلقیس

۲۳۔ فارسی کی پہلی کتاب

۲۴۔ ترجمہ تفسیر ابن کثیر

۲۵۔ بادشاہ مجازی و حقیقی

۲۶۔ یتامیٰ

۲۷۔ خطبہ صدارت (۲۴ شعبان ۱۳۱۳ھ) آرہ کانفرنس

۲۸۔ الکتاب الاول والثانی فی اللغۃ الفارسیہ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا حافظ ابراہیم آروی کی ۴ مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

ا۔ تفسیر خلیلی

یہ کتاب ۴ جلدوں میں ہے۔ اس میں پارہ ۱، ۲، ۲۹ اور ۳۰ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر ہے۔

یہ کتاب ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔

۲۔ طریق النجاۃ فی ترجمۃ الصحاح من المشکوٰۃ

یہ کتاب ۴ جلدوں میں ہے اور اس میں مشکوٰۃ المصابیح کی ان حدیثوں کی تشریح کی گئی ہے جن کی امام بخاری اور امام مسلم نے تخریج کی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی۔

۳۔ بادشاہ مجازی و حقیقی

اس کتاب میں دینی اور دنیاوی بادشاہوں کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد قانون الٰہی کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء میں شائع

ہوئی۔

۴۔ خطبہ صدارت

یہ آپ کا خطبہ صدارت ہے جو آپ نے سالانہ اہلحدیث کانفرنس منعقدہ آرہ (مدراس) ۲۴ شعبان ۱۳۱۳ھ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ نے بدلائل واضح کیا کہ انسان کو انسان بنانے کے لئے صرف تعلیم کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تربیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

یہ خطبہ ۱۳۱۳ھ میں آرہ سے شائع ہوا۔

وفات

۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں حافظ ابراہیم آروی بخیال ہجرت آرہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ تیسری بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد طائف تشریف لے گئے۔ طائف میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور مدینہ میں آپ کا قیام تقریباً ایک سال رہا۔ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۲ء چوتھے حج کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ یہاں آپ نے ۶ ذی الحج ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۰۲ء انتقال کیا اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

☆☆☆

(۴)

محمد سعید بنارسیؒ

بہت بڑے مدرس، مناظر اور مصنف۔ تقلید سے نفرت۔ سنت سے محبت۔ عزم و استقلال کے پیکر اور حق گوئی و بیباکی میں بے مثال۔

محمد سعید بنارسی

۱۲۵۶ھ..........۱۸ رمضان ۱۳۲۲ھ

۱۸۴۰ء..........۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء

مولانا محمد سعید محدث بنارسی کا شمار جلیل القدر علمائے کرام میں ہوتا ہے اور یہ علمائے کرام کے اس زمرہ میں شامل ہیں جنہوں نے دین اسلام کی نشر و اشاعت، توحید و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں نمایاں کردار ادا کیا۔

بنارس ہندوؤں کا متبرک شہر ہے اور ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے اور جو مسلمان اس شہر میں بستے تھے، ان میں اکثریت شرک و بدعت میں مبتلا تھی۔ جب آپ نے شرک و بدعت کی تردید شروع کی اور مسلمانوں کو توحید و سنت کی دعوت دینا شروع کی تو اہل بدعت نے آپ پر طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع کیا مگر آپ نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی اور ان کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ علمائے بدعت سے مناظرے کئے اور ان کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔

شرک و بدعت کی تردید کے ساتھ ساتھ مسلک حق کی اشاعت میں بھی مولانا محمد سعید بنارسی کی خدماتِ جلیلہ قدر کے قابل ہیں۔ اس وقت بنارس اور اس کے مضافات میں جو اہلحدیث آباد ہیں، وہ تقریباً سب آپ کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

مولانا محمد سعید کا تعلق ایک سکھ گھرانے سے تھا۔ آپ کا مولد و مسکن کنجاہ ضلع گجرات (مغربی پنجاب) ہے۔ ۱۲۵۶ھ/ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ اسم سابق مول سنگھ تھا۔ والد کا نام سردار کھڑک سنگھ تھا جو گوجرانوالہ میں پوسٹ ماسٹر تھے۔ کسی کام سے لاہور گئے تو مولانا شیخ عبیداللہ (نومسلم) ''صاحب تحفۃ الہند'' سے ملاقات ہوگئی تو اسلام قبول کرلیا اور ''محمد سعید'' نام تجویز ہوا۔

آپ کے والد سردار کھڑک سنگھ کو جب اس کی اطلاع ملی کہ میرے بیٹے نے اسلام قبول کرلیا ہے تو انہوں نے آپ کو "ہردوار" بھیج دیا اور حلقہ زنجیر میں کس دیا لیکن آپ کسی طرح وہاں سے بھاگ آئے اور دوبارہ ربقہ اسلام گلے میں ڈال لیا۔ اس کے بعد آپ کے والد آپ کے راستہ میں حائل نہ ہوئے۔

مولانا محمد سعید نے تعلیم کا آغاز مدرسہ دیوبند سے کیا اور متعدد علمائے دیوبند سے صرف و نحو، منطق و فلسفہ اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے حدیث کی تحصیل کی جس سے حنفیت سے رخ پھر گیا اور آپ مدرسہ دیوبند کو خیر باد کہہ کر دہلی تشریف لے گئے۔ دہلی میں اس وقت حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی کا فیضان جاری تھا۔ آپ نے حضرت میاں صاحب سے تفسیر و حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ انہی دنوں آپ کے والد سردار کھڑک سنگھ کو معلوم ہوا کہ میرا بیٹا اس وقت دہلی میں زیر تعلیم ہے تو اس نے حضرت میاں صاحب کو ایک خط لکھا کہ

> میں نے اپنے بیٹے کو ناز و نعمت سے پالا ہے۔ اس کو نظر عنایت سے رکھئے گا۔

حضرت میاں صاحب اس خط کو پڑھ کر آبدیدہ ہو گئے۔

مولانا محمد سعید نے حضرت میاں صاحب کے علاوہ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا تلطف حسین بہاری (مقیم دہلی) سے فقہ واصول فقہ میں اکتساب فیض کیا۔

مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی لکھتے ہیں۔

فسافر الی دیوبند و قرأ النحو العربیته و الفقه و شیئاً من المنطق و الحکمته علی اساتذه المدرسه العربیه. ثم سافر الی دهلی و اخذ الحدیث عن السید المحدث نذیر حسین الحسینی الدهلوی ثم لازم الشیخ عبدالله الغازیپوری و قرء علیه ما بقی له من الکتب الدرسیته.

> آپ دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے نحو، فقہ اور منطق و حکمت کی کتابیں علمائے دیوبند سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ نے دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بقیہ

کتب درسیہ پڑھیں۔

فراغت تعلیم کے بعد مولانا محمد سعید حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مکہ معظمہ میں شیخ عباس بن عبدالرحمان تلمیذ امام شوکانیؒ سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں۔

> وسافر الی الحجاز فحج وزار واسند الحدیث شیخ عباس بن عبدالرحمان۔
>
> حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں شیخ عباس بن عبدالرحمان سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

حج سے واپسی کے بعد مولانا حافظ ابراہیم آروی کے مدرسہ احمدیہ میں تدریس پر مامور ہوئے اور کچھ عرصہ بعد اپنے استاد مولانا حافظ عبداللہ محدث دہلوی غازی پوری کی تحریک پر بنارس کو اپنا مسکن بنایا اور یہ واقعہ ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء کا ہے۔

بنارس میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بنام "مدرسہ سعیدیہ" قائم کیا اور درس و تدریس پر مامور ہوئے اور اس کے ساتھ ایک پریس سعید المطابع کے نام سے قائم کیا۔ اس مطبع نے توحید و سنت کی نصرت میں لاکھوں ورق شائع کئے۔

تصانیف

مولانا محمد سعید بنارسی ایک جلیل القدر مدرس و مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر (۳۸) کتابیں تصنیف کیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ کشف الغطاء عن ازالۃ الخفاء
۲۔ طریق النجاہ لاہل الصلاح فی جواب طریق الفلاح
۳۔ کسر العریٰ باقامۃ الجمعہ فی القریٰ
۴۔ البرہان الجلی فی رد الدلیل القوی
۵۔ الجبر بالقامین بالرد علی القوی المتین

۶۔ الرد لرد الرد مع اہدا العرہ لمولف القرہ

۷۔ رد الترویدالی اہل التقلید مع قرۃ العین ہر دماوق فی ضیاء العین

۸۔ اکرام علی البیان

۹۔ ہدایۃ القلوب القاسیہ فی رد گلزار آسیہ

۱۰۔ الشبع والری لرد علی عبد الحی

۱۱۔ رفع بہتان العظیم من حدیث الرسول الکریم

۱۲۔ توفیق حق السدید جواب علی رسالہ التحقیق المزید

۱۳۔ کیفیت مناظرہ مرشد آباد

۱۴۔ اعلام اہل الانصاف عما صعود من مولف تحفۃ الاحناف

۱۵۔ صہائۃ المعتقدین من تلبیسات نصرۃ المجتہدین

۱۶۔ اقبال الحی علی رد عبد الحی

۱۷۔ السعی المقبول برد اجابۃ المسئول

۱۸۔ سیف الابرار علی راس الاشرار فی جواب فتح الاخبار

۱۹۔ ترجمہ تحریر مولانا مبارک حسین مصنف بنارس

۲۰۔ السکین لقطع حبل المتین

۲۱۔ تعلیم المبتدی فی تحقیق القراءۃ للمقتدی (جلد اول)

۲۲۔ تعلیم المبتدی فی تحقیق القراءۃ للمقتدی (جلد دوم)

۲۳۔ سیف الموحدین علی عنق رد السکین

۲۴۔ فرحۃ الاخیار بجواب الاشتہار

۲۵۔ کشف المستور عن کیفیت مرزاپور

۲۶۔ ازالہ الشین من جلاء العین

۲۷۔ ثبوت تحریری مقدمہ اٹاوہ

۲۸۔ فتاویٰ سعیدیہ

۲۹۔ خلاصہ المعتقد والمنتقد

۳۰۔ عمارۃ المساجد بہدم اساس جامع الشواہد

۳۱۔ الفوائد التحقیقہ من الدار التقریظیہ

۳۲۔ رد الجواب علی وجہ المرتاب

۳۳۔ کیفیت مناظرہ جونا گڑھ

۳۴۔ جواب الجواب سوالات خمسہ

۳۵۔ ہدایۃ المرتاب بردمانی کشف الحجاب

۳۶۔ کشف الارتیاب عن اجوبۃ المرتاب

۳۷۔ توبہ نامہ

۳۸۔ کیفیت مقدمات مسجد بڑ تلے۔

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا محمد سعید بنارسی کی (۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

طریق النجاہ لاہل الاصلاح فی جواب طریق الفلاح

اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ ایک حنفی مصنف مولوی عبدالشکور ٹانڈوی نے دو رسالے بنام "طریق الفلاح" اور "تحفۃ الاحناف" لکھے جس میں یہ ثابت کیا کہ عیدین کی نماز کے لئے عورتوں کا عید گاہ جانا اور وہاں عید کی نماز ادا کرنا درست نہیں۔ مولانا بنارسی نے ان دونوں رسالوں کے جواب میں یہ کتاب لکھی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا کہ عورتوں کا عید کی نماز کے لئے عیدگاہ جانا جائز ہے۔ یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں شائع ہوئی۔

الجہر بالتامین بالرد علی القول المتین

یہ کتاب ایک حنفی مصنف مولوی وکیل محمد کی کتاب "القول المتین" کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی سعی کی کہ آمین آہستہ کہنا چاہیے۔ مولانا بنارسی نے صحیح احادیث سے ثابت کیا ہے کہ آمین بالجہر کہنا درست اور افضل ہے اور آمین آہستہ کہنے کا کوئی

ثبوت نہیں ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۲ھ میں شائع ہوئی[1]

ہدایۃ المرتاب برد مافی کشف الحجاب

اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ ایک حنفی عالم مولوی عبدالرحمان پانی پتی نے ''کشف الحجاب'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں مولانا سید نواب صدیق حسن خان اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی پر طعن و تشنیع کی گئی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اہلحدیث کو فرقہ رافضیہ میں شمار کیا گیا تھا۔ مولانا بناری مرحوم نے اس کتاب کا جواب ''ہدایۃ المرتاب'' سے دیا۔

یہ کتاب ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خان نے اس کتاب کو بہت پسند فرمایا اور مولانا بناری کا ۵۰/- روپے ماہوار وظیفہ تاحیات مقرر کر دیا۔

''ہدایۃ المرتاب'' کا جواب مولانا رشید احمد گنگوہی (مقلد) نے ''کشف الارتیاب'' کے نام سے دیا جو اخبار ''شحنہ ہند'' کی اشاعت یکم اکتوبر ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا۔ مولانا محمد سعید نے اس کا جواب ''اجوبۃ المرتاب'' کے نام سے دیا۔ اس جواب کے شائع ہونے کے بعد پانی پتی اور گنگوہی نے خاموشی اختیار کر لی۔

---

[1] مولوی ظہیر احسن شوق نیموی ایک غالی مقلد تھے۔ انہوں نے ''حبل المتین'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس انہوں نے آمین آہستہ کہنے پر اپنا سارا زور صرف کر دیا۔ مولانا محمد سعید نے اس کتاب کا جواب ''السکین لقطع حبل المتین'' کے نام سے دیا جو ۱۳۰۳ھ میں بنارس سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کا جواب نیموی صاحب ''رد السکین لقطع حبل المتین'' کے نام سے دیا۔ مولانا بناری مرحوم نے اس کا جواب ''سیف الموحدین علی عنق رد السکین'' کے نام سے لکھا اور ۱۳۱۲ھ میں اس کو شائع کیا۔ شوق نیموی صاحب نے سیف الموحدین کے جواب میں ''رد الرد النعرۃ فی رد القرۃ'' کتاب لکھی۔ مولانا بناری مرحوم نے اس کا جواب ''الرد الردمع ابدا القرۃ لمولف القرۃ'' سے دیا اور ۱۳۱۵ھ میں شائع کیا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد نیموی صاحب کو سانپ سونگھ گیا اور انہوں نے خاموشی اختیار کر لی اور انہیں جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس کا جواب لکھیں۔ (عراقی)

اقبال الحی علی رد عبدالحی

مولانا عبدالحی نے محی السنۃ نواب صدیق حسن خان مرحوم کی کتاب ''اتحاف النبلاء'' (جو فن تاریخ اور مشاہیر اسلام سے متعلق ہے) پر بعض اعتراضات کئے تھے۔ مولانا بنارسی نے ان اعتراضات کا جواب اپنی کتاب ''ہدایۃ المرتاب'' کے آخر میں دے دیا تھا۔ مولانا عبدالحی نے اس کا جواب ''خاتمہ ہدایہ المرتاب'' کے نام سے دیا۔ مولانا محمد سعید نے اس کے جواب الجواب میں یہ کتاب لکھی اور ۱۳۰۲ھ میں اس کو شائع کیا۔

ازالہ الشین عن جلاء العین

یہ کتاب مولوی ظہیر احسن شوق نیموی کی کتاب ''جلاء العین'' کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے احادیث رفع الیدین کو ضعیف اور غیر معتبر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔

مولانا بنارسی نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ احادیث رفع الیدین سب کی سب صحیح ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۱۴ھ میں بنارس سے شائع ہوئی۔

وفات

مولانا محمد سعید نے ۱۸ رمضان ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۰۴ء بنارس میں انتقال کیا۔

☆☆☆

(۵)

محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ

جماعت اہلحدیث کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ ان کے علم و تقویٰ پر سب کو ناز تھا۔ سہسوان کی زمین میں ان جیسا جید عالم دین، مفتی، مناظر اور عظیم انسان ان سے پہلے پیدا نہیں ہوا۔

(ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی)

محمد بشیر سہسوانی

۱۲۵۰ھ............۱۳۲۶ھ

۱۸۳۴ء............۱۹۰۸ء

سہوان کی زمین صدیوں سے علمائے کرام کی مہبط ہے۔ اس سرزمین سے بڑے بڑے نامور علمائے کرام پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے علم وفضل کے اعتبار سے شہرت ومقبولیت حاصل کی۔ مولانا سید امیر حسن سہسوانی جو علماء کے فحول میں سے تھے، علمائے فرنگی محلی اور مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی، اور شیخ عبدالحق محدث بناری سے مستفیض تھے اور حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے ابتدائی دور کے شاگرد تھے۔ ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں وفات پائی۔

مولانا سید امیر حسن کے صاحبزادہ مولانا سید امیر احمد سہسوانی کا شمار بھی نامور علماء میں ہوتا تھا۔ شمس العلماء کے خطاب سے ملقب تھے۔ عربی زبان میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء میں انتقال کیا۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی کی ذات تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ نامور عالم دین، محدث دوراں، مجتہد، فقیہہ، مناظر، متکلم، معلم، نقاد، مدرس، مفتی، خطیب، مقرر، مبصر، دانشور، ادیب اور مصنف تھے۔

۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں سہسوان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حکیم محمد بدرالدین تھا جو اپنے دور کے نامور طبیب حاذق تھے اور شاہان اودھ کے شاہی طبیب تھے اور انہوں نے ان کو ”خان“ کا خطاب عطا کیا تھا۔

حکیم محمد بدرالدین لکھنؤ میں سکونت رکھتے تھے۔ اس لئے مولانا محمد بشیر کی تعلیم کا آغاز لکھنؤ والد صاحب کے سایہ عاطفت میں ہوا۔ دس سال کے تھے کہ ان کے والد حکیم محمد بدر

الدین نے وفات پائی تو مولانا محمد بشیر اپنی والدہ کے ہمراہ سہوان آ گئے اور مولانا سید امیر حسن سہوانی سے علوم دینیہ میں تحصیل کی۔

مولانا سید امیر حسین سے تحصیل تعلیم کے بعد لکھنؤ چلے گئے اور علمائے فرنگی محل سے مستفیض ہوئے۔ مولانا ہدایت اللہ رام پوری سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں تحصیل کی اور حدیث کی سند حاصل کی۔

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے بھی حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

تکمیل کے بعد کچھ مدت سینٹ جانسن کالج آگرہ میں عربی و فارسی کے پروفیسر رہے۔ شام کو دولت کدہ پر طلباء کو قرآن و حدیث کا درس دیتے اور بے شمار طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔

محترم ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں نے ان کو بھوپال کے مدرسہ شاہ جہانیہ میں مدرس مقرر کیا اور بھوپال میں کافی عرصہ تدریس فرمائی۔

اس کے بعد دہلی کے کئی اہل حدیث مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔

مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی
مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی
مولانا محمد اسمٰعیل انصاری سہوانی
مولانا سید اقتدار احمد سہوانی

مولانا محمد بشیر سہوانی بڑے بلند مرتبہ مناظر تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔ حضرت شیخ الکل اس وقت پیرانہ سالی کی وجہ سے گوشہ نشین ہو چکے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے مولانا محمد بشیر سہوانی کو بھوپال سے بلوایا چنانچہ آپ کا مرزا قادیانی سے ''حیات مسیح'' پر تحریری مناظرہ ہوا۔ مرزا صاحب آپ کے دلائل کو توڑ نہ سکے اور آخر تنگ آ کر اپنے خسر کے استقبال کا بہانہ بنا کر دہلی اسٹیشن چلے گئے اور پھر

لوٹ کر دہلی میں قدم نہ رکھا اور مولانا محمد بشیر نے خسر کی مناسبت کے لحاظ سے ''خسر الدنیا و الاخرۃ ذلک ھو الخسران المبین '' آیت پڑھی۔ اس تماظر کی روئیداد کتابی شکل میں ''الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح'' کے نام سے کتابی شکل میں مطبع انصاری دہلی سے ۱۲۶ صفحات پر ۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء میں شائع ہوئی۔

مولانا محمد بشیر سہوانی تفسیر و حدیث میں یگانہ عہد تھے۔ آپ نے برسوں مسجد حوض والی دہلی میں درس قرآن دیا۔ آپ کے درس میں علمائے کرام بھی شامل ہوتے تھے۔ ڈاکٹر حافظ نذیر احمد خاں مترجم قرآن مجید اپنے تبحر کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے لیکن جب آپ کے درس قرآن میں شریک ہونا شروع کیا تو فرمایا کرتے۔

یہ ملانے مولوی محمد بشیر کے بیان کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس کی قدر مجھ سے پوچھو۔

میں ان سے قرآن پڑھ رہا ہوں۔

مولانا محمد بشیر سہوانی جماعت اہلحدیث کے ان ممتاز علماء میں سے تھے جن کے علم و تقویٰ پر سب کو ناز تھا۔ ان کی رحلت کے بعد سہوان کی زمین میں ان جیسا جید عالم دین پیدا نہیں ہوا۔

تصانیف

مولانا محمد بشیر سہوانی ایک بلند پایہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ نامور مصنف بھی تھے۔

ان کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ البرہان العجاب فی فریضۃ ام الکتاب
۲۔ ایام النحر
۳۔ القول المحود فی رد جواز السود
۴۔ رسالہ فی اثبات البیعہ المرجبہ
۵۔ صیانۃ الایمان عن وسوتہ الشیخ دحلان (عربی)
۶۔ رسالہ مختصر القول المحکم فی زیارہ القبر الحبیب المکرم
۷۔ رسالہ القول المنصور

۸۔ اتمام الحجۃ علی من اوجب الزیارۃ کالحجۃ المعروف بہ السعی المشکور

۹۔ الحق الصریح فی حیات المسیح

۱۰۔ اعلام الاحبار والاعلام ان الدین عند اللہ الاسلام

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا محمد بشیر سہسوانی کی (۴) مشہور تصانیف کا تعارف پیش خدمت ہے۔

البرہان العجاب فریضۃ ام الکتاب

مولانا محمد بشیر سہسوانی جس زمانے میں مسجد حوض والی دہلی میں درس قرآن ارشاد فرمایا کرتے تھے، تو ایک درس میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام پر تقریر شروع کی اور آپ کی یہ تقریر ایک ماہ جاری رہی۔ اس تقریر کو ایک شخص نے قلمبند کرنا شروع کیا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے تلمذ رشید مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی نے اس پر نظر ثانی فرما کر ''البرہان العجاب فی فریضۃ ام الکتاب'' کے نام سے ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں شائع کیا۔

القول المحمود فی رد جواز السود

اس رسالہ میں سود کی حرمت بیان کی ہے اور ڈاکٹر حافظ نذیر احمد خاں دہلوی کی کتاب ''الحقوق الفرائض'' کے ایک باب کا رد ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔

صیانۃ الایمان عن وسوسۃ الشیخ دحلان

یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی فضیلت اور زیارت قبور کی فضیلت و مقصد بیان کرتے ہوئے آپ کی وفات، اولیاء و انبیاء سے حاجت روائی و توسل وغیرہ کو شرک بتایا گیا اور اس کے ساتھ اس کتاب میں امام محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد کو صحیح بتایا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد علمائے نجد نے اس کو کئی

بار چھپوایا ہے۔

الحق الصریح فی اثبات حیاۃ المسیح

مولانا محمد بشیر سہسوانی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مابین دہلی میں ''حیات مسیح'' کے عنوان سے تحریری مناظرہ ہوا تھا۔ یہ کتاب اس مناظرہ کی روئداد ہے۔

مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء سے ۱۲۶ صفحات پر شائع ہوا۔

راقم نے یہ کتاب مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کے کتب خانہ میں دیکھی تھی اور راقم نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا۔ (مولانا سوہدروی کے پوتے حکیم محمد ادریس فاروقی نے حافظ احمد شاکر صاحب مدیر الاعتصام لاہور کو اپنا آبائی کتب خانہ مبلغ ۲۵ ہزار میں فروخت کر دیا ہے جس میں یہ نایاب کتاب سوہدرہ سے لاہور پہنچ گئی ہے۔)

وفات

زمانہ قیام دہلی میں بیمار ہوئے۔ ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۹ جون ۱۹۰۸ء وفات پائی اور حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی کے پہلو میں شیدی پورہ کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆

(۶)

شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ

فكان حليما متواضعا كريما عفيفا صاحب صلاح وطريقة ظاهرة محبا لاهل العلم۔

وہ بڑے حلیم، متواضع، شریف، پاک دامن، نیک اور عمدہ طور طریقہ کے مالک اور اہل علم سے محبت کرنے والے تھے۔

(حکیم سید عبدالحی الحسنی)

شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادیؒ

۱۲۷۲ھ............۱۳۲۹ھ

۱۸۵۷ء............۱۹۱۱ء

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے جن علمائے کرام نے خدمت حدیث اور کتابیں جمع کرنے میں اور اس کے ساتھ کتب حدیث چھپوانے میں سب سے زیادہ حصہ لیا، ان میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی سرفہرست ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے مطابق مولانا شمس الحق کی زندگی اور دولت کا مقصد کتب حدیث کی اشاعت اور جمع تھا اور ان کی پوری زندگی خدمت حدیث میں گزری۔

آپ ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۷۲ھ مطابق جولائی ۱۸۵۷ء رمنہ میں پیدا ہوئے۔ ۵ سال کے تھے کہ اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے ننھیال ڈیانواں چلے آئے اور گیارہ سال کے ہوئے تو ان کے والد امیر علی نے اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

ڈیانواں میں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ابتداء میں آپ نے جن اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی

مولوی سید راحت حسین بھتوی

مولوی عبدالحکیم شیخ پوری

ان علمائے کرام سے آپ نے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔

عربی کی تعلیم جن اساتذہ سے حاصل کی، وہ یہ تھے۔

مولانا لطف علی بہاری اور مولوی نور احمد ڈیانوی۔

۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں مولانا شمس الحق لکھنؤ تشریف لے گئے اور لکھنؤ میں آپ نے

مولانا فضل اللہ لکھنوی سے استفادہ کیا۔ لکھنؤ میں آپ کا قیام تقریباً ایک سال رہا۔

۲۶ محرم ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں آپ لکھنؤ سے مراد آباد تشریف لے گئے اور مولانا بشیر الدین قنوجی کی خدمت میں ایک سال سے زیادہ رہ کر اکتساب فیض کیا۔

ربیع الاول ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء مراد آباد سے واپس اپنے وطن ڈیانواں آ گئے اور تقریباً ایک ماہ قیام کے بعد ۲ جماذی الاول ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں دوبارہ مولانا بشیر الدین قنوجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مزید استفادہ کیا۔

محرم ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں آپ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سال محرم ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء تک ان کی خدمت میں رہ کر تفسیر و حدیث اور فقہ میں استفادہ کیا۔

اس کے بعد واپس وطن آئے اور درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا اور ۶ سال تک آپ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء میں مولانا شمس الحق دوبارہ دہلی میں حضرت شیخ الکل کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سال حضرت شیخ الکل کی خدمت میں رہ کر حدیث کی سند حاصل کی اور ۱۳۰۳ھ/ ۱۸۸۶ء میں آپ واپس وطن ڈیانواں تشریف لے گئے۔

دہلی کے دوسرے سفر ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء کے دوران علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی کی خدمت میں بھوپال تشریف لے گئے اور صحاح ستہ کے اطراف پڑھ کر ان سے بھی حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ان کو اپنے زمانے کے دو عظیم محدثین سے استفادہ کا موقع ملا۔ یہ اسی کا فیض ہے کہ ان کی پوری زندگی خدمت حدیث میں بسر ہوئی۔

رجب ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۴ء میں مولانا شمس الحق حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔

حرمین شریفین میں آپ نے جن اہل کمال سے استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ علامہ خیر الدین ابوالبرکات نعمان بن محمود بغدادی
۲۔ شیخ احمد بن ابراہیم بن عیسیٰ نجدی
۳۔ شیخ احمد بن احمد بن علی المغربی

۴۔ شیخ قاضی عبدالعزیز بن صالح بن مرشد
۵۔ شیخ عبدالرحمان بن عبداللہ السراج
۶۔ شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ الشافعی
۷۔ شیخ ابراہیم بن احمد بن سلیمان المغربی
۸۔ شیخ محمد فالح بن محمد بن عبداللہ الظاہری

ان علمائے کرام سے ۶ ماہ تک استفادہ کرنے کے بعد مولانا شمس الحق محرم ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء واپس وطن تشریف لے آئے۔

درس و تدریس کا سلسلہ آپ نے ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء میں شروع کیا تھا لیکن ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۶ء میں حضرت شیخ الکل میاں صاحب کی کشش اور محبت دوبارہ ان کو دہلی کھینچ لائی جس کی وجہ سے درس و تدریس کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اب حج بیت اللہ سے واپسی کے بعد آپ نے باقاعدہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور آپ مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے۔ ان کے حلقۂ درس میں ملک کے گوشے گوشے سے لوگ آ کر مستفید ہوتے تھے۔ عرب اور ایران سے بھی طلباء آ کر آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ تمام طلباء کے قیام و طعام اور کتابوں کی فراہمی اور ضروری اخراجات کا سامان خود مہیا کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ ان میں چند مشہور نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی
۲۔ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی
۳۔ مولانا عبدالحمید سوہدروی
۴۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی
۵۔ مولانا فضل اللہ مدراسی
۶۔ مولانا شرف الحق محمد اشرف ڈیانوی
۷۔ مولوی ابوعبداللہ محمد زبیر ڈیانوی
۸۔ مولوی حکیم محمد ادریس ڈیانوی
۹۔ مولوی حافظ محمد ایوب ڈیانوی

۱۰۔ مولوی عبدالجبار ڈیانوی

۱۱۔ شیخ صالح بن عثمان نجدی

۱۲۔ شیخ عبدالحفیظ الفاسی

۱۳۔ شیخ اسماعیل خطیب ازہری

درس وتدریس کے علاوہ مولانا عظیم آبادی افتاء کا کام بھی انجام دیتے تھے۔ جب آپ دہلی میں حضرت شیخ الکل کی خدمت میں بسلسلہ تحصیل حدیث مقیم تھے تو اس وقت بھی آپ فتوئی لکھتے تھے۔ ڈیانواں میں آپ کے پاس بکثرت فتاوئی آتے تھے جن کا جواب آپ تفصیل سے دیتے تھے اور آپ بکثرت فتاوئی عربی، فارسی اور اردو میں تحریر فرماتے تھے۔

درس وتدریس کے ساتھ ساتھ وعظ وتذکیر کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ان کے وعظ سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچا اور بے شمار لوگوں نے جاہلانہ رسومات چھوڑ دیں اور بدعات ومحدثات سے اجتناب کیا۔

خدمت حدیث میں مولانا عظیم آبادی مرحوم نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، وہ تاریخ اہلحدیث کا ایک درخشندہ باب ہے۔ آپ نے اپنی ۵۶ سال کی قلیل عمر میں کئی ایک حدیث کی کتابیں اپنے خرچ پر طبع کرائیں مثلاً امام منذری کی مختصر السنن، حافظ ابن قیم کی تہذیب السنن اور علامہ سیوطی کی ''اسعاف المبطاء برجال موطا'' وغیرہ۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مولانا عظیم آبادی کو بہت زیادہ شغف تھا اور حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے۔ مقلدین احناف نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے جا قسم کے اعتراضات کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا عظیم آبادی نے اس کی طرف توجہ کی۔

پٹنہ کے ایک غالی اور جاہل آدمی ڈاکٹر عمر کریم نے امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کی عدیم المثال کتاب صحیح بخاری پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ انہوں نے پہلے ایک کتاب ''الجرح علی البخاری'' کے نام سے ۴ جلدوں میں لکھی اور اس کے ساتھ چھ سات اشتہارات بھی شائع کئے۔ مولانا عظیم آبادی نے اپنے لائق شاگرد مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی کو ان کے جوابات کے لئے تیار کیا چنانچہ مولانا ابوالقاسم نے ڈاکٹر عمر کریم

کی کتاب الجرح علی البخاری اور ان کے سب اشتہارات کے جوابات کتابی صورت میں دیئے۔

اس کے علاوہ جب مولانا شبلی نعمانی کی کتاب "سیرۃ النعمان" شائع ہوئی تو اس میں مولانا شبلی نے حدیث پر تنقید کی۔ مولانا عظیم آبادی نے اس کا جواب مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی سے لکھوایا چنانچہ انہوں نے "حسن البیان" کے نام سے جواب لکھا۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کی بے نظیر کتاب صحیح بخاری پر مولانا عبدالسلام مبارکپوری سے "سیرت البخاری" لکھوائی۔ اس کے علاوہ ایک حنفی عالم نے "بعض الناس الی دفع الوسواس" کتاب لکھی جس میں مصنف نے "قال بعض الناس" کا جواب دیا تھا۔ مولانا عظیم آبادی نے اس کتاب کا جواب "رفع الالتباس عن بعض الناس" کے نام سے دیا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی دینی، علمی، قومی و ملی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں۔ تحریک ندوۃ العلماء میں آپ کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ اس تحریک سے علمی و مالی تعاون کیا۔ مدرسہ اصلاح المسلمین (پٹنہ) جس کی بنیاد مولانا عبدالرحیم صادق پوری نے رکھی تھی، اس کے مدتوں سیکرٹری رہے۔ مدرسہ احمدیہ آرہ کی انتظامی کمیٹی کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۰۶ء/۱۳۲۴ھ میں "آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس" کی تاسیس ہوئی تو زندگی بھر اس سے تعاون کیا۔

مولانا عظیم آبادی کو جمع کتب کا بڑا شوق تھا۔ ان کا کتب خانہ برصغیر (پاک و ہند) میں ایک مثالی کتب خانہ تھا۔ آپ کے کتب خانہ میں بے شمار نوادرات جمع تھے۔ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۶ء کو بنارس کے ٹاؤن ہال میں ندوۃ العلماء کے زیر اہتمام نادر و کمیاب کتابوں کی نمائش ہوئی تھی۔ ان میں حدیث کی بعض نایاب کتابیں مولانا عظیم آبادی نے بھیجی تھیں۔

لیکن یہ بیش قیمت خزانہ اب باقی نہیں رہا اور یہ کتب خانہ دو حادثات میں ضائع ہو گیا۔ پہلا حادثہ ۱۹۴۶ء میں پیش آیا جب ڈیانواں کے اطراف میں مسلم کش فسادات ہوئے تو بہت سے مسلمانوں نے مولانا عظیم آبادی کے مکان میں پناہ لی اور اس موقع پر پناہ گزینوں نے کھانا پکانے کے لئے کتابیں چولہوں کی نذر کر دیں۔

اس کے بعد کچھ کتابیں مولانا عظیم آبادی کے صاحبزادے مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی نے خدا بخش لائبریری پٹنہ کو دے دیں اور بقیہ کتابیں حکیم صاحب قیام پاکستان کے وقت اپنے ساتھ ڈھاکہ لے گئے اور یہ کتابیں ۱۹۷۱ء میں بنگلہ دیش کی تحریک میں ضائع ہو گئیں۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی علم و فضل کے اعتبار سے جامع العلوم تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حدیث اور اسماء الرجال میں دسترس حاصل تھی۔ فقہی مذاہب اور ائمہ کے اختلافات و دلائل پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ مطالعہ کا بہت عمدہ ذوق تھا۔ تحقیق و تدقیق میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی ذہانت اور قوت فہم سے نوازا تھا۔

اخلاق و عادات کے اعتبار سے مولانا عظیم آبادی بڑے متواضع اور ملنسار تھے۔ زہد ورع اور تقویٰ و طہارت میں بھی بہت زیادہ آگے تھے۔ بڑے راست باز، ثقہ، امین، عادل اور سخی تھے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں۔

> وہ بڑے حلیم، متواضع، شریف، پاک دامن، نیک اور عمدہ طریقہ کے مالک اور اہل علم سے محبت کرنے والے تھے۔

تصانیف

مولانا عظیم آبادی تصنیف و تالیف کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ کتب حدیث کی شرح و تحقیق اور تصحیح و تعلیق کے علاوہ فقہ و فتاویٰ، رجال و تاریخ اور تذکرہ و حدیث میں انہوں نے بہت عمدہ، مفید اور بلند پایہ کتابیں لکھیں۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے ان کے علمی تبحر، وسعت نظر، جامعیت، حدیث و فقہ میں انکی بصیرت، رجال و اسناد میں ان کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف عربی، فارسی اور اردو میں ہیں۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

۱۔	غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد	(عربی)
۲۔	عون المعبود علی سنن ابی داؤد	(عربی)
۳۔	التعلیق المغنی علی سنن دار قطنی	(عربی)
۴۔	تعلیقات علی اسعاف المبطاء	(عربی)
۵۔	تعلیقات علی سنن نسائی	(عربی)

۶۔	رفع الالتباس علی بعض الناس	(عربی)
۷۔	غنیۃ اللمعی	(عربی)
۸۔	فضل الباری شرح ثلاثیات البخاری	(عربی)
۹۔	ہدیۃ اللوذعی بنکات الترمذی	(عربی)
۱۰۔	اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر	(عربی)
۱۱۔	التحقیقات العلی باثبات فریضۃ الجمعہ فی القریٰ	(اردو)
۱۲۔	النور الامع فی اخبار صلوٰۃ الجمعہ من النبی الشافع	(عربی)
۱۳۔	تحفۃ المجتہدین الابرار فی اخبار صلوٰۃ الوتر و قیام رمضان علی النبی المختار	(عربی)
۱۴۔	الکلام المبین فی الجہر بالتامین علی القول المتین	(اردو)
۱۵۔	النجم الوہاج شرح مقدمہ صحیح مسلم بن الحجاج	(عربی)
۱۶۔	الاقوال الصحیحہ فی احکام انسیکہ	(فارسی)
۱۷۔	الرسالہ فی الفقہ	(عربی)
۱۸۔	تنقیح المسائل	(عربی، فارسی، اردو)
۱۹۔	غایۃ البیان فی حکم استعمال العنبر والزعفران	(عربی)
۲۰۔	القول المحقق	(فارسی)
۲۱۔	عقود الجمان فی جواز تعلیم الکتاب والنسواں	(فارسی)
۲۲۔	فتویٰ رد تعزیہ داری	(اردو)
۲۳۔	تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء	(فارسی)
۲۴۔	تفریح المتذکرین فی ذکر کتب المتاخرین	(فارسی)
۲۵۔	نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ	(عربی)
۲۶۔	سوانح شیخ عبداللہ جھاؤ میاں	(اردو)
۲۷۔	نخبۃ التواریخ	(فارسی)
۲۸۔	المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف	(عربی)
۲۹۔	ہدایۃ النجدین الی حکم المعانقۃ والمصافحۃ بعد العیدین	(اردو)

۳۰۔ الوجازۃ فی الاجازۃ	(عربی)
۳۱۔ فتاویٰ	(اردو)

عربی= ۱۹
فارسی= ۷
اردو= ۷
(۳۳)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عظیم آبادی کی (٦) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد

یہ سنن ابی داؤد کی مبسوط شرح ہے اور ۳۲ جلدوں میں ہے۔ اس کی اب تک ۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

پہلی مرتبہ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

عون المعبود علی سنن ابی داؤد

یہ سنن ابی داؤد کی ۴ جلدوں میں شرح ہے اور غایۃ المقصود کا خلاصہ ہے۔ اس شرح میں اسناد و متن سے متعلق اشکالات کے حل و ایضاح کی طرف توجہ کی گئی ہے۔ یہ شرح نادر تحقیقات اور علمی نکات پر مشتمل ہے۔ علامہ محمد منیر دمشقی اس شرح کے بارے میں فرماتے ہیں۔

کل من جاء بعده من شيوخ الهند وغيره استمدوا من شرحه

مصنف کے بعد ہند و بیرون ہند کے تمام علماء نے اس شرح سے استفادہ کیا ہے۔

یہ شرح پہلی بار دہلی سے ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۱ء تا ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں شائع ہوئی۔

التعلیق المغنی علی سنن دار قطنی

سنن دار قطنی میں ضعیف، صحیح، منکر، موضوع ہر قسم کی روایتیں ہیں۔ مولانا عظیم آبادی نے تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے الفاظ کی مختصر وضاحت اور تشریح کر دی ہے۔

جیسا کہ شارح اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں۔

اکتفی فیھا علی تنقیح بعض احادیثه و بیان علله و کشف بعض مطالبه علی سبیل الایجاز و الاختصار.

میں اس میں بعض حدیثوں پر تنقید کر کے ان کی تعلیق بیان کروں گا اور مختصراً بعض کے مطالب واضح کروں گا۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ دہلی سے ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی۔

اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر

اس کتاب میں مصنف علام نے نماز فجر کی دو سنتوں کی فضیلت اور فرض نماز کے بعد پڑھنے کی ممانعت مع اختلاف احناف اور اس کا جواب مفصل دیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

المکتوب اللطیف الی المحدث الشریف

مولانا عظیم آبادی جب ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو ایک طویل خط کے ذریعہ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کچھ سوالات دریافت کئے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے ان سوالات کے جوابات مولانا عظیم آبادی کو بذریعہ خط دیئے تھے۔ اس کتاب میں مولانا عظیم آبادی کے سوالات اور حضرت میاں صاحب کے جوابات درج کئے ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار دہلی سے ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی۔

الکلام المبین فی الجہر بالتامین والرد علی القول المتین

یہ رسالہ ایک حنفی مصنف کے رسالہ ''القول المتین'' کے جواب میں لکھا گیا۔ اس میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ آمین بالجہر ہی سنت ہے۔ یہ رسالہ ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۶ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

وفات

مولانا شمس الحق نے ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء ۵۶ سال کی عمر میں ڈیانواں میں انتقال کیا۔ بقول مولانا ابوالقاسم بناری جس وقت دنیا کا آفتاب طلوع ہوا، اس وقت دین کا آفتاب (شمس الحق) غروب ہوا۔

☆☆☆

(۷)

حافظ عبداللہ غازی پوریؒ

میرے درس میں دو عبداللہ آئے۔ ایک عبداللہ غزنوی اور دوسرے عبداللہ غازی پوری۔
(شیخ الکل سید نذیر حسین دہلویؒ)

جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا۔ تدریس جن کے دم سے زندہ تھی۔
(ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ)

علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ زہد و تقویٰ کی صفت سے بھی متصف تھے۔
(حبیب الرحمان قاسمیؒ)

اتباع سنت، طہارت، تقویٰ، زہد و ورع، تبحر علم، وسعت نظر اور کتاب و سنت کی تفسیر و تعبیر میں یگانہ عہد تھے۔
(سید سلیمان ندویؒ)

علوم دینیہ کے بہتے ہوئے دریا تھے ایک دنیا آپ سے فیض یاب ہوئی۔
(سید عبدالحی الحسنیؒ)

حافظ عبداللہ غازی پوریؒ

۱۲۶۱ھ..........۱۳۳۷ھ

۱۸۴۵ء............۱۹۱۸ء

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں سے جنہوں نے درس و تدریس میں بہت زیادہ شہرت حاصل کی، ان میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری سر فہرست تھے۔

بقول مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ

جن کی ذات پر علم کو فخر اور عمل کو ناز تھا۔ تدریس جن کے دم سے زندہ تھی۔

اور حضرت شیخ الکل مرحوم فرمایا کرتے تھے۔

میرے درس میں دو عبداللہ آئے ہیں۔ ایک عبداللہ غزنوی اور دوسرے عبداللہ غازی پوری۔

مولانا حافظ عبداللہ کا اصلی وطن ضلع اعظم گڑھ کا قصبہ مئو تھا۔ ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام عبدالرحیم تھا۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا۔ ۱۲ سال کی عمر میں اس سعادت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد اپنی تعلیم کا آغاز مولوی محمد قاسم مئوی سے کیا۔ ابھی چند کتابیں ہی پڑھی تھیں کہ ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ رونما ہو گیا جس کی زد میں حافظ صاحب کا قصبہ مئو بھی آ گیا۔ چنانچہ آپ کے والد عبدالرحیم مئو سے ترک وطن کر کے غازی پور آ گئے۔ جب ذرا سکون ہوا تو آپ کے والد نے آپ کو ”مدرسہ چشمۂ رحمت“ غازی پور میں داخل کرا دیا۔ یہ مدرسہ مولانا رحمت اللہ لکھنوی نے قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ میں آپ نے مولانا رحمت اللہ لکھنوی اور مولانا محمد فاروق چڑیاکوٹی سے مختلف علوم میں استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ مزید تعلیم کے حصول کے لئے مولانا محمد یوسف فرنگی محلی کی خدمت میں جونپور حاضر ہوئے اور ان

سے مختلف علوم میں اکتساب فیض کیا۔ جونپور میں تکمیل تعلیم کے بعد حافظ صاحب دہلی آئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں تحصیل کی اور سند فراغت حاصل کی۔

۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء میں دہلی سے فارغ ہوئے اور حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ وہاں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے اور اس کے ساتھ امام محمد بن علی شوکانی کے تلمیذ رشید علامہ شیخ عباس یمنی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔

حج سے واپسی کے بعد غازی پور تشریف لائے اور جس مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں آپ نے تعلیم کا آغاز کیا تھا، اس میں تدریس پر مامور ہوئے اور تقریباً سات سال تک اس مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۰۴ھ/۱۸۸۰ء میں آپ نے مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور سے علیحدگی اختیار کی اور مولانا حافظ ابراہیم آروی کے مدرسہ احمدیہ آرہ (مدراس) میں تدریس پر مامور ہوئے۔ اس مدرسہ میں آپ نے ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۶ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد آپ نے دہلی کے لئے سفر باندھا اور دہلی میں آپ نے ۸ برس تک درس و افادہ کا بازار گرم رکھا اور سینکڑوں طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔

مولانا حافظ عبداللہ کے علم و فضل اور ان کے صاحب کمال ہونے کا اہل علم و قلم نے اعتراف کیا ہے۔

مولانا حکیم سید عبدالحی حسینی لکھتے ہیں کہ

> وہ سربرآوردہ فقیہہ تھے اور اس قدر تبحر علمی کے باوجود درس و تدریس میں اس قدر مشغول ہونے کے باوصف وہ نہایت متقی اور پرہیزگار تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ

> مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی درسگاہ کے ایک نامور حافظ عبداللہ غازی پوری ہیں جنہوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کون ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔

حافظ عبداللہ کی ذات جامع صفات تھی۔ جملہ علوم اسلامیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ علمی تبحر کے ساتھ زہد و ورع کی صفت سے بھی متصف تھے۔ ترک تقلید میں بڑا غلو رکھتے تھے۔

تلامذہ

حافظ صاحب کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ ان کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں ہے۔ ان کے تلامذہ میں بعض ایسے حضرات شامل ہیں جو خود بعد میں مسند تحدیث کے مالک بنے۔ تاہم آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ
مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوریؒ
مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ
مولانا شاہ عین الحق پھلوارویؒ
مولانا عبدالغفور حاجی پوریؒ
مولانا عبدالرحمان وفا غازی پوریؒ
مولانا عبدالمنان بقا غازی پوریؒ
مولانا محمد ابوبکر شیث جونپوریؒ
مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ
مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ

تصانیف

حافظ صاحب کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔ تاہم تصنیف و تالیف سے بھی غافل نہ رہے۔ آپ نے جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ البحر المواج فی شرح مقدمہ صحیح مسلم بن حجاج (عربی)
۲۔ علم غیب کا فتویٰ
۳۔ رکعات التراویح

۴۔ مسئلہ زکوٰۃ

۵۔ الحجۃ الساطعۃ فی بیان البحیرۃ السائبۃ

۶۔ قانون مسجد

۷۔ فتویٰ زانیہ مع توبہ

۸۔ فتاویٰ

۹۔ ابراء اھل الحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التھمۃ والبھتان

۱۰۔ جواب المھتدین لرد المعتدین

۱۱۔ سیرۃ النبیؐ

۱۲۔ فصول احمدی

۱۳۔ منطق

۱۴۔ الکلام النباء

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

حافظ صاحب کی (۲) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

رکعات التراویح

اس کتاب میں ۸ رکعت تراویح کا ثبوت احادیث صحیحہ سے دیا گیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ تراویح اور تہجد ایک چیز ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔

ابراء اہل الحدیث والقرآن

اس کتاب کا پورا نام ”ابراء و اہل الحدیث و القرآن مما فی جامع الشواہد من التھمۃ البھتان“ ہے۔ اس میں جماعت اہلحدیث اور مسلک اہل حدیث پر عائد کردہ الزامات و افترأت کا جائزہ اور اصل صورت کی وضاحت کی گئی ہے۔

وفات

حضرت حافظ صاحب دہلی میں درس و تدریس میں مصروف تھے کہ اچانک لکھنؤ کے ڈاکٹر خان بہادر عبدالرحیم غازی پوری انتقال فرما گئے جو آپ کے قریبی عزیز تھے جن کی تعزیت کے لئے آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور خانگی معاملات میں ایسے الجھے کہ دہلی واپس نہ جا سکے۔ لکھنؤ کو بھی اپنے فیضان سے محروم نہ رکھا۔ ندوۃ العلماء کے طلباء حاضر ہوتے اور آپ سے مستفیض ہوتے۔ آخر ایک ہفتہ بیمار رہ کر ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ شیخ محمد بن شیخ حسین بن محسن انصاری نے نماز جنازہ پڑھائی اور عیش باغ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری نے اخبار اہلحدیث امرتسر میں لکھا۔

آہ! عبداللہ میری آنکھوں نے تیرے جیسا کامل عالم نہیں دیکھا۔ سننے میں تو بہت آئے۔ آہ............ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

☆☆☆

(۸)

عبدالعزیز رحیم آبادیؒ

آپ دوستوں کے نہایت قدر دان اور مخلصوں پر فدا تھے۔

(ابوالوفا ثناءاللہ امرتسریؒ)

علمائے فحول سے تھے۔ بڑے سرگرم واعظ اور بے بدل مناظر تھے۔

(ابویحییٰ امام خاں نوشہرویؒ)

مولانا مرحوم کے مزاج میں عجیب تنوع تھا۔ ایک طرف اہلحدیث کانفرنس کی سٹیج پر کام کرتے اور دوسری طرف مجاہدین کی سرپرستی فرماتے۔

(محمد اسماعیل سلفیؒ)

عبدالعزیز رحیم آبادیؒ

۱۲۷۰ھ............۱۳۳۸ھ

۱۸۵۴ء............۱۹۱۹ء

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ نے دین اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جو ذرائع استعمال کئے، ان میں ایک ذریعہ "جہاد" بھی تھا۔ تحریک جہاد علمائے صادق پور (پٹنہ) نے شروع کی تھی اور اس تحریک جہاد میں علمائے صادق پور نے جو قربانیاں دیں، وہ تاریخ اہلحدیث کا ایک سنہری باب ہے۔ حضرت میاں صاحب کے تلامذہ میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا حافظ ابراہیم آروی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا محمد اکرم خاں آف ڈھاکہ نے علمائے صادق پور کے ساتھ مل کر تحریک جہاد کو منظم کیا اور ان سے ہر قسم کا تعاون کیا۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی، صوفی ولی محمد مرحوم فتوحی والے، مولوی الٰہی بخش بمبانوالہ، مولانا قاضی عبدالرحیم آف قاضی کوٹ (گوجرانوالہ) اور مولانا عبدالقادر قصوری رحمہم اللہ اجمعین کے ساتھ مل کر مجاہدین کے لئے جو خدمات انجام دیں، اس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

انگریزی حکومت مولانا رحیم آبادی کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے سخت نالاں تھی لیکن مولانا رحیم آبادی جس رازداری اور خوبصورتی سے مجاہدین کی امداد اور سرپرستی فرماتے تھے، انگریز کی عقابی نگاہیں اس کا سراغ لگانے میں ناکام رہیں۔ آخر انگریزی حکومت نے ان کی گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔ پولیس نے رات کو شہر کے گرد گھیرا ڈال لیا اور صبح کے وقت مولانا رحیم آبادی کو گرفتار کرنا تھا لیکن صبح کے وقت کچھ معززین شہر پولیس افسر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے کہا کہ

مولانا عبدالعزیز کا رات کو انتقال ہو گیا ہے۔ ان کا جنازہ ہمیں شہر سے باہر لے جانے کی اجازت دی جائے۔ پولیس افسر یہ سن کر حیران و پریشان ہوا اور کہا، میں تو مولانا عبدالعزیز کو گرفتار کرنے آیا تھا۔ اس کے بعد پولیس افسر مع اپنے ساتھیوں کے واپس چلا گیا۔

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی تشکیل ہوئی اور جس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری منتخب ہوئے۔ کانفرنس کو متعارف کرانے کے لئے تین علمائے کرام کی ایک کمیٹی بنائی گئی کہ یہ تینوں حضرات پورے برصغیر کا دورہ کر کے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو ملک میں متعارف کرائیں۔ کمیٹی کے ارکان یہ تھے۔

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ
مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ
مولانا حافظ عبدالعزیز رحیم آبادیؒ

چنانچہ ان تینوں علمائے کرام نے پورے ہندوستان کا دورہ کر کے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو متعارف کرایا۔ بقول مولانا محمد اسمٰعیل سلفی مرحوم

> مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کے مزاج میں عجیب تنوع تھا۔ ایک طرف اہلحدیث کانفرنس کے لئے کام کرتے، دوسری طرف مجاہدین کی سرپرستی فرماتے۔

مولانا عبدالعزیز ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں رحیم آباد ضلع پٹنہ (بہار) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام احمد اللہ تھا۔ ان کی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا۔ ۱۳ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید اور اس کے ساتھ فارسی میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ فارسی میں خط و کتابت کر سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ قوی الحافظہ تھے۔ آپ نے ابتداً جن اساتذہ سے علوم دینیہ میں تعلیم حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عظمت اللہؒ
مولانا محمود عالمؒ

مولانا یحییٰ بہاریؒ

۲۱ سال کی عمر میں درس نظامی کی تکمیل سے فراغت پائی۔

۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر کے سند تکمیل و اجازت حاصل کی۔

حضرت میاں صاحب کے مدرسہ میں ان کا شمار ذہین اور قابل ترین طلباء میں ہوتا تھا۔ مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی آپ کے ہم درس تھے۔ حضرت میاں صاحب بھی ان کو بہت چاہتے تھے اور استاد محترم کے نزدیک خاص قدر و منزلت رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت و فطانت سے نوازا تھا۔ جب کوئی طالب علم کسی مسئلہ کو نہ سمجھ سکتا اور حضرت میاں صاحب اس کو سمجھا سمجھا کر تنگ آ جاتے تو فرماتے۔

مولوی عبدالعزیز کو بلاؤ۔ وہ اس کو سمجھائے گا۔

چنانچہ مولانا رحیم آبادی حاضر خدمت ہوتے اور حضرت میاں صاحب فرماتے۔

بھائی، یہ طالب علم مجھ سے سمجھ نہیں رہا۔ اس کو سمجھاؤ اور اس کی تسلی کرو۔

چنانچہ مولانا رحیم آبادی بڑے اچھے انداز میں مسئلہ کی وضاحت کرتے۔ تا آنکہ طالب علم کی سمجھ میں مسئلہ آ جاتا اور وہ مطمئن ہو جاتا۔ مولانا عبدالعزیز بڑے بلند مرتبہ واعظ تھے۔ ان کے وعظ میں بڑا اثر ہوتا تھا۔ وعظ فرماتے تو خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے۔ حضرت میاں صاحب ان کا وعظ بڑی توجہ سے سنتے اور ان کے وعظ کے درمیان زار و قطار روتے تھے۔

۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں حضرت میاں صاحب کے مدرسہ سے فراغت پائی اور اپنے وطن رحیم آباد تشریف لے گئے اور ایک دینی مدرسہ بنام مدرسہ احمدیہ سلفیہ کی داغ بیل ڈالی جس میں پچاس طلباء کے اخراجات کا ذمہ لیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا چنانچہ جوق در جوق طلباء آپ کی خدمت میں پہنچے اور فیض حاصل کیا۔

مولانا عبدالعزیز علم و فضل کے اعتبار سے بلند مرتبہ تھے۔ ان کا شمار علمائے فحول میں ہوتا تھا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر عبور کامل تھا۔ فن مناظرہ میں بھی ان کو دسترس حاصل تھی۔ بڑے سرگرم واعظ اور بے بدل مناظر تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ مشکل سے مشکل

مضمون کو آسان و احسن الفاظ میں بیان فرماتے تھے جس سے عوام اور علماء یکساں مستفید ہوتے۔ قرآن و حدیث کے وہ معارف بیان فرماتے کہ علماء دنگ رہ جاتے۔

ان کے علمی تبحر اور حدیث میں ان کی ژرف نگاہی کے دو واقعات مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے ان کے حالات میں بیان کیے ہیں۔

(۱) مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی جب سنن ابی داؤد کی شرح عون المعبود لکھ رہے تھے تو ایک حدیث کا مطلب واضح نہیں ہو رہا تھا۔ مولانا شمس الحق نے اس سلسلہ میں مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری اور مولانا شاہ عین الحق پھلواروی کی طرف رجوع کیا لیکن مطلب واضح نہ ہو سکا۔ مولانا رحیم آبادی سے اس حدیث کے بارے میں رجوع کیا گیا۔ آپ نے ایسی دلنشیں تقریر کی کہ تمام علمائے کرام کی تسلی ہوگئی اور حافظ غازی پوری نے خوب داد دی۔ مولانا عظیم آبادی نے عون المعبود میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ اس حدیث کی شرح مجھ سے مولانا عبدالعزیز نے بیان کی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ

(۲) جب مولانا عبدالسلام مبارکپوری ''سیرۃ البخاری'' لکھ رہے تھے تو ان کو ایک عبارت کے فہم میں الجھن پیش آئی اور یہ عبارت مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا شمس الحق عظیم آبادی اور مولانا شاہ عین الحق پھلواروی سب کے سامنے رکھی گئی مگر الجھن حل نہ ہو سکی۔ مولانا رحیم آبادی کے سامنے جب یہ عبارت رکھی گئی تو آپ نے دیکھتے ہی حل کر دی۔

فن مناظرہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا مگر مرشد آباد کا مناظرہ جو ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء میں ''وجوب تقلید شخصی'' کے عنوان سے آپ کا اپنے ہم درس مولانا عبدالحق حقانی سے ہوا تھا، ایک معرکۃ الآرا مناظرہ تھا۔ اس مناظرہ میں سینکڑوں علمائے اہلحدیث و احناف شریک ہوئے اور سامعین کی تعداد پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی اور یہ مناظرہ کئی روز تک جاری رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیاب و کامران کیا اور مسلک اہلحدیث کی صداقت ظاہر ہوئی اور دس ہزار آدمیوں نے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔

اس مناظرہ میں آپ نے آیت کریمہ ''فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون'' کی جو تفسیر بیان کی، اہل علم نے اس کو بہت پسند کیا۔

15031

حضرت شیخ الکل میاں صاحب نے فرمایا کہ

مولوی عبدالعزیز نے اس آیت کی ایسی تفسیر کی ہے جو متقدمین میں سے کسی نے نہیں کی اور امام رازی وغیرہ کو بھی نہیں سوجھی"

یہ مناظرہ کتابی صورت میں "مناظرہ مرشد آباد" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا عبدالعزیز شعر و سخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ان کی نثر بھی نہایت شستہ ہوتی۔

اخلاق و عادات کے لحاظ سے بڑے بلند مرتبہ تھے۔ علمائے کرام کی نظروں میں ان کا وقار و احترام بہت زیادہ تھا۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم لکھتے ہیں کہ

میں نے مولانا مرحوم کو پہلی دفعہ وزیر آباد میں دیکھا۔ جمعہ کے دن مولانا فضل الہی صاحب کے ہاں کھانا تناول فرما کر مسجد اہلحدیث میں آئے۔ مرحوم حضرت الاستاد الامام مولانا الشیخ حافظ عبدالمنان صاحب نے منبر خالی فرما دیا۔ میری عمر اس وقت گیارہ سال ہوگی۔ وعظ میں عجیب رقت تھی۔ غالباً وعظ اخلاص فی العمل کے موضوع پر تھا۔ میں صغرسنی کے باوجود انتہائی رقت محسوس کر رہا تھا اور پورے مجمع پر ایک خاص کیفیت طاری تھی۔

تصانیف

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی ایک بے نظیر واعظ اور مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند مرتبہ مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ سواء الطریق (۴ جلد)

۲۔ ہدایۃ المعتدی فی القراءۃ المقتدی

۳۔ صیانۃ المومنین عن شر المبتدعین

۴۔ نبذ التوفیق الابہام التوثیق

5۔ مناظرہ مرشد آباد

۶۔ الرق المنشور (عربی)

۷۔ جواب شیعہ

۸۔ رمی الجمرہ

۹۔ حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی (۴) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان

یہ کتاب مولانا شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرۃ النعمان'' کا جواب ہے۔ مولانا شبلی نے اپنی کتاب میں علم حدیث اور ائمہ حدیث پر تنقید کی تھی۔ مولانا رحیم آبادی نے یہ کتاب صاحب عون المعبود مولانا شمس الحق عظیم آبادی کی تحریک پر لکھی۔

یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی لاجواب کتاب ہے۔ مولانا رحیم آبادی نے دلائل سے مولانا شبلی پر گرفت کی ہے۔ بقول مولانا محمد اسماعیل سلفی اس کتاب کی اشاعت کے بعد مولانا شبلی نے اپنے قلم کا رخ فروعی مسائل سے موڑ دیا اور بقیہ عمر علمی و تعلیمی خدمات میں صرف کردی اور تصنیف و تالیف میں تاریخ اور علم کلام کی طرف توجہ کی۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

سواء الطریق

یہ کتاب ۴ جلدوں میں ہے۔ اس میں مشکوۃ المصابیح سے بخاری و مسلم کی روایتوں کو الگ کر کے اس کا ترجمہ کیا گیا ہے اور جس حدیث کی تشریح ضروری سمجھی گئی ہے، حاشیہ پر کردی گئی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

ہدایۃ المعتدی فی القراءۃ المقتدی

احناف کی طرف سے ایک رسالہ "تحقیق قرأۃ المقتدی" شائع ہوا جس میں علمائے اہلحدیث اور امام محمد بن اسماعیل بخاری کے سلسلہ میں توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے۔ اس کے بعد قرأۃ خلف الامام کے نفی میں پورا زور صرف کر دیا تھا۔ یہ کتاب اسی کے جواب میں ہے۔ مولانا رحیم آبادی نے یہ کتاب شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے حکم پر لکھی۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی۔

مناظرہ مرشد آباد

یہ کتاب اس مناظرہ کی روئیداد ہے جو مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا عبدالحق حقانی کے مابین "وجوب تقلید شخصی" کے عنوان سے ہوا تھا۔ اس مناظرہ میں مولانا رحیم آبادی کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کیا اور دس ہزار سے زیادہ لوگوں نے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔

یہ مناظرہ کتابی صورت میں ۱۹۱۷ء/ ۱۳۳۵ھ میں دہلی سے شائع ہوا۔

وفات

مولانا رحیم آبادی ذیابیطس کے پرانے مریض تھے۔ علاج معالجہ ہوتا رہتا تھا۔ بالآخر مرض میں تیزی آگئی جس سے کمزوری بہت زیادہ ہوگئی۔ تا آنکہ آپ نے اپریل ۱۹۱۹ء مطابق رجب ۱۳۳۸ھ رحیم آباد میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے ان کے انتقال پر اخبار اہلحدیث امرتسر میں لکھا کہ

> مولانا مرحوم میں جو خاص بات میں نے دیکھی تھی جس کی وجہ سے میں زار و قطار رو رہا ہوں، یہ تھی کہ آپ دوستوں کے نہایت قدردان اور مخلصوں پر فدا تھے۔

آرہ (مدراس) اہلحدیث کانفرنس میں عبدالعزیز گونڈوی نے ایک نظم پڑھی جس کا ایک

شعر یہ تھا۔

کیا خوب ہوتا وہ بھی گر آج زندہ ہوتے
عبدالعزیز نامی ''حسن البیان'' والے

تو ساری مجلس اشک بار ہوگئی۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم کی فرمائش پر یہ شعر کئی بار پڑھا گیا۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم کو مولانا رحیم آبادی سے والہانہ محبت تھی اور ان کی رفاقت پر ہمیشہ فخر فرماتے تھے۔

☆☆☆

(۹)

سید احمد حسن دہلویؒ

بلند پایہ مفسر قرآن، محدث دوراں، فقیہہ، مجتہد، مفتی اور عربی و فارسی کے نامور ادیب اور انشاء پرداز تھے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یگانہ روزگار تھے۔ (محمد عطاء اللہ حنیفؒ)

سید احمد حسن دہلویؒ

۱۲۵۸ھ............۱۳۳۸ھ

۱۸۴۲ء............۱۹۲۰ء

علمائے اہلحدیث میں جن علمائے کرام نے قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قرآن و حدیث کی تحریری خدمت میں بے مثال اور عدیم النظیر کتابیں تصنیف کیں، ان میں مولانا سید احمد حسن دہلوی بھی شامل ہیں۔

مولانا سید احمد حسن ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان قدیم الایام سے دہلی کا رہنے والا تھا۔ ان کے آباؤ اجداد کے شاہی خاندان سے تعلقات چلے آ رہے تھے، اس لئے ان کی اوائل عمری قلعہ معلی میں گزری۔

تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا اور گیارہ سال کی عمر میں اس سعادت سے بہرہ یاب ہوئے۔ حفظ قرآن میں قاری امید علی صاحب آپ کے استاد تھے جن کا وطن ڈھاکہ تھا لیکن عرصہ سے دہلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

حفظ قرآن مجید کے بعد فارسی کی کتابیں پڑھیں اور تین سال میں فارسی میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ فارسی میں بخوبی خط و کتابت کر سکتے تھے۔

انہی ایام میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ رونما ہوا تو دہلی میں افراتفری پھیل گئی۔ آپ کے والد اپنے اہل و عیال کے ساتھ مشرقی پنجاب کی ریاست پٹیالہ میں منتقل ہو گئے۔ پٹیالہ میں آپ نے فارسی کی تعلیم جاری رکھی۔ اپنے والد کے علاوہ پٹیالہ کے مرزا احمد بیگ سے بھی آپ نے فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ انہی دنوں ٹونک میں علم کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ کے والد نے آپ کو ٹونک بھیج دیا۔ ٹونک میں آپ نے صرف و نحو کی کتابوں کی تکمیل کی۔ تا آنکہ دہلی کے حالات پرسکون ہو گئے تو آپ کے والد پٹیالہ سے واپس دہلی آ گئے۔ ٹونک میں ابھی آپ کی تعلیم مکمل

نہیں ہوئی تھی کہ والدہ کے اصرار پر ٹونک سے واپس آ گئے اور دہلی میں تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔

دہلی میں آپ کی ایک ہم سبق مولوی عبدالغفور بن شیخ عبداللہ سے پرانی دوستی تھی۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان کے ہمراہ آپ خورجہ ضلع بلند شہر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا محمد حسین صاحب سے منطق کی ابتدائی کتابیں اور فقہ و اصول فقہ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

خورجہ ضلع بلند شہر میں تحصیل علم کے بعد آپ علی گڑھ تشریف لے گئے اور مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے فقہ، اصول فقہ اور منطق کی بقیہ کتابیں پڑھیں اور تفسیر قرآن میں بھی ان سے استفادہ کیا۔

علی گڑھ میں تحصیل علم کے بعد آپ واپس دہلی تشریف لائے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں تعلیم حاصل کی اور سند حدیث حاصل کی۔

تحصیل علوم شرعیہ کے بعد طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حکیم امام الدین مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے طب پڑھی اور اس کے بعد حکیم حسام الدین (منجھلے میاں) کے مطب میں ایک عرصے تک بغرض تجربہ حاضر رہ کر طبابت کی سند بھی حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد مولانا احمد حسن اپنے استاد شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شیخ الکل نے آپ کو اپنے مدرسہ میں فتویٰ نویسی پر مامور کر دیا۔ انہی ایام میں آپ کی شادی حضرت شیخ الکل کے مشورہ سے مولانا حافظ نذیر احمد خاں دہلوی مترجم قرآن مجید کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ڈاکٹر حافظ نذیر احمد خاں ان دنوں گورکھپور میں قیام پذیر تھے۔ شادی کی رسم گورکھپور میں انجام پائی۔ حضرت شیخ الکل میاں صاحب آپ کی شادی میں شریک ہوئے اور انہوں نے نکاح کا خطبہ پڑھا۔ شادی کے بعد مولانا احمد حسن ٹونک چلے گئے۔

مولانا حافظ نذیر احمد خاں گورکھپور سے حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو انہوں نے مولانا سید احمد حسن کو ٹونک سے حیدر آباد بلا لیا اور ضلع ناندیر میں آٹھ سو روپے ماہوار پر ڈپٹی کلکٹر کے عہدہ پر لگوا دیا جس پر سالہا سال تک سرفراز رہے اور وہیں سے پنشن پائی۔

۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں حج بیت اللہ سے سرفراز ہوئے۔ وہاں آپ کو حوادث و مصائب سے دوچار ہونا پڑا لیکن آپ کے پائے استقلال میں فرق نہ آیا۔ سب خندہ پیشانی سے جھیلے اور ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء میں بخیریت تمام واپس تشریف لائے۔

تصانیف

۱۔ احسن الفوائد (تین ترجمہ والا قرآن مجید مع حواشی)
۲۔ تفسیر احسن التفاسیر (۷ جلد)
۳۔ تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام
۴۔ حواشی بلوغ المرام (عربی)
۵۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ (عربی) (نصف اول)
۶۔ تلخیص الانظار فی مابنی علیہ الانتصار
۷۔ مقدمہ تفسیر احسن التفاسیر
۸۔ صراط احمداء فی بیان الاقتداء
۹۔ تخریج مسند امام احمد بن حنبل (عربی)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا سید احمد حسن دہلوی کی (۶) تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

احسن الفوائد

تین ترجمہ والا قرآن مجید جس میں پہلا ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ دہلوی، دوسرا ترجمہ تحت اللفظ از شاہ رفیع الدین اور تیسرا ترجمہ بامحاورہ از شاہ عبدالقادر دہلوی اور اس میں ''احسن الفوائد'' کے نام سے حواشی لکھے۔

یہ قرآن مجید پہلی بار ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا اور دوسری بار ۱۳۴۷ھ/ ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا۔

تفسیر احسن التفاسیر

یہ تفسیر مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ کے بعد احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور بہترین علمی نکات پر مشتمل ہے۔

یہ تفسیر پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں ۷ جلدوں میں دہلی سے شائع ہوئی۔ ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے اس تفسیر میں مندرج احادیث و آثار کی تخریج کر کے اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ لاہور سے شائع کیا۔ دوسری بار یہ تفسیر ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔

تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام

یہ کتاب صرف سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ ۱۹۲۱ء/ ۱۳۴۰ھ میں دہلی سے شائع ہوئی۔

مقدمہ تفسیر احسن التفاسیر

تفسیر احسن التفاسیر کا مقدمہ بہترین علمی و تحقیقی نکات پر مشتمل ہے۔ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء میں علیحدہ شائع ہوا۔

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ

محدثانہ طرز پر مشکوٰۃ کا جامع اور بے نظیر حاشیہ نصف اول خود لکھا اور نصف ثانی اپنے تلمیذ رشید مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی سے لکھوایا۔ پہلا ربع ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء اور دوسرا ربع ۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

تلخیص الانظار فی مابنی علیہ الانتصار

مولوی ارشاد حسین رام پوری نے حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی کتاب ”معیار الحق“ کے جواب میں ”انتصار الحق“ لکھی۔ تلخیص الانظار مولوی ارشاد

حسین رام پوری کی ''انتصار الحق'' کا جواب ہے۔

یہ کتاب مطبوع ہے۔

وفات

مولانا سید احمد حسن دہلوی نے ١٧ جمادی الاولیٰ ١٣٣٨ھ مطابق ٩ مارچ ١٩٢٠ء بعمر ٨٠ سال انتقال کیا۔ اللّٰھم اغفرہ وارحمہ وجعل مثواہ الجنتہ الفردوس۔

☆☆☆

(۱۰)

وحید الزماں حیدر آبادیؒ

میں اپنی تمام مرویات حدیثہ کی یعنی صحاح ستہ وغیرہ کی روایت کی اجازت مولوی وحید الزماں کو دیتا ہوں جو بڑے زیرک، نہایت روشن دماغ اور صائب الرائے آدمی ہیں۔

(سید محمد نذیر حسین دہلویؒ)

وحید الزماں حیدر آبادیؒ

۱۲۶۷ھ............۱۳۳۸ھ

۱۸۵۰ء............۱۹۲۰ء

برصغیر (پاک و ہند) میں مولانا وحید الزماں حیدر آبادی کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے ایک نئے رنگ میں حدیث کی خدمت کی۔ آپ نے صحاح ستہ بشمول موطا امام مالک کے اردو زبان میں ترجمے کئے اور اس کے ساتھ حدیث کی ایک لغت (۲۸) جلدوں میں مرتب کی۔

مولانا وحید الزماں ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۰ء کانپور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام مولانا مسیح الزماں تھا جو ایک بلند پایہ عالم دین اور اعلیٰ پایہ کے ادیب تھے۔ ان کا سن ولادت ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۵ء ہے۔ اپنے والد مولوی نور محمد مرحوم سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔ فراغت تعلیم کے بعد حیدر آباد دکن میں مطبع عالی کے نگران اور مہتمم مقرر ہوئے اور ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء تک اسی عہدہ پر فائز رہے اور اسی سال آپ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت ہوئے اور اس کے بعد ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے جہاں آپ نے ۹ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء کو (۷۳) سال کی عمر میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کئے گئے۔

مولانا وحید الزماں ایک بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث، فقیہ، مورخ، متکلم، معلم، مترجم، نقاد، دانشور، مبصر، مصنف اور عربی، فارسی اور اردو کے بلند مرتبہ ادیب تھے۔

مولانا وحید الزماں کی تعلیم کا آغاز پانچ سال کی عمر میں ہوا اور تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا۔ ۸ سال کی عمر میں عربی اردو فارسی سے بخوبی واقفیت ہو گئی۔ اس کے بعد آپ نے جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا بدیع الزماں حیدر آبادی (برادر اکبر)۔ اول استاد

مولانا مفتی محمد عنایت احمد مصنف تاریخ حبیب اللہ

مولانا محمد سلامت اللہ کانپوری

مولانا محمد عادل کانپوری

مولانا سید حسن شاہ بخاری

مولانا محمد لطف اللہ علی گڑھی

مولانا محمد بشیر الدین قنوجی

مولانا نیاز محمد بخاری

مولانا عبدالحی فرنگی محلی

مولانا عبدالعزیز محدث لکھنوی

مولانا عبدالحق بنارسی

مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی

شیخ احمد بن عیسیٰ بن ابراہیم الشرقی

شیخ بدرالدین مدنی

۱۵ سال کی عمر میں جملہ علوم اسلامیہ سے فراغت پائی تو آپ کے والد نے ۱۲۸۳ھ/ ۱۸۶۶ء آپ کو حیدر آباد دکن بلا لیا اور آپ ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ حیدر آباد دکن پہنچے اور تقریباً دو ماہ بعد ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۶۷ء مبلغ ۔/۲۵ روپے ماہوار عدالت سرکار عالی میں ملازم ہو گئے۔ مولانا وحید الزمان جب تک ملازم رہے، اپنے فرائض منصبی بخوبی انجام دیتے رہے۔ ۱۲۸۷ھ/ ۱۸۷۰ء میں آپ کے والد مولانا مسیح الزماں حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو مولانا وحید الزماں بھی ان کے ساتھ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے اور حج کے مناسک ادا کرنے کے بعد واپس حیدر آباد دکن آئے اور اپنی ملازمت پر دوبارہ فرائض منصبی انجام دینے لگے۔

۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۳ء میں آپ کی شادی مولوی مراد علی لکھنوی کی صاحبزادی سے ہوئی۔

۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء مولانا وحید الزماں دوسری بار حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس بار آپ کو علمائے حجاز سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ان سے حدیث میں استفادہ کیا۔ جن علمائے حجاز سے آپ نے اکتساب فیض کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مفتی حنابلہ شیخ سید احمد بن حمید
شیخ محمد بن سلیمان حسب اللہ الشافعی
شیخ سید احمد بن زینی بن احمد دحلان الشافعی

اور ان اساتذہ سے استفادہ کے بعد مولانا وحید الزماں مدینہ منورہ میں شیخ عبدالغنی مجددی کی بیعت ہوئے۔

حرمین شریفین کے قیام کے دوران مولانا وحید الزماں کو دو حادثات سے دوچار ہونا پڑا یعنی آپ کے والد مولانا مسیح الزماں نے ۹ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں وفات پائی اور دوسرا حادثہ یہ ہوا کہ آپ کے فرزند محمد اشرف نے ۲۴ محرم ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء کو انتقال کیا۔

۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء کے اختتام یا اوائل ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء کو مولانا وحید الزماں کی حرمین شریفین سے واپسی ہوئی اور اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہوئے اور تھوڑے ہی دنوں بعد نظام دکن نے آپ کو ”وقار نواز جنگ“ کا خطاب عطا فرمایا اور ان کی تنخواہ /۱۵۰۰ روپے ماہوار مقرر ہوئی اور اس کے ساتھ آپ کو مجلس مالگواری کا رکن بھی منتخب کیا گیا اور بعد میں آپ کو ”حیدر آباد ہائی کورٹ“ کا جج بنا دیا گیا۔ ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں آپ ریٹائر ہو گئے۔

مولانا وحید الزماں قدرت کی طرف سے اچھا دل اور دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ حافظہ قوی تھا۔ بچپن سے ہی مطالعہ کا شوق تھا۔ قوی الحافظہ ہونے کی وجہ سے ۲۳ سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کی طرف توجہ کی اور ڈیڑھ سال میں قرآن مجید حفظ کر لیا اور اس کے بعد ہر سال رمضان میں نماز تراویح میں سنایا بھی کرتے تھے۔

ذکاوت اور ذہانت میں بہت ارفع و اعلیٰ تھے۔ مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی فرماتے ہیں۔

> میں اپنی تمام مرویات حدیثہ کی یعنی صحاح ستہ وغیرہ کی روایت کی اجازت مولوی وحید الزماں کو دیتا ہوں جو بڑے زیرک، نہایت روشن دماغ اور صائب

الرائے آدمی ہیں۔

مولانا وحید الزماں کو شعر و سخن کا بھی عمدہ ذوق تھا۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء میں جب آپ کی عمر ۳۰ سال تھی، انگریزی زبان کی تحصیل کی طرف توجہ کی اور ۶ ماہ میں اتنی استعداد پیدا کر لی کہ اپنا مافی الضمیر بخوبی ادا کر لیتے تھے۔ انہی ایام میں قانون کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔

اخلاق و عادات کے اعتبار سے مولانا وحید الزماں بہت بلند مرتبہ تھے۔ اخلاص اور حسن نیت ان کا جوہر خاص تھا۔ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دین اسلام کی خدمت میں گزرا۔ راست گوئی کے وصف سے بھی متصف تھے۔

مولانا وحید الزماں کا خاندان حنفی تھا۔ اس لئے اوائل عمر میں حنفی المذہب تھے لیکن اپنے برادر اکبر مولانا بدیع الزماں کی صحبت سے مسلک اہلحدیث قبول کر لیا۔

تصانیف

مولانا وحید الزماں ایک کامیاب مصنف تھے۔ ان کا طرز تحریر بہت عمدہ تھا۔ عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے دین اسلام کی خدمت کا کام لیا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ شغف تھا۔

آپ کی تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ علامات موت (رسالہ قبریہ کا اردو ترجمہ)

۲۔ نور الہدایہ ترجمہ شرح الوقایہ

۳۔ احسن الفوائد فی تخریج احادیث شرح العقائد (عربی)

۴۔ اشراق الابصار فی تخریج احادیث نور الانوار (عربی)

۵۔ الحاشیہ الوحیدیہ علی الحاشیہ الزاہدیہ (عربی)

۶۔ الانتباہ علی الاستواء (عربی)

۷۔ کشف المغطا من الموطا (مؤطا امام مالک کا اردو ترجمہ)

۸۔ الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد

۹۔ روض الربی من ترجمۃ المجتبیٰ (سنن نسائی کا ترجمہ)
۱۰۔ المعلم ترجمہ صحیح مسلم
۱۱۔ تسہیل القاری ترجمہ صحیح بخاری (۵ پارے)
۱۲۔ رفع العجاجہ ترجمہ سنن ابن ماجہ
۱۳۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری (مکمل)
۱۴۔ تبویب القرآن لضبط مضامین قرآن
۱۵۔ تقریر دلپذیر ہندو مسلمان
۱۶۔ رپورٹ لوکل فنڈ ممالک محروسہ سرکار نظام
۱۷۔ اسرار اللغۃ
۱۸۔ المشرب الوردی من الفقہ المحمدی (عربی)(۵ جلد)
۱۹۔ ترجمہ قرآن مجید (مکمل)
۲۰۔ فتاویٰ بے نظیر یعنی مثل ”آنحضرت بشیر و نذیر“
۲۱۔ تشریح الحج والزیارۃ
۲۲۔ قواعد محمدی
۲۳۔ عقیدہ اہل سنت
۲۴۔ موضح الفرقان مع تفسیر وحیدی
۲۵۔ ہدیۃ المہدی من فقہ المحمدی (عربی)(۳ جلد)
۲۶۔ تذکرۃ الوحید
۲۷۔ کنز الحقائق فی فقہ خیر الخلائق (عربی)
۲۸۔ الہدایہ الملقب بہ اصلاح الہدایہ وتصحیح الروایہ (عربی)(۷ جلد)
۲۹۔ وحید اللغات (۲۷ جلد)
۳۰۔ وظیفہ نبی باوراد وحیدی
۳۱۔ تصحیح کنز العمال (عربی)
۳۲۔ نزل الابرار من فقہ النبی المختار (عربی)(۲ جلد)

۳۳۔ راہ نجات

۳۴۔ مجموعہ قوانین مالی سرکار نظام

۳۵۔ مضامین سبعہ رسالہ علم نسواں

۳۶۔ فنون بے نظیر

۳۷۔ جائز الشعوذی ترجمہ جامع الترمذی

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا وحید الزماں کی (۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

موضح القرآن مع تفسیر وحیدی

یہ قرآن مجید کا بین السطور ترجمہ اور تفسیر ہے۔ اس میں آیات کی تشریح اور شان نزول بھی بیان کیا ہے اور یہ تفسیر سلفی عقائد کی صحیح ترجمانی کرتی ہے اور اس کے ساتھ اس تفسیر میں تاویلات کو نشانہ تنقید بنایا ہے۔ فوائد میں مسلک اہلحدیث کی تائید کی گئی ہے۔ آخر میں لغات القرآن کے عنوان سے مشکل الفاظ کے مطالب بیان کئے ہیں اور ابتداء میں دیباچہ کے زیر عنوان ضروری امور کی وضاحت فرمائی ہے۔ یہ تفسیر ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔

تبویب القرآن لضبط مضامین القرآن مع حواشی تفسیر وحیدی

اس کتاب میں صفحات کے دو کالم ہیں۔ ایک میں آیات، دوسرے میں ان کا ترجمہ درج ہے اور نیچے تفسیر وحیدی کے حواشی درج ہیں۔ اس کے بعد ہر مضمون سے متعلق آیات اکٹھی کر دی گئی ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار مطبع احمدی لاہور سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

عقیدہ اہل سنت

اس رسالہ میں مسلک اہلحدیث کو واضح کیا گیا ہے اور متاخرین و متکلمین کے مسلک

تاویل پر سخت تنقید کی ہے۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں بنگلور سے شائع ہوا۔

وحید اللغات

یہ اردو زبان میں حدیث کی بڑی جامع لغت ہے اور ۲۸ جلدوں میں ہے۔ مصنف علام نے اس کتاب کی ترتیب و تدوین میں مشہور و مستند عربی لغاتوں نہایہ ابن اثیر، مجمع البحار، قاموس المحیط، منتہی الادب، مجمع البحرین، لسان العرب اور کئی دوسری مستند کتابوں سے مدد لی ہے۔

یہ مکمل کتاب ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء میں بنگلور سے شائع ہوئی۔

تصحیح کنز العمال

مولانا وحید الزماں کا سب سے عظیم علمی کارنامہ شیخ علاؤ الدین علی متقی کی مشہور تصنیف کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کی تصحیح ہے۔ یہ کتاب ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن نے شائع کی۔

وفات

مولانا وحید الزماں کی آخری خواہش تھی کہ میرا انتقال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر مدینہ منورہ میں ہو لیکن مدینہ منورہ جانے کے راستے جنگ عظیم کی وجہ سے مسدود تھے۔ آپ حیدر آباد دکن سے بتاریخ ۳ رمضان ۱۳۳۶ھ/ ۲۳ جون ۱۹۱۸ء کو وقار آباد تشریف لے گئے اور اپنی کتاب "تذکرۃ الوحید" پر نظر ثانی کی۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ/ ۱۴ فروری ۱۹۱۹ء کو آپ کی علالت کا آغاز ہوا اور دن بدن کمزور ہونا شروع ہو گئے۔ دوران علالت آپ کے صاحبزادہ محمد محسن کا ۶ شعبان ۱۳۳۸ھ/ ۲۶ اپریل ۱۹۲۰ء کو انتقال ہو گیا جس سے سخت صدمہ پہنچا۔ اس واقعہ کے ۱۹ دن بعد ۲۵ شعبان ۱۳۳۸ھ/ ۱۵ مئی ۱۹۲۰ء کو اپنے فرزند ڈاکٹر محمد اشرف کی کوٹھی "آصف نگر" میں انتقال کیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

☆☆☆

(۱۱)

عبدالسلام مبارکپوریؒ

مولانا عبدالسلام مبارک پوری صحیح معنوں میں ایک عالم علوم کے مدرس تھے۔

(ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ)

مولانا عبدالسلام بے نظیر مدرس اور بے مثل عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اچھے مصنف وادیب اور مورخ ونقاد تھے۔

(حبیب الرحمان قاسمیؒ)

عبدالسلام مبارکپوریؒ

۱۲۸۲ھ............۱۳۴۲ھ

۱۸۶۵ء............۱۹۲۴ء

ضلع اعظم گڑھ میں جو نامور علماء پیدا ہوئے اور جنہوں نے علم و دین کی بیش بہا خدمت کر کے برصغیر میں اپنا نام پیدا کیا، ان میں ضلع اعظم گڑھ کی تحصیل مبارک پور کے مولانا عبدالسلام بھی شامل ہیں۔ مولوی اقبال احمد سہیل نے ایک شعر میں ضلع اعظم گڑھ کے علماء کے بارے میں فرمایا ہے۔

اس خطہ اعظم گڑھ پہ مگر فیضان تجلی ہے یکسر
جو ذرہ یہاں سے اٹھتا ہے، وہ نیر اعظم ہوتا ہے

مولانا عبدالسلام ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء میں مبارکپوز میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام میاں خان محمد تھا۔ آپ نے جن اساتذہ کرام سے جملہ علوم اسلامیہ میں تعلیم حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

حافظ عبدالرحیم مبارکپوریؒ
مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوریؒ
مولانا حافظ عبداللہ محدث مبارکپوریؒ
مولانا عبدالحق ولایتیؒ
مولانا قاضی محمد مچھلی شہریؒ
شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ
علامہ شیخ حسین بن محسن انصاریؒ

طب کی تعلیم حکیم عبدالولی بن حکیم عبدالعلی لکھنوی سے حاصل کی۔

تکمیل تعلیم کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور صوبہ یوپی (اتر پردیش) کے مختلف شہروں میں تدریس فرمائی۔ آپ نے جن دینی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

مدرسہ صادق پور پٹنہ = ۱۵ سال
مدرس فیض عام مئو = ۳ سال
مدرسہ بوڈھیا ضلع گونڈہ = ۴ سال
دارالحدیث رحمانیہ دہلی = اپنے انتقال ۱۹۲۴ء تک۔

مولانا عبدالسلام مشہور عالم دین تھے جنہوں نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے ساتھ حکمت و طبابت میں زندگی بسر کی۔ آپ ایک بے نظیر مدرس اور بے مثل عالم ہونے کے ساتھ نہایت اچھے مصنف و ادیب اور مورخ و نقاد تھے۔ تاریخ نویسی اور تذکرہ نگاری میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اخبار اہلحدیث امرتسر میں جو سلسلہ تراجم علمائے اہلحدیث شروع کیا (یعنی ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء تا ۱۷ اگست ۱۹۲۲ء) اس عرصہ میں ۸۲ علمائے اہلحدیث کے حالات شائع ہوئے۔ ان میں ۲۹ علمائے اہلحدیث کے کے حالات مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے لکھے تھے۔ بقیہ ۵۳ علمائے اہلحدیث کے حالات دوسرے کئی علمائے کرام نے قلمبند کئے تھے۔

مولانا عبدالسلام کی ساری زندگی تدریس میں بسر ہوئی۔ اس لئے ان کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں ہے۔ مشہور تلامذہ میں آپ کے صاحبزادگان عالی مقام شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحب اور مولانا عبیدالرحمان مبارکپوری شامل ہیں۔

تصانیف

مولانا عبدالسلام مبارکپوری تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں تحقیق و تدقیق پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ آپ نے جو کتابیں لکھیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ اثبات الاجازہ لتکرار صلوٰۃ الجنازہ

۲۔ اسلامی تمدن

۳۔ تصوف

۴۔ سیرۃ البخاری

۵۔ تاریخ السنوال والہلہ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالسلام مبارکپوری کی (۲) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

اثبات الاجازۃ لتکرار صلوٰۃ الجنازہ

اس رسالہ میں تکرار نماز جنازہ کا ثبوت احادیث صحیحہ اور آثار صحابہؓ سے دیا گیا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا بھی جواب دیا گیا ہے۔

یہ رسالہ پہلی بار ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء میں پٹنہ سے شائع ہوا۔

سیرت البخاری

یہ مولانا عبدالسلام مبارکپوری کی مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب میں امام محمد بن اسماعیل بخاری کی سوانح حیات نیز ان کی عدیم المثال کتاب ''الجامع الصحیح البخاری'' کی خصوصیات و شروح پر مفصل بحث کرتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی کی کتاب ''سیرۃ النعمان'' پر بھی تنقید کی گئی ہے۔

مولانا عبدالسلام نے یہ کتاب صاحب عون المعبود مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ کی تحریک پر لکھی۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ ڈاکٹر عبدالعلیم بستوی نے کیا ہے جو ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۷ھ میں جامعہ سلفیہ بنارس نے شائع کی۔

وفات

مولانا عبدالسلام دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں مدرس تھے۔ چہل قدمی کے لئے مدرسہ

سے نکلے اور گھنٹہ گھر کے قریب ایک بدلگام گھوڑے کے نیچے دب کر واصل بحق ہوئے۔ یہ حادثہ فاجعہ ۱۰ رجب ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۲۴ء کو پیش آیا۔ نعش مبارکپور لے جائی گئی اور اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔

اللھم اغفرلہ و رحمہ

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ اخبار اہلحدیث امرتسر (۳۰ رجب ۱۳۴۲ھ) میں لکھا۔

آہ! مولانا عبدالسلام مرحوم

مولانا موصوف صحیح معنوں میں ایک عالم علوم کے مدرس تھے۔ مدرسین کی تلاش میں جب نظر پڑتی تو آپ پر ہی پہلے پڑتی۔

☆☆☆

(۱۴)

عبدالحلیم شررؒ

جامع العلوم بزرگ تھے۔ حدیث میں نظر کا یہ شہرہ تھا کہ علماء آپ سے اس فن میں استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔

قرابت داروں اور دوستوں کی مالی اعانت دن رات ان کا مشغلہ تھا۔

(ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی)

ہفت زبان عالم تھے۔

(حکیم عبداللطیف فلسفی)

عبدالحلیم شررؒ

۱۲۷۶ھ............۱۳۴۵ھ

۱۸۶۰ء............۱۹۲۶ء

مولانا عبدالحلیم شرر نامور عالم دین، مورخ، ناول نگار اور بلند مرتبہ صحافی اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ تحقیق وتدقیق میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ تمام علوم دینیہ پر ان کو مکمل دستگاہ حاصل تھی۔ علم حدیث میں ان کی ژرف نگاہی مسلم تھی۔ علمائے کرام آپ سے حدیث میں استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ جامع العلوم تھے۔ طب اسلامی سے بھی ان کو خاص شغف تھا۔ حکیم عبداللطیف فلسفی مرحوم لکھتے ہیں۔

> علوم میں تبحر یہ تھا کہ میں اکثر مسائل طب میں آپ سے گفتگو کرتا اور اس کا ہمیشہ آرزو مند رہا کہ مولانا کبھی تو میرے سوال کے جواب میں عاجز آ سکیں۔ مگر تعجب ہے کہ طب میں عدم مزاولت کے باوجود بھی کبھی کسی اور مسئلہ میں ان کی طرف سے سہو علم نہ پایا حتیٰ کہ میں نے اپنی طبی تصنیف ''ہماری سائنٹفک طب یونانی'' میں کئی مسائل میں مرحوم سے استفادہ کیا۔

مولانا عبدالحلیم شرر کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا تھا کہ آپ آٹھ زبانوں کے ماہر تھے۔ عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، جرمن، فرنچ، اطالوی۔ اور اردو تو ان کے گھر کی چھڑی تھی اور ان کی دست نگر تھی۔ سنسکرت کا بھی مطالعہ شروع کیا تھا۔

مولانا شرر کو عربی ادب سے بھی لگاؤ تھا۔ انہوں نے تمام علوم کی کتابیں پڑھی تھیں۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے نامور عالم تھے۔ اگر حدیث کی مسند بچھاتے تو دنیا میں نام پیدا کرتے لیکن ان کی شہرت اردو زبان کی خدمت کی وجہ سے ہوئی۔ ان کے احسان سے دنیائے ادب کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی اور نہ ہوگی۔ جن اہل قلم حضرات نے اردو میں ناول نویسی کی طرح ڈالی،

مولانا شرر ان کی صف اول میں نظر آتے ہیں۔

مولانا عبدالحلیم شرر نے ناول نویسی کیوں اختیار کی؟

صاحب تراجم علمائے حدیث ہند لکھتے ہیں

جب مسلمانوں کے اقبال و دولت کے ساتھ ان کے خصائص بھی مٹنے لگے، خود بے خبر اور اغیار طعنہ زن۔ تاریخ کے اوراق ان کی بہادری، غرباء پروری اور عفت شعاری کے واقعات سے مزین مگر سننے والے طرز کہن سے بیزار۔ اب اگر انہوں نے

عجمی خم ہے تو کیا، مے تو حجازی ہے میری
نغمہ ہندی ہے تو کیا، لے تو حجازی ہے میری

کے مطابق ذوق محفل کو ملحوظ رکھتے ہوئے یوں داستان غم بیان کر دی تو یہ بھی وقت کی ضرورت تھی۔

مولانا عبدالحلیم شرر ۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام تفضل حسین تھا۔ نسباً عباسی و ہاشمی تھے اور ان کا سلسلہ نسب امین الرشید تک منتہی ہوتا ہے۔ ان کا خاندان دولت عباسیہ کے دور میں عرب سے عراق آ کر آباد ہو گیا۔ پھر عراق چھوڑ کر ہرات آ گیا۔ اس کے بعد سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں ہرات سے آ کر ہندوستان میں آباد ہو گیا۔ مولانا شرر کے والد کے دادا مولوی نظام الدین نے لکھنؤ میں سکونت اختیار کی۔

مولانا شرر کی تعلیم کا آغاز (۵) سال کی عمر میں ہوا۔ ان کے پہلے استاد محمد حفیظ الدین تھے جو ان کے نانا کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان دنوں شرر کے والد تفضل حسین کلکتہ میں مقیم تھے۔ ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۰ء میں ان کے والد انہیں لکھنؤ سے کلکتہ لے گئے۔

کلکتہ میں آپ نے حافظ الٰہی بخش سے قرآن مجید پڑھا اور فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد سے پڑھیں۔

مولانا شرر نے مختلف علوم وفنون میں جن اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مرزا محمد علی شیعی لکھنوی

مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی

مفتی عباس بن علی شیعی

حکیم محمد مسیح (ان سے طب کی تعلیم حاصل کی)

حدیث کی تحصیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی سے کی۔ قیام دہلی میں آپ سرسید احمد خان سے بھی ملتے رہے۔

فراغت تعلیم کے بعد لکھنؤ واپس آئے اور فکر معاش دامن گیر ہوئی۔ مولانا عبدالحی بن عبدالحلیم لکھنوی کی سفارش پر مطبع نولکشور لکھنؤ میں مسودات کی تصحیح پر مامور ہوئے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد منشی نولکشور نے آپ کو اودھ اخبار میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر ملازم کرادیا اور ان کی تنخواہ ۳۰/- روپے مقرر ہوئی۔

اودھ اخبار میں بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر ان کا تقرر ۱۸۸۱ء/ ۱۲۹۸ھ میں ہوا۔

اودھ اخبار میں آپ نے مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ آپ نے ایک مضمون "روح" کے عنوان سے لکھا جس کو سرسید احمد خاں نے بہت پسند کیا اور منشی نولکشور کو خط لکھا کہ

> اودھ اخبار میں "روح" پر جو مضمون چھپا ہے، بہت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ میں اپنی تفسیر میں اس کے چند خیالات کو لینا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ان صاحب سے جن کا وہ مضمون ہو، مجھے اخذ کرنے کی اجازت دلوا دیجئے۔

منشی نولکشور نے مولانا شرر سے دریافت کر کے سرسید کو ان کی خواہش کے مطابق اجازت دے دی۔

بحیثیت صحافی

مولانا عبدالحلیم شرر نے وقتاً فوقتاً جو رسائل جاری کئے، ان کی تفصیل یہ ہے۔

ہفت روزہ "محشر" لکھنؤ

ماہنامہ دلگداز لکھنؤ

ماہنامہ اتحاد لکھنؤ

ماہنامہ مہذب لکھنؤ

ماہنامہ عصمت لکھنؤ

ماہنامہ تصوف لکھنؤ

ان رسائل میں ماہنامہ ''دلگداز'' زیادہ عرصہ جاری رہا۔ یہ رسالہ ادبی تھا اور ۱۸۸۶ء/۱۳۰۳ھ میں جاری ہوا تھا اور اس کی تحریک مولوی بشیر الدین مالک و ایڈیٹر ماہنامہ ''البشیر'' اٹاوہ نے کی تھی۔

سیرت

اخلاق و عادات کے اعتبار سے مولانا شرر بہت بلند مرتبہ تھے۔ ہر ادنیٰ اور اعلیٰ سے مساوی سلوک کرتے تھے۔ ساری عمر کسی سے زیادتی نہیں کی۔ اگر ان سے کسی نے زیادتی کی تو درگزر کیا۔

مولانا شرر جامع العلوم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست سے نوازا تھا۔ بڑی خوبیوں کے مالک انسان تھے۔ بڑے عزم و ہمت والے تھے۔ حق بات کہنے سے ان کو سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہ تھا۔

ان کے مشہور ناول ''دیار حرام پور کے اسرار'' کی وجہ تصنیف سب پر عیاں ہے۔ ان کی اشاعت سے پہلے ان کو دس ہزار روپے کی پیشکش کی گئی کہ اس ناول کو شائع نہ کیا جائے لیکن آپ نے پائے استغناء سے ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد ان کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں لیکن آپ گھبرائے نہیں اور نہ ہی ان کے پائے استقلال میں لغزش آئی اور آخر آپ نے یہ ناول شائع کر دیا۔

تصانیف

مولانا عبدالحلیم شرر نے مختلف موضوعات پر جو کتابیں لکھیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کرامات

۱۔ الحکم الرفاعیہ

علم وعلماء

۲۔ معیار زندگی

عقائد

۳۔ ترجمہ کتاب التوحید امام محمد بن عبدالوہاب نجدی

سیرت نبوی

۴۔ ولادت سرور عالمؐ

سوانح

۵۔ ذوالنورین
۶۔ ثانی اثنین
۷۔ ابوالحسین
۸۔ سکینہ بنت حسین
۹۔ جنید بغدادی
۱۰۔ خواجہ معین الدین چشتی
۱۱۔ جانِ عالم
۱۲۔ اسلامی سوانح عمریاں
۱۳۔ ناموران عالم یعنی گروہ مشاہیر
۱۴۔ شاہکار شرر
۱۵۔ افسانہ قیس
۱۶۔ سرسید کی دینی برکتیں
۱۷۔ آغانی صاحب
۱۸۔ مخدرات
۱۹۔ ابوبکر شبلی
۲۰۔ قرۃ العین
۲۱۔ سیر علماء
۲۲۔ سیر نسواں
۲۳۔ مخدرات تیموریہ
۲۴۔ سوانح عمری
۲۵۔ صد پارہ دل یعنی تذکرہ مشاہیر اسلام

تاریخ

۲۶۔ اصلاح قوم وملت
۲۷۔ تاریخ بغداد
۲۸۔ مصر قدیم
۲۹۔ تاریخ سندھ (۲ جلد)
۳۰۔ صقلیہ میں اسلام
۳۱۔ مضامین شرر
۳۲۔ تاریخ اسلام (۲ جلد)

سفرنامہ

۳۳۔ سفرنامہ امام شافعیؒ

نظم

۳۴۔ مقالات شرر ۳۵۔ شب غم
۳۶۔ شب وصل ۳۷۔ زمانہ اور اسلام

ناول

۳۸۔ دیار حرام پور ۳۹۔ خوفناک محبت
۴۰۔ آغا صادق کی شادی ۴۱۔ بدر النساء اور اس کی مصیبت
۴۲۔ حسن کا ڈاکو (۲ جلد) ۴۳۔ طاہرہ
۴۴۔ دلچسپ (۲ جلد) ۴۵۔ دلکش کامل
۴۶۔ شہید وفا ۴۷۔ انسانسو
۴۸۔ حلیۃ العذرا ۴۹۔ زوال بغداد
۵۰۔ بابک خرمی (۲ جلد) ۵۱۔ شیریں
۵۲۔ حسن بن صباح ۵۳۔ ملک العزیز اور ورجنا
۵۴۔ فلپانا ۵۵۔ ایام عرب (۲ جلد)
۵۶۔ فردوس بریں ۵۷۔ منصور اور مونیا
۵۸۔ حروب صلیبیہ ۵۹۔ جویائے حق (۲ جلد)
۶۰۔ حسن انجلینا ۶۱۔ درگیش نندنی
۶۲۔ فتح اندلس ۶۳۔ ماہ ملک
۶۴۔ یوسف اور نجمہ ۶۵۔ مفتوح فاتح
۶۶۔ رومتہ الکبریٰ ۶۷۔ قیس اور لیلیٰ
۶۸۔ لعبت چین ۶۹۔ مقدس نازنین
۷۰۔ شوقین ملکہ ۷۱۔ مینا بازار

۷۲۔ نیکی کا پھل
۷۳۔ عزیزۂ مصر
۷۴۔ ملکہ زنوبیہ
۷۵۔ اسیری بابل (منظوم)
۷۶۔ میوہ تلخ
۷۷۔ غیب داں دلہن
۷۸۔ پردہ راز
۷۹۔ جاریہ عرب

تردید عیسائیت

۸۰۔ مضامین شرر (۳ جلد)
۸۱۔ مسیح اور مسیحیت (۲ جلد)

ہندو مذہب کی تردید

۸۲۔ اسلام کا قانون وراثت

اسلامی فرقے

۸۳۔ معتزلہ اور ان کا عروج و زوال

متفرقات

۸۴۔ ہندوستان کی موسیقی
۸۵۔ اردو سے ہندوؤں کا تعلق

استدراک

۸۶۔ تاریخ خلافت

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا شرر کی (۶) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

مضامین شرر

یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔

ان میں مولانا شرر کے مختلف مضامین کو جمع کیا گیا ہے۔ اس میں ایک مضمون ۸ ویں صدی ہجری کے مشہور سیاح ابن بطوطہ سے متعلق ہے جس میں اس کے لکھے ہوئے بعض تاریخی واقعات پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا مضمون مسیحیت کے فرقوں کے متعلق ہے جن پر مولانا شرر نے سیر حاصل بحث کی ہے۔

یہ کتاب لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

مسیح اور مسیحیت

یہ کتاب ۲ جلدوں میں ہے۔ اس کتاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں مورخین یہود و نصاریٰ اور مسلمان کے اقوال جمع کر کے اس پر تبصرہ کیا گیا ہے اور دلائل سے یہود و نصاریٰ مورخین کے اقوال کی تردید کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۳۱ء/ ۱۳۵۰ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

معتزلہ اور ان کا عروج و زوال

اس کتاب میں مولانا شرر نے معتزلہ کی تاریخ اور ان کے عروج و زوال کی مکمل تاریخ بیان کی ہے اور ان کے عقائد پر بھی بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ فلسفہ کی آمیزش نے ان کو کس قدر بہکا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ یہ کتاب مطبع دلگداز لکھنؤ نے شائع کی۔ سن اشاعت ندارد۔

تاریخ خلافت

اس رسالہ میں خلافت اسلامیہ کے مختصراً حالات قلمبند کیے ہیں۔ ۱۹۳۰ء/ ۱۳۴۹ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوا۔

الحکم الرفاعیہ

اس کتاب میں مصنف نے اولیائے رحمان اور اولیائے شیطان کی پہچان کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر کوئی انسان ہوا میں اڑے یا پانی اور آگ پر چلے تو یہ کام اس کے کرامات اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک کہ اس کا فعل و عمل قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو۔ یہ کتاب ۱۹۱۶ء/ ۱۳۳۴ھ لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

ترجمہ کتاب التوحید

کتاب التوحید امام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی تصنیف ہے۔ مولانا شرر نے اس کا ترجمہ اپنے زمانہ قیام دہلی جب وہ حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی سے حدیث پڑھ رہے تھے، کیا تھا۔ اس کتاب میں توحید الٰہی کی حقیقت اور علامات شرک کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی۔

وفات

مولانا شرر نے ۷۶ سال کی عمر میں یکم جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ/ ۷ دسمبر ۱۹۲۶ء لکھنؤ میں وفات پائی۔

☆☆☆

(۱۴)

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

انسانوں میں اگر فرشتہ ہو سکتا ہے تو اس کا نام علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ہوگا۔ (دیوان سنگھ مفتون)

قاضی محمد سلیمان کا شمار ان مبلغین میں ہوتا ہے جنہوں نے ساری زندگی اپنی تقریر کا معاوضہ طلب نہیں کیا اور نہ ہی سفر خرچ وصول کیا۔

(حکیم محمد عبداللہ جہانیاں منڈیؒ)

علم وعمل، زہد و کمال اور فضل و ورع دونوں کے جامع تھے اور علوم دین کے مبصر عالم تھے۔ (سید سلیمان ندویؒ)

قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

۱۲۸۲ھ............۱۳۴۹اس

۱۸۶۶ء............۱۹۳۰ء

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کا شمار سرآمد روزگار شخصیات میں ہوتا ہے۔ آپ عبقری تھے، آپ علوم اسلامیہ کا بحر ذخار تھے، وسیع المطالعہ، وسیع المعلومات اور وسیع العلم تھے، اتباع سنت، تقویٰ وطہارت، حفظ وضبط، عدالت وثقاہت، امانت ودیانت، زہد وورع، تبحر علم، وسعت نظر اور کتاب وسنت کی تفسیر وتعبیر میں یگانہ عہد تھے۔ ان کی مثال اس سمندر کی تھی جس کے اوپر کی سطح ساکن لیکن اندر کی سطح موتیوں کے گرانقدر خزانہ سے معمور۔ ان کی ساری زندگی دین اسلام کی نشر واشاعت، توحید الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی وترویج، شرک وبدعت اور ادیان باطلہ کی تردید وتوبیخ میں بسر ہوئی۔

قاضی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوت حافظہ سے سرفراز فرمایا تھا۔ وہ قوی الحافظہ تھے اور کثرت حفظ میں بے مثال تھے۔ علوم قرآن وحدیث کے حافظ، نکتہ شناس، تاریخ کے رازداں، علم وادب میں بلند پایہ، معقولات ومنقولات کے ماہر، شعر وسخن سے بہرہ مند، فلسفہ اور منطق سے آشنا، عربی، فارسی، انگریزی زبانوں پر مکمل عبور اور اردو تو ان کے گھر کی چھڑی تھی۔

قاضی صاحب اخلاق وعادات کے اعتبار سے متواضع، مخلص، بااخلاق، باکردار، عابد وزاہد، حلیم الطبع، ملنسار، شرافت کا مجسمہ اور شب زندہ دار تھے۔

سردار دیوان سنگھ مفتون لکھتے ہیں کہ

> انسانوں میں اگر فرشتہ ہوسکتا ہے تو اس کا نام علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ہوگا۔

قاضی صاحب تحریر وتقریر اور وعظ وتبلیغ میں یگانہ عہد تھے۔ ان کا وعظ بڑا جامع، مدلل اور

معلومات سے پر ہوتا تھا اور ان کے وعظ میں بڑا اثر تھا۔ مولانا حکیم محمد عبداللہ آف جہانیاں منڈی لکھتے ہیں۔

مبلغین کی تین اقسام ہیں۔

(۱) پہلی قسم میں وہ مبلغین شامل ہیں جو تبلیغ کے مقدس فریضہ کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کرتے ہیں اور جہاں انہیں زیادہ رقم ملنے کی امید ہوتی ہے، وہاں اپنی خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں۔ ایسے مبلغین کے دل خلوص سے خالی ہوتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ ان کے وعظ محض لذت کی خاطر سنتے ہیں اور عبرت یا نصیحت کا کوئی نقش سامعین کے ذہنوں پر قائم نہیں ہوتا۔

(۲) دوسری قسم مبلغین کی یہ ہے جو اپنی تقریر کا معاوضہ تو ضرور لیتے ہیں مگر اس میں کسی قسم کی سودے بازی نہیں کرتے۔ جو مل گیا، اس کو غنیمت جانا۔ ایسے مبلغین کے مواعظ کا کچھ ضرور اثر ہوتا ہے۔

(۳) تیسری قسم مبلغین کے ان عالی ظرف حضرات کی ہے جو اپنی تبلیغ کا کبھی معاوضہ طلب نہیں کرتے اور کسی ٹیکس کو قبول نہیں کرتے۔ حتیٰ کہ سفر خرچ اور کرایہ آمدورفت بھی وصول نہیں کرتے۔ ان حضرات کی بے نفسی اور خلوص ان کے کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ ایسے مبلغین کی تقاریر و مواعظ میں اثر ہوتا ہے۔ سامعین ان کی تقاریر بڑے ذوق وشوق سے سنتے ہیں اور پہلی دو قسم کے مبلغین کے مقابلہ میں ان کا بہت زیادہ ادب و احترام کیا جاتا ہے۔

قاضی صاحب تیسری قسم کے مبلغین میں شامل تھے۔ انہوں نے ساری زندگی کبھی اپنی تقریر کا معاوضہ طلب نہیں کیا اور نہ ہی سفر خرچ وصول کیا۔ اس لئے ان کی تقریر بڑی جامع اور پراثر ہوتی تھی اور خلوص اور حقیقت بیانی کے جوہر سے مرصع ہوتی تھی اور ان کے نزدیک تقاریر کا معاوضہ قبول کرنا حرام تھا۔

قاضی صاحب تقاریر، وعظ و تبلیغ کے سلسلہ میں ملک کے دور دراز شہروں کا سفر کرتے تھے اور ہمیشہ اپنے عہدہ (سیشن جج) کے پیش نظر فرسٹ کلاس میں سفر کرتے تھے۔ اس لئے

آپ نے نہ کبھی کرایہ آمد و رفت قبول کیا اور نہ ہی سفری اخراجات وصول کیے۔

قاضی صاحب بلند پایہ عالم دین تھے۔ تمام علوم اسلامیہ میں عبور کامل تھا۔ ادیان باطلہ پر بھی ان کو مکمل دستگاہ حاصل تھی۔ فن مناظرہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ غازی محمود دھرم پال کو دوبارہ حلقہ بگوش اسلام کرنے میں بہت دخل تھا۔[1]

قاضی صاحب ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے۔ آپ اپنے فرائض منصبی نہایت دیانت داری سے انجام دیتے تھے۔ مہاراجہ پٹیالہ سکھ تھا لیکن قاضی صاحب کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا۔

قاضی صاحب علوم اسلامیہ کے متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے صاحب دل اور صاحب کرامات بھی تھے اور اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

اے اللہ میری قبر نہ ہو

اور یہ شعر اکثر ان کی زبان پر ہوتا تھا۔

تودۂ خاک کو مت جانیو تربت میری
میرا مرقد میرے احباب کے سینے ہوں گے

قاضی صاحب ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں دوبارہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آ رہے تھے کہ بحری جہاز میں انتقال کیا اور ان کی نعش سمندری لہروں کے حوالے کر دی گئی۔ مولانا سید اسماعیل غزنوی بھی اسی جہاز سے واپس آ رہے تھے۔ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حاجی ملک عبدالکریم (آف سوہدرہ) بیان کیا کرتے تھے کہ میں بھی اسی جہاز سے حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا اور مجھے قاضی صاحب کا جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب نماز جنازہ پڑھنے کے بعد قاضی صاحب کی نعش سمندری لہروں کے حوالہ کی

---

[1] غازی محمود دھرم پال نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ جو عالم میرے مقابلہ میں آیا شکست سے دوچار ہوا لیکن دو علمائے کرام کے آگے میں سرنگوں ہو گیا اور آخر ان دونوں علمائے کرام کے حسن سلوک سے میں دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور یہ دونوں علمائے کرام تھے۔ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہم اللہ اجمعین (عراقی)

گئی تو مچھلیاں قریب آ کر واپس ہو جاتی تھیں اور جہاں تک ہماری نگاہوں نے کام کیا، قاضی صاحب کی نعش سمندر میں جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ حالانکہ قاضی صاحب کے انتقال سے پہلے تین چار حاجیوں نے جہاز میں انتقال کیا اور جب ان کی نعشیں سمندری لہروں کے حوالہ کی گئیں تو مچھلیوں نے ان کو فوراً نگل لیا۔

قاضی صاحب کے انتقال پر علامہ سید سلیمان ندوی نے ”معارف“ میں لکھا۔

> وہ مشرقی فاضل جس کی موت پر آج ہم کو ماتم کرنا ہے، وہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری سابق جج پٹیالہ اور سیرت کی مشہور کتاب ”رحمۃ للعالمین“ کے مصنف ہیں۔ وہ علم و عمل، زہد و کمال اور فضل و ورع دونوں کے جامع تھے۔ روشن دل اور روشن دماغ تھے۔ ان کے جدید و قدیم دونوں خیالات حد اعتدال پر تھے۔ عربی زبان اور علم دین کے مبصر عالم تھے۔ توراۃ، انجیل پر فاضلانہ اور ناقدانہ نگاہ رکھتے تھے۔ غیر مسلموں سے مناظرہ کے شائق تھے مگر ان کے مناظرہ کا طرز سنجیدگی، متانت اور عالمانہ وقار کے ساتھ۔ مسلکا اہلحدیث تھے مگر اماموں اور مجتہدوں کی دل سے عزت اور ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی پوری قدر کرتے تھے۔
>
> وہ ندوۃ العلماء کے دیرینہ رکن تھے اور اسی وساطت سے ان سے تعارف ہوا اور تعارف نے باہمی انس و محبت کی صورت پیدا کر دی۔ جب مل جاتے، دیر تک ہم ذوقی کا لطف قائم رہتا۔ سیرۃ، جدید مناظرات و کلام اور محاسن اسلام کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو رہتی اور اسی لطف میں تھوڑی دیر کے لئے ہر چیز فراموش ہو جاتی۔
>
> ان کی مستقل تصانیف میں رحمۃ للعالمین، الجمال والکمال (تفسیر سورۂ یوسف) اور سفر نامہ حجاز (سبیل الرشاد) یادگار ہیں مگر سب سے زیادہ مقبولیت و شہرت ”رحمۃ للعالمین“ کو حاصل ہوئی۔ لوگوں نے بڑے ذوق و شوق سے پڑھا۔ خدا ”رحمۃ للعالمین“ کے مصنف کو رحمت عالم سے نوازے۔

قاضی صاحب کے والد کا نام احمد شاہ تھا جو بہت متقی اور پرہیز گار تھے۔ قاضی صاحب کا

سن ولادت ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء ہے اور ۱۳۴۹ھ/ جون ۱۹۳۰ء میں ان کا انتقال ہوا۔

تصانیف

قاضی صاحب بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، مورخ، صاحب تحقیق اور نامور مصنف تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ الجمال والکمال
۲۔ خصائص القرآن
۳۔ معراج المومنین
۴۔ خطبات سلمان
۵۔ سید البشر
۶۔ اسوہ حسنہ
۷۔ مہر نبوت
۸۔ رحمۃ للعالمین (۳ جلد)
۹۔ برہان
۱۰۔ استقامت
۱۱۔ علمی و تبلیغی خطوط
۱۲۔ مکاتیب سلمان
۱۳۔ شرح اسماء الحسنٰی
۱۴۔ رسالہ مسح جورب
۱۵۔ تبیان الاسلام
۱۶۔ خطبہ صدارت اہلحدیث کانفرنس آگرہ (مارچ ۱۹۲۷ء)
۱۷۔ تاریخ المشاہیر
۱۸۔ اصحاب بدر
۱۹۔ سبیل الرشاد (سفرنامہ حجاز)
۲۰۔ ایک پادری کے ۸ سوالوں کا جواب
۲۱۔ انجیلوں میں خدا کا بیٹا
۲۲۔ غایۃ المرام
۲۳۔ تائید الاسلام

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

قاضی صاحب کی (۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

الجمال والکمال

یہ کتاب سورہ یوسف کی مکمل تفسیر ہے۔ اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عربی

الفاظ کی تشریح اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کی جغرافیائی و سیاسی منظر بیان کیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۳۱ء/ ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوئی۔

رحمۃ للعالمین

یہ سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی مستند کتاب ہے۔ اہل علم کا متفقہ فیصلہ ہے کہ سیرت نبوی پر اس سے پہلے مستند کتاب نہیں لکھی گئی۔

اس کتاب کا عربی ترجمہ دارالسلفیہ بمبئی نے شائع کر دیا ہے۔ رحمۃ للعالمین پہلی بار ۱۹۱۱ء/ ۱۳۲۹ھ میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے۔

سبیل الرشاد

۱۹۲۳ء/ ۱۳۴۱ھ میں قاضی صاحب پہلی بار حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئے تو آپ نے سفرنامہ حجاز قلمبند کیا۔ اس کتاب میں حرمین شریفین کے حالات، احکام قربانی، آسمانی کتابوں کی پیش گوئیاں، حرمین شریفین کے جغرافیائی حالات، حج کے رموز و مقاصد، مدینہ طیبہ، مسجد نبویؐ اور خانہ کعبہ کے حالات تفصیل سے درج کئے ہیں۔ یہ کتاب ۱۹۲۴ء/ ۱۳۴۲ھ میں شائع ہوئی۔

غایۃ المرام

اس کتاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب متعلقہ دعاوی مسیحیت (فتح العلام اور توضیح المرام) کا جواب ہے اور رفع عیسیٰ الی السماء و نزول پر بڑی عالمانہ بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب ۱۸۹۱ء/ ۱۳۰۹ھ میں شائع ہوئی۔

تائید الاسلام

یہ کتاب مرزا قادیانی کی کتاب ''ازالۃ الاوہام'' کے بعض مباحث کا جواب ہے اور ''غایۃ المرام'' کا دوسرا حصہ ہے۔ ۱۸۹۸ء/ ۱۳۱۶ھ میں شائع ہوئی۔

(۱۴)

ابوالمکارم محمد علی مئوی

اپنے مسلک اہلحدیث میں سخت متشدد تھے۔ تقلید شخصی کے سخت مخالف تھے اور کسی صورت میں بھی اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ صاحب جائیداد و املاک تھے۔ اپنے خرچ پر بے شمار پکی مسجدیں تعمیر کرائیں اور بے مثال واعظ بھی تھے۔

(ابو یحیٰی امام خاں نوشہرویؒ)

ابوالمکارم محمد علی مئویؒ

۱۳۰۸ھ............۱۳۵۲ھ

۱۸۹۰ء............۱۹۳۳ء

مولانا محمد علی مئوی کا شمار برصغیر کے ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ اپنے مسلک اہلحدیث میں بہت زیادہ متشدد تھے اور تقلید شخصی کے سخت مخالف تھے اور اس کو کسی بھی صورت میں جائز نہیں سمجھتے تھے۔

۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۰ء میں مئو ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نامی مولانا فیض اللہ تھا جو علمائے فحول میں سے تھے اور مولانا سخاوت علی جون پوری سے مستفیض تھے۔

مولانا محمد علی نے اپنی تعلیم کا آغاز ملا حسام الدین سے کیا جو آپ کے والد مولانا فیض اللہ مئوی کے تربیت یافتہ تھے۔ ان سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد غازی پور تشریف لے گئے اور مدرسہ چشمۂ رحمت استاذ العلماء حضرت حافظ عبداللہ محدث غازی پوری سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ غازی پور میں تحصیل تعلیم کے بعد آپ دہلی تشریف لائے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور حدیث میں سند حاصل کی۔ طب، کی تعلیم مولانا حکیم سید عبدالحفیظ دہلوی اور حکیم اسماعیل بن عبدالعزیز لکھنوی سے حاصل کی۔

مولانا محمد علی جہاں علوم اسلامیہ کے متبحر عالم تھے، وہاں آپ کو طب میں بھی کمال حاصل تھا۔

علوم اسلامیہ اور طب میں تکمیل کے بعد اپنے وطن مئو تشریف لائے۔ صاحب جائداد و املاک تھے۔ اس لئے ذریعہ معاش تجارت کو بنایا۔ زیادہ تر عطر کا کاروبار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں خوب برکت دی اور خوب روپیہ کمایا۔ مساجد کی تعمیر کا بہت شوق تھا، اپنے خرچ سے مئو کے مضافات میں کئی پختہ مساجد تعمیر کرائیں۔ اس کے لئے دین اسلامیہ کی اشاعت کے

سلسلہ میں بڑی فراخدلی سے خرچ کرتے تھے۔

مولانا محمد علی مئوی بڑے بلند مرتبہ واعظ تھے۔ ان کا وعظ بڑا موثر ہوتا تھا اور لوگ بڑے ذوق وشوق سے ان کا وعظ سنتے تھے۔ علوم اسلامیہ پر عبور کامل تھا۔ تفسیر و حدیث میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ فقہ حنفی پر ان کی نظر وسیع تھی جس کا اندازہ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

مولانا محمد علی مئوی نے ۷ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء اپنے وطن مئو میں انتقال کیا۔

انا لله و انا اليه راجعون.

ان کے انتقال سے مئو میں جو رونق تھی، وہ سونی پڑ گئی۔ مولوی عبدالرحمان اعظمی نے آپ کے انتقال پر مادہ ہائے تاریخ نکالے یعنی

صاحب فضل ابوالمکارم
۱۳۵۳ھ
منہدم شد اساس ہمت و فضل
۱۹۳۳ء

تصانیف

مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی صاحب علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ ان کی زیادہ تر تصانیف تقلید شخصی کی تردید میں ہیں۔

آپ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ اقامۃ الدلائل عن سماع علقمۃ عن ابیہ وائل
۲۔ فراسۃ المؤمنین فی رد ہدایۃ المنکرین
۳۔ القول الماثور فی اثبات احادیث الصدور
۴۔ حقائق الاذہار فی جواب الاشتہار
۵۔ المشرب المختار بجواب لوامع الانوار

۶۔ الجواب الاصواب عن مسئلۃ الخطبۃ بغیر لسان العرب
۷۔ بشارۃ الوریٰ الی اقامۃ الجمعہ فی القریٰ
۸۔ القول الحلی بکل زین فی تائید مسئلہ رفع الیدین
۹۔ تدقیق الاصفیاء فی جواب تحقیق الاذکیا
۱۰۔ عمدۃ التحقیق فی اثبات الضحایا الی آخر ایام التشریق
۱۱۔ الابحاث السنیہ عن مقالہ المرضیہ
۱۲۔ المباحث العلمیہ بمتعلقہ بالابحاث السنیہ
۱۳۔ القول الماثور فی اثبات احادیث الصدور المقلب وقائق الاسرار فی رد حقائق الاخبار
۱۴۔ التعقب الحسن علی المولوی ظہیر احسن
۱۵۔ الجواب الاحسن عن کلام المستحسن
۱۶۔ افادات الحنفاء فی الکذابین والضعفاء
۱۷۔ عمدۃ القانون فی الرد علی خیر المامون
۱۸۔ التحقیق المختار
۱۹۔ بیاض بتائید تحقیق المختار
۲۰۔ الجواب السدید من مقالات اہل التقلید
۲۱۔ الجواب الاسنیٰ من مسئلۃ المصافحۃ بالید الیمنیٰ
۲۲۔ زینۃ الجیش عن خلافۃ القریش
۲۳۔ البحث القوی عن سیرۃ النبی
۲۴۔ حقیقت الصلوٰۃ
۲۵۔ الکوکب الدری فی رد الصلوٰۃ المشہور بالقضاء العمری
۲۶۔ اظہار الورد الذی صدر عن مولف کشف الستر
۲۷۔ المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار
۲۸۔ ہدایۃ الوریٰ الی اقامۃ الجمعہ فی القریٰ
۲۹۔ بیاض تائید الجواب الاصواب

۳۰۔ تحقیق الحسن فی اثبات القمیص فی الکفن

۳۱۔ مطلع القمرین فی تائید مسئلہ رفع الیدین

۳۲۔ الخیر الکثیر فی النکاح الصغیرۃ والصغیر

۳۳۔ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد

۳۴۔ کشف الخطاء عن مسئلہ العباء

۳۵۔ سفینہ ابوالمکارم

۳۶۔ الرد المجتبیٰ علی من احل فی الہند مسئلۃ الربا

۳۷۔ لوامع الانوار فی تائید دقائق الاسرار

۳۸۔ کشف الخطاء

۳۹۔ مجن المحمدیہ لرد رؤس الحنفیہ

۴۰۔ الجواب السدید لما اوردہ فی اوشحۃ الجید

۴۱۔ الاجوبۃ الفاخرہ الفاضلۃ فی الرد الرسائل العشرۃ الکاملۃ

۴۲۔ الرسالۃ العادلۃ فی رد المقالۃ الکاملۃ

۴۳۔ احسن المرام فی رد فوز الکرام

۴۴۔ تعزیرات محققانہ بجواب سوالات دوگانہ

۴۵۔ الروض الازہر فی منافع الدہن الاحمر

۴۶۔ نظم اللآلی فی احیاء اللیالی

۴۷۔ جواب سیرۃ النعمان مولفہ شبلی نعمانی

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی کی (۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

القول الماثور فی اثبات احادیث الصدور

اس رسالہ میں نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے

دیا گیا ہے۔

مطبوعہ سعید المطابع بنارس ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء

نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں مصنف علام کے دو اور رسائل بھی ہیں۔

۱۔ حقائق الازہار فی جواب الاشتہار
۲۔ المشرب المختار بجواب جامع الانوار

المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار

یہ کتاب مولوی ظہیر احسن شوق نیموی کی کتاب ”جامع الآثار فی اختصاص الجمعہ بالامصار“ کے جواب میں ہے، اس میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز ادا کرنا اسی طرح فرض ہے جس طرح شہروں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا فرض ہے۔

۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں مطبع سعید المطابع بنارس سے شائع ہوئی۔

ہدایۃ الوریٰ الی اقامۃ الجمعہ فی القریٰ

یہ کتاب مولانا رشید احمد گنگوہی کے رسالہ ”ہدایۃ الوریٰ“ کا جواب ہے۔ اس کتاب میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ دیہاتوں میں جمعہ کی نماز ادا کرنا فرض ہے۔ یہ کتاب ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰ء میں مطبع سعید المطابع بنارس سے شائع ہوئی۔

مجن المحمدیہ لرد رؤس الحنفیہ

یہ کتاب مولوی محمد عمر بلند شہری بریلوی کی کتاب ”رؤس الحنفیہ علی رؤس الوہابیہ“ کے جواب میں ہے۔ مولوی محمد عمر نے اپنی اس کتاب میں وضع الیدین تحت السرۃ کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کی تھی۔

محی السنۃ والا جاہی امیر الملک مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس بھوپال نے اس کتاب کو بہت پسند فرمایا کہ ازراہ قدردانی مولانا ابوالمکارم محمد علی کا تاحیات مبلغ تیس روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔

یہ کتاب ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۹ء میں مطبع سعید المطابع بنارس سے شائع ہوئی۔

البحث القوی عن سیرۃ النبیؐ

یہ رسالہ مولانا شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی کی جلد اول کے جواب میں ہے جس میں انہوں نے بعض احادیث کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

یہ رسالہ ۱۹۲۵ء/ ۱۳۴۴ھ مطبع شمس المطابع لکھنؤ سے شائع ہوا۔

☆☆☆

(۱۵)

عبدالرحمان مبارکپوریؒ

علم حدیث میں تبحر و امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ روایت کے ساتھ درایت کے مالک اور جملہ علوم آلیہ و عالیہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ اپنی تصنیفات میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ براہ راست عامل بالحدیث تھے۔

(حبیب الرحمان قاسمیؒ)

عبدالرحمان مبارکپوریؒ

۱۲۸۳ھ............۱۳۵۳ھ

۱۸۶۶ء............۱۹۳۵ء

ضلع اعظم گڑھ کے شہر مبارک پور نے جو نامور علماء پیدا کیے، ان میں ایک مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری بھی تھے جن کا شمار علمائے فحول میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے جن تلامذہ نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل کی، ان میں مولانا عبدالرحمان مبارکپوری بھی شامل ہیں۔ خدمت حدیث میں ان کی مشہور تصنیف جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی (عربی) ہے جس کو عالم اسلام کے نامور علماء نے خراج تحسین سے نوازا ہے اور یہ کتاب علمائے سلف اور محدثین کرام کی تصانیف کی ہمسری کرتی ہے۔

مولانا عبدالرحمان ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں مبارک پور کے محلہ صوفی پورہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حافظ عبدالرحیم تھا جو کہ ایک جید عالم دین تھے اور مولانا فیض اللہ مئوی اور ملا حسام الدین مئوی سے مستفیض تھے اور اس کے ساتھ طبیب حاذق بھی تھے۔

مولانا عبدالرحمان نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد حافظ عبدالرحیم سے کیا اور اس کے بعد جن اساتذہ کرام سے جملہ علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

حافظ عبدالرحیم مبارکپوریؒ

مولانا خدا بخش اعظم گڑھیؒ

مولانا محمد سلیم پھریاویؒ

مولانا سلامت اللہ جے راج پوریؒ

مولانا فیض اللہ مئویؒ

مولانا عبدالرحمان بے راج پوریؒ

مولانا قاضی محمد مچھلی شہریؒ

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ

مولانا محمد فاروق چڑیا کوٹیؒ

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ

فراغت تعلیم کے بعد اپنے وطن جا کر ''دارالتعلیم'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

اس کے بعد آپ نے مختلف اوقات میں جن دینی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، ان کے نام یہ ہیں۔

مدرسہ بلرام پور (گونڈہ)۔ اس مدرسہ میں کئی سال تک آپ تدریس فرماتے رہے۔

مدرسہ اللہ نگر (گونڈہ)۔ بلرام پور کے مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد اللہ نگر (گونڈہ) چلے گئے اور اس مدرسہ میں بھی آپ نے کئی سال تک تدریس فرمائی۔

مدرسہ سراج العلوم (گونڈہ)۔ اللہ نگر میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد مدرسہ سراج العلوم گونڈہ چلے آئے۔ اس مدرسہ میں بھی کچھ مدت درس و تدریس فرمائی۔

مدرسہ احمدیہ آرہ (مدراس)۔ مولانا عبدالرحمان جن دنوں مدرسہ سراج العلوم گونڈہ میں تدریس پر مامور تھے، تو انہی دنوں آپ کے استاد محترم مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری مدرسہ احمدیہ آرہ میں شیخ الحدیث تھے۔ انہوں نے آپ کو آرہ طلب کیا چنانچہ آپ اپنے استاد کے حکم پر آرہ تشریف لے گئے اور مدرسہ احمدیہ میں کئی سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی زمانہ میں آپ کی علمی شہرت کا چرچا پورے ہندوستان میں ہوا۔

مدرسہ دارالقرآن والسنۃ (کلکتہ)۔ مدرسہ احمدیہ آرہ میں تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے کہ مدرسہ دارالقرآن والسنہ کلکتہ کے ناظم نے مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری سے رابطہ کیا کہ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کو ہمارے مدرسہ میں بھیجا جائے چنانچہ حضرت محدث

غازی پوری نے آپ کو مدرسہ دار القرآن والسنہ کلکتہ بھیج دیا۔ اس مدرسہ میں مولانا مبارکپوری نے کافی عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ مولانا مبارکپوری کے تدریسی سفر کی یہ آخری منزل تھی۔ اس کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ ترک کیا اور تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔

تلامذہ

مولانا مبارکپوری کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔

مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ صاحب سیرۃ البخاری
مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ صاحب مرعاۃ المفاتیح
مولانا نذیر احمد رحمانیؒ صاحب اہلحدیث اور سیاست
مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلویؒ
علامہ شیخ ڈاکٹر محمد بن عبدالقادر تقی الدین الہلالی المراکشی
مولانا ابوالنعمان عبدالرحمان آزاد مئویؒ
مولانا امین احسن اصلاحیؒ صاحب تفسیر تدبر قرآن

مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے درس و تدریس سے حدیث میں کافی مہارت حاصل کر لی تھی۔ چنانچہ جب مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے سنن ابی داؤد کی شرح عون المعبود لکھنی شروع کی تو اس سلسلہ میں مولانا عبدالرحمان کی خدمات حاصل کیں۔ آپ ڈیانواں تشریف لے گئے اور ۴ سال تک مولانا عظیم آبادی کے ساتھ بطور معاون کام کیا۔

مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کے علم و فضل، تبحر علمی اور حدیث میں ان کی ژرف نگاہی کا علمائے کرام اور تذکرہ نگاروں نے اعتراف کیا۔

مولانا حبیب الرحمان قاسمی (دیوبندی) لکھتے ہیں کہ

مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل سے بھرپور نوازا۔ دقت نظر، جدت ذہن، ذکاوت طبع اور کثرت مطالعہ کے اوصاف، کمالات نے

آپ کو جامع شخصیت بنا دیا تھا۔ خاص طور سے علم حدیث میں تبحر و امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ روایت کے ساتھ درایت کے مالک اور جملہ علوم آلیہ و عالیہ میں یگانہ روزگار تھے۔ قوت حافظہ بھی خداداد تھی۔ بینائی سے محروم ہو جانے کے بعد درسی کتابوں کی عبارتیں زبانی پڑھا کرتے تھے اور ہر قسم کے فتاویٰ لکھوایا کرتے تھے۔ مولانا اپنی تصنیفات میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے، خاص طور پر احناف کے بارے میں نہایت شدید رویہ رکھتے تھے اور بڑی شد و مد سے اس کا رد کرتے تھے۔ یہ معاملہ صرف تصانیف کی حد تک تھا جو سراسر علمی و تحقیقی تھا۔ مولانا براہ راست عامل بالحدیث تھے۔ صفات باری تعالیٰ کے سلسلہ میں ''ماورد بہ الکتاب والسنۃ'' پر ایمان رکھتے تھے۔ تحفۃ الاحوذی میں اس سلسلہ میں ان کی خاص مختارات بھی ہیں۔

تصانیف

مولانا مبارکپوری صاحب علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند مرتبہ مصنف بھی تھے۔ عربی، فارسی اور اردو کے مایہ ناز ادیب تھے۔ ان کی تصانیف کی اہل علم و قلم نے بہت تعریف و توصیف کی ہے۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

١۔ تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی (عربی)
٢۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی (عربی)
٣۔ ابکار المنن تنقید آثار السنن (عربی)
٤۔ شرح کتاب العلل ترمذی (عربی)
٥۔ تحقیق الکلام فی وجوب القراۃ خلف الامام
٦۔ الدار المکنون فی تائید خیر الماعون
٧۔ ارشاد الہائم الی اخصا البہائم
٨۔ الوشاح الأبریزی فی حکم الدواء انکلیزی
٩۔ خیر الماعون فی منع الفرار من الطاعون

۱۰۔ المقالۃ الحسنٰی فی سنیۃ المصافحۃ بالیمنیٰ

۱۱۔ نور الابصار فی اقامۃ الجمعۃ فی القریٰ

۱۲۔ ضیاء الابصار

ضیاء الابصار (فی تائید نور الابصار)

۱۳۔ تنویر الابصار

۱۴۔ القول السدید فی ما یتعلق بتکبیرات السعید

۱۵۔ کتاب الجنائز

۱۶۔ اعلام اہل الزمن من تبصرہ آثار السنن

۱۷۔ الکلمۃ الحسنٰی فی تائید المقالۃ الحسنٰی

۱۸۔ رسالہ حکم دعا بعد صلوٰۃ مکتوبہ

۱۹۔ رسالہ عشر

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا مبارکپوری کی (۷) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی

یہ شرح عربی زبان میں ہے اور ۴ جلدوں میں ہے۔ یہ شرح بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔ علمائے اسلام نے بھی اس کی تعریف وتوصیف کی ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری اس شرح کی تالیف میں مولانا مبارکپوری کے معاون رہے ہیں۔ وہ اس شرح کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(۱) اس شرح میں جامع ترمذی کے ہر راوی کا ترجمہ بقدر ضرورت لکھا گیا ہے اور مقدمہ شرح میں راویوں کی فہرست بہ ترتیب حروف تہجی دے دی گئی ہے اور جس راوی کا ترجمہ شرح کے جس صفحہ پر مذکور ہے، اس کا نشان دے دیا گیا ہے۔

(۲) جامع ترمذی کی تمام حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے یعنی اس کتاب کی حدیثوں کو امام

ترمذی کے علاوہ اور جن محدثین نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے، ان کا اور ان کی کتابوں کا نام بتادیا گیا ہے۔

(۳) امام ترمذی نے "فی الباب" کے عنوان سے جن احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، اس کی مفصل تخریج کی گئی ہے اور ان احادیث کے الفاظ بھی اکثر مقامات میں نقل کیے گئے ہیں۔ احادیث مشارالیہ کے علاوہ اور دیگر احادیث کی تخریج کا بھی جابجا اضافہ کیا گیا ہے۔

(۴) تصحیح و تحسین حدیث میں امام ترمذی کا تساہل مشہور ہے۔ اس لئے ہر حدیث کی تحسین و تصحیح کے متعلق دیگر ائمہ فن حدیث کے اقوال بھی نقل کیے گئے ہیں اور جن احادیث کی تصحیح و تحسین میں امام ترمذیؒ سے تساہل ہوا ہے، ان کی بھی تصریح کردی گئی ہے۔

(۵) اسنادی و متنی اشکالات کے حل و ایضاح کی طرف خاص توجہ کی گئی ہے۔

(٦) احادیث کی تشریح و توضیح میں بہت کچھ تحقیق سے کام لیا گیا ہے اور جن مقلدین جامدین اور جن اہل ہوا نے احادیث نبویہؐ کو اپنے مذہب و مسلک پر منطبق کرنے کے لئے غلط اور واہی تاویلیں و تقریریں کی ہیں، ان کی تاویلات و تقریرات کی کافی تغلیط و تردید کی گئی ہے اور احادیث کے صحیح مطالب و مضامین جو سلف صالحین اور فقہاء محدثین کے نزدیک معتمد و مستند ہیں، بیان کئے گئے ہیں۔

(۷) اختلاف مذاہب کے بیان میں ہر مذہب کے دلائل بیان کر کے مذہب حق و راجح کو ظاہر کردیا گیا ہے اور اس کی نصرت و تائید کی گئی ہے اور مذاہب مرجوعہ و غیر صحیحہ کے دلائل کے شافی جواب دیئے گئے ہیں۔

(۸) شوق نیموی کی آثار السنن وغیرہ کی جابجا لطیف اور قابل دید تنقید کی گئی ہے۔

تحفۃ الاحوذی ۱۳۴٦ھ/ ۱۹۲۷ء تا ۱۳۵٦ھ/ ۱۹۳۷ء جید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی۔

مقدمہ تحفۃ الاحوذی

یہ مقدمہ دو باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

پہلے باب (۴۱) فصلیں ہیں جن میں عام فنون حدیث، کتب حدیث اور ائمہ حدیث کے متعلق نہایت کارآمد فوائد جمع کر دیے گئے ہیں۔

دوسرا باب (۱۷) فصلوں پر مشتمل ہے جس میں خاص جامع ترمذی اور امام ترمذی کے متعلق مفید مباحث مذکور ہیں۔ مقدمہ میں (۱۱۵) ائمہ حدیث و تفسیر وفقہ ولغت کے تراجم درج کیے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن آخری عمر میں مکفوف البصر ہو گئے جس کی وجہ سے مقدمہ کے بعض مباحث مکمل نہ کر سکے تا آنکہ آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ آپ کے بعد آپ کے تلمیذ رشید مولانا عبدالصمد حسین آبادی نے نامکمل مباحث کی تکمیل کی۔ مولانا عبدالصمد کا یہ بڑا علمی کارنامہ ہے۔

مقدمہ تحفۃ الاحوذی ۱۳۵۸ھ/ ۱۹۳۹ء میں جید برقی پریس دہلی سے شائع ہوا۔

نور الابصار

اس رسالہ میں اس مسئلہ پر بحث فرمائی ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز قائم و درست ہے اور بجز پانچ آدمیوں کے ہر بالغ مسلمان پر نماز جمعہ فرض ہے۔

مولانا مبارکپوری نے اپنے اس رسالہ کی تائید میں دو اور رسائل بنام ”ضیاء الابصار“ اور ”تنویر الابصار“ بھی لکھے۔ یہ تینوں رسائل مطبوع ہیں۔

تحقیق الکلام فی وجوب القرأۃ خلف الامام

یہ کتاب ۲ جلدوں میں ہے۔

اس کتاب میں احادیث نبویہ اور آثار صحابہ واقوال ائمہ سے وجوب قرأۃ خلف الامام کو ثابت کیا گیا ہے اور علمائے حنفیہ کے دلائل عدم وجوب کو نقل کر کے دلائل سے ان کا رد کیا ہے۔

اس کتاب کی پہلی جلد ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء اور دوسری جلد ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۵ء میں محبوب المطابع دہلی سے شائع ہوئی۔

ابکار المنن فی تنقید آثار السنن

مولوی ظہیر احسن شوق نیموی (غالی حنفی) نے بلوغ المرام کی طرز پر نصرۃ تقلید میں ”آثار السنن“ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ مولانا مبارکپوری نے اس کا جواب ”ابکار المنن“ کے نام سے دیا جس میں شوق صاحب کی تمام کاوشوں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔

یہ کتاب ۱۹۰۶ء/۱۳۲۴ھ میں مطبع رضوان لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

اعلام الزمن من تبصرہ آثار السنن

یہ رسالہ اردو زبان میں ہے۔ اس میں آثار السنن کی ان احادیث کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں شوق نیموی صاحب نے قصداً غلطیاں کی ہیں۔

یہ رسالہ سعید المطابع بنارس سے شائع ہوا۔ سن اشاعت ندارد۔

کتاب الجنائز

اس کتاب میں جنازہ سے متعلق تمام وہ ضروری احکامات درج کر دیئے گئے ہیں جو احادیث صحیحہ و مرفوعہ سے ثابت ہیں۔ یہ کتاب مصنف علام نے اپنے والد حافظ عبدالرحیم مبارکپوری کی تحریک پر لکھی۔ یہ کتاب نامی پریس لکھنؤ سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

وفات

مولانا عبدالرحمان آخری عمر میں مکفوف البصر ہو گئے تھے۔ ایک آنکھ کا دہلی میں آپریشن کرایا لیکن آپریشن کامیاب نہ رہا۔ اس کے ساتھ دل کا عارضہ لاحق ہو گیا اور آخر آپ نے ”کل نفس ذائقة الموت“ کے تحت ۱۶ شوال ۱۳۵۳ھ/ ۲۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو مبارک پور میں انتقال کیا۔

صاحب تراجم علمائے حدیث ہند مولانا مبارکپوری کے جنازہ کی کیفیت درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

”جنازہ پر زائرین کا ہجوم علاقہ بھر میں اپنی نظیر تھا۔ بلا تفریق مشرب تمام فرق

اسلامیہ شامل تھے۔ قصبہ مئو سے جو مبارک پور سے چوتھا ریلوے اسٹیشن ہے، زائرین سے بھری ہوئی پوری ٹرین آئی اور راہ میں کسی اسٹیشن پر نہ رکی کہ مبادا زائرین نماز جنازہ سے محروم رہ جائیں۔

☆☆☆

(۱۶)

محمد یوسف شمس فیض آبادیؒ

نامور عالم، شاعر اور مصنف تھے۔ مسلک اہلحدیث کے فروغ کے لئے ساری زندگی سرگرم رہے اور اپنے مسلک اہلحدیث میں بہت زیادہ تشدد تھے۔ بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

(ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ)

محمد یوسف شمس فیض آبادیؒ

۱۳۰۰ھ..........۱۳۵۷ھ

۱۸۸۲ء..........۱۹۳۸ء

مولانا محمد یوسف شمس نواب شجاع الدولہ اودھ و عامر فیض آباد کے خاندان سے تھے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔

محمد یوسف بن نواب محل صاحب بن نواب آغا محمد بن نواب اصغر الدین حیدر بن نواب سراج الدین حیدر بن نواب شجاع الدولہ اودھ و عامر فیض آباد۔

۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء فیض آباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان شیعہ مذہب رکھتا تھا۔ ابتدائی تعلیم شیعہ علماء سے حاصل کی جن کے نام یہ ہیں۔

میاں جی اور حکیم محمد مرزا۔

اس کے بعد حکیم سعید مشتاق علی دیوبندی سے قرآن مجید حفظ کیا اور علم تجوید کی تعلیم بھی انہی سے حاصل کی۔

فن مناظرہ کی تعلیم مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (اہلحدیث) سے حاصل کی۔

شیعہ مذہب سے دستبردار ہو کر بریلوی عقیدہ اختیار کیا اور اس کے بعد بتدریج عمل بالحدیث تک پہنچے۔

مولانا محمد یوسف جماعت اہلحدیث کے سرگرم کارکن تھے۔ دین اسلام کی نشرواشاعت، توحید الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی و ترویج، مسلک اہلحدیث کے فروغ اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں ان کی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

۱۹۰۸ء/۱۳۲۶ھ میں ماہنامہ ''الذکر'' جاری کیا لیکن زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔

مولانا محمد یوسف شمس شعر و سخن کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ خود بھی شعر کہتے اور آل انڈیا

اہلحدیث کانفرنس کے سالانہ جلسوں میں ان کی نظمیں بڑی توجہ سے سنی جاتی تھیں۔

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ان کو "حسان" کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔

مولانا محمد بن ابراہیم جوناگڑھی مرحوم نے تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ "تفسیر محمدی" کے نام سے کیا۔ اس کی تقریب اشاعت پر مولانا محمد یوسف نے ۳۹ اشعار پر مشتمل ایک نظم بنام "مسدس"، لکھی جس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ساقیا بادۂ عرفاں سے چھکا دے مجھ کو
جام اک کوثر قرآں کا پلا دے مجھ کو
ہے یہی خیر کثیر اس کی ولا دے مجھ کو
دے وہ مے جو مرے مولا سے ملا دے مجھ کو
دہر میں نہر لبن، نہر عسل ہے تو یہ ہے
حق کے متوالوں کا ایک حسن عمل ہے تو یہ ہے

☆

نور قرآن حقائق کی ضیاء دیتا ہے
دہر کو جلوۂ انوار ہدیٰ دیتا ہے
اس کا جلوہ جسے اللہ دکھا دیتا ہے
اس کا دل روشنی ارض و سما دیتا ہے
حق کی مشکوٰۃ ہے مصباح ہدایت ہے یہ
دافع ظلمت جہل اور غوایت ہے یہ

☆

خلق میں خالق عالم کی ہے حکمت یہ کتاب
اس کے بندوں میں ہے صرف اس کی شریعت یہ کتاب
منعم فیض ہے اللہ کی نعمت یہ کتاب
ساری دنیا پہ ہے اک بارش رحمت یہ کتاب

حق نمائی کا ہے آئینہ شفاف یہی
دین بیضا کے معالم کا ہے کشاف یہی

☆

علم برحق کا معلم تھا وہی رشد مآب
فقہ دینی سے مزین تھے سب اس کے اصحاب
بارش نور کا تھا سارے جہاں پر وہ سحاب
اس کے شاگرد ہوئے ابر کرم سے سیراب
نور سنت ہی کا اصحاب کے آثار میں ہے
اصل قرآن کی تفسیر انہی انوار میں ہے

☆

یوں تو قرآن کی دنیا میں ہیں صدہا تفسیر
رنگ ہر گل کا جدا بو کی جدا ہے تعبیر
پر احادیث سے، آثار سے ہے جس کا خمیر
ہے وہی خیر کثیر از قلم ابن کثیر
جس کی ہر بات پہ آثار وسنن سے ہو دلیل
کل تفاسیر میں ہے ایک یہ تفسیر جلیل

☆

پر تھی اس مہر عرب کی عربی ہی میں دھوم
اس کے انوار سے اردو کی زباں تھی محروم
نور دینی کا ہے دہلی میں جو مہتاب علوم
نام ہمنام نبیؐ کس کو نہیں ہے معلوم
ہے محمد وہی جو راہ محمدؐ پر ہے
جان اور دل سے فدا سنت احمد پر ہے

تصانیف

مولانا محمد یوسف شمس ایک متبحر عالم دین، مناظر اور شاعر ہونے کے ساتھ بلند مرتبہ مصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مجموع
۲۔ عقائد اسلام
۳۔ دین کی پہلی کتاب
۴۔ دین کی دوسری کتاب
۵۔ دین کی تیسری کتاب
۶۔ دین کی چوتھی کتاب
۷۔ دین کی پانچویں کتاب
۸۔ کتاب الایمان
۹۔ ہدایہ السنی المعروف بہ رد منکر نماز نبیؐ
۱۰۔ اثبات آمین
۱۱۔ براھین شمسیہ
۱۲۔ نور مبین
۱۳۔ تکفیر المبتدعین
۱۴۔ حامیٔ سنت دشمن بدعت
۱۵۔ رد اکاذیب لہابیہ
۱۶۔ مقلدین کا قطع الوتین
۱۷۔ حقیقۃ الفقہ (۲ جلد)
۱۸۔ جوہر بے بہا در رد اھل بہا
۱۹۔ سراج منیر
۲۰۔ طبیب

۲۱۔ بست سوال
۲۲۔ کفر شکن
۲۳۔ ترک ویدازم
۲۴۔ آفتاب تحقیق
۲۵۔ قاعدہ قرآنیہ
۲۶۔ کلید فارسی
۲۷۔ تاریخ شیعہ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا محمد یوسف شمس کی (۶) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

آفتاب تحقیق

مثنوی ہے۔ امام ابوحنیفہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ اجمعین کے حالات۔ (مطبوع)

کتاب الایمان

اس کتاب میں ایمان اور اہل ایمان کے اوصاف حمیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔

طبع شمس المطابع، فیض آباد، سن اشاعت ندارد

مقلدین کا قطع الوتین

یہ کتاب ایک بدعتی مولوی مہدی حسن بریلوی کے رسالہ "مجلس القرین" کا جواب ہے جس میں عقائد سے متعلق اہلحدیث پر (۶۱) اعتراضات کئے گئے تھے۔

یہ کتاب ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء میں فیض آباد سے شائع ہوئی۔

رد اکاذیب لہابیہ

اس کتاب میں بریلوی فرقہ کی طرف سے اہلحدیث پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ بریلوی مذہب کے (۲۴۵) کفر اور (۳۰۰) جھوٹ درج کئے ہیں۔

یہ کتاب شمس المطابع فیض آباد سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

حقیقۃ الفقہ

یہ کتاب (۲) جلدوں میں ہے۔

پہلی جلد میں فقہ کے (۶۱۹) مسائل درج کئے گئے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔

دوسری جلد میں (۶۳۷) وہ مسائل درج کئے ہیں جن پر اہلحدیث عامل ہیں۔

یہ کتاب مطبوع ہے۔

سراج منیر

اس کتاب میں پہلے وجود خدا اور اثبات رسالت پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ قلمبند کی ہے۔

یہ کتاب مطبوع ہے۔

وفات

مولانا محمد یوسف شمس نے (۵۶) سال کی عمر میں فیض آباد میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سن وفات ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء

☆☆☆

(۱۷)

محمدؒ بن ابراہیم جونا گڑھیؒ

خطیب الہند کے لقب سے سرفراز تھے۔ آپ کے مواعظ اور توحید خطاب نے ہندوستان میں تقلید اور شرک و بدعت کی بساط الٹ ڈالی۔

(مختار احمد ندوی)

مسائل کی تحقیق و تدقیق میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ میں نے علماء میں ان جیسا مہمان نواز، فراخ دل اور متواضع انسان نہیں دیکھا۔

(عنایت اللہ نسیمؒ)

باڑہ ہندو راؤ (رہائش) سے جامع مسجد صدر بازار میں جا کر نماز تہجد ادا فرماتے۔ بڑے خوش اخلاق اور وضعدار تھے۔

(صوفی محمد ظفر نسیمؒ)

محمد بن ابراہیم جونا گڑھیؒ

۱۳۰۷ھ............۱۳۶۰ھ

۱۸۹۰ء............۱۹۴۱ء

خطیب الہند مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھیؒ ایک ممتاز عالم دین، مفسر قرآن، محدث، فقیہ، مورخ، ادیب، مقرر، معلم، متکلم، صحافی اور نقاد تھے۔ ان کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جو خدمت حدیث، علمی کمالات اور دینی وجاہت، عملی کردار، حسن صورت و سیرت اور مجاہدانہ کارناموں سے زمانہ پر چھا گئے۔ مولانا محمد بن ابراہیم تمام علوم اسلامیہ پر تبحر علمی رکھتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ پر ان کو مکمل عبور تھا اور فقہ مذاہب اربعہ پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ خاص کر ان کو فقہ حنفی پر ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس کا ثبوت ان کی تصانیف فراہم کرتی ہیں۔

مولانا محمد بن ابراہیم ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں جونا گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جونا گڑھ میں مولانا عبداللہ جونا گڑھی سے حاصل کی۔ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں تحصیل علم کے لئے دہلی تشریف لائے۔ دہلی ان دنوں علوم و فنون کا مرکز تھا۔ دینی مدارس قائم تھے اور تشنگان علم یہاں آ کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ مولانا محمد بن ابراہیم مدرسہ امینیہ دہلی میں داخل ہو گئے لیکن جلد ہی عامل بالحدیث ہونے کی وجہ سے مدرسہ سے خارج کر دیئے گئے۔ چنانچہ آپ مدرسہ دارالکتب والسنۃ صدر بازار دہلی میں داخل ہو گئے۔ یہ مدرسہ مولانا عبدالوہاب دہلوی نے قائم کیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اس مدرسہ میں علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ حدیث کی تحصیل مولانا عبدالرحیم غزنوی اور مولانا عبدالرشید سے کی۔ یہ دونوں علمائے کرام مسجد پھاٹک حبش خاں میں مسند حدیث پر فائز تھے۔ منطق کی تعلیم مولانا محمد اسحاق منطقی سے حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد اجمیری دروازہ دہلی کی مسجد اہلحدیث میں "مدرسہ محمدیہ" کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

انہی دنوں نے آپ نے ایک ماہوار دینی رسالہ بنام "گلدستہ محمدی" جاری کیا جو بعد میں "اخبار محمدی" کی شکل اختیار کر گیا۔ "اخبار محمدی" پندرہ روزہ تھا اور اس اخبار نے توحید و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں اہم کردار ادا کیا اور یہ اخبار توحید و سنت کا آفتاب بن کر چمکتا رہا اور جس کی ضیا پاشیوں سے پورا برصغیر روشن ہوا۔

توحید و سنت کی اشاعت اور اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلہ میں آپ کو مصائب و آلام کا بھی شکار ہونا پڑا۔ مقلدین احناف اور اہل بدع نے آپ کو خاصا پریشان کیا۔ آپ پر مقدمات بھی قائم ہوئے لیکن آپ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور مردانہ وار مقابلہ کیا۔

مولانا محمد جونا گڑھی بے مثال خطیب تھے۔ ان کا وعظ اور تقریر بڑی جامع ہوتی تھی۔ دوران تقریر خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے۔ "خطیب الہند" کے لقب سے مشہور تھے۔

مولانا مختار احمد ندوی لکھتے ہیں۔

> خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی کو اللہ تعالیٰ نے خطابت کا ایسا ملکہ اور قدرت عطا فرمائی تھی کہ وہ ہر موضوع پر جامع اور مدلل خطاب فرماتے تھے۔ آپ کی آواز میں ایسی کشش اور تاثیر تھی کہ خطبہ مسنونہ شروع کرتے ہی رقت طاری ہو جاتی تھی اور بیشتر اصحاب بے اختیار آنسو بہانے لگتے تھے اور خطبہ سے متاثر ہو کر اعلانیہ تائب ہوتے تھے۔ آپ کے مواعظ اور توحید خطاب نے ہندوستان میں تقلید اور شرک و بدعت کی بساط الٹ ڈالی اور بلا مبالغہ لاکھوں آدمی شرک و بدعات سے تائب ہو کر سچے موحد اور متبع سنت بن گئے۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی اور مولانا محمد جونا گڑھی کی رہائش بارہ ہندو راؤ دہلی میں ایک ہی مکان میں تھی۔ مولانا محمد مرحوم دوسری منزل میں رہائش رکھتے تھے اور نیچے کی منزل میں حکیم عنایت اللہ نسیم اور ان کے چچا حکیم عبدالرحمان اور نسیم صاحب کے چھوٹے بھائی صوفی محمد ظفر نسیم رہائش پذیر تھے اور نیچے کی منزل میں بھی مولانا محمد صاحب کے پاس دو کمرے تھے جن میں اخبار محمدی کا دفتر اور ان کا کتب خانہ تھا۔

حکیم عنایت اللہ نسیم فرمایا کرتے تھے۔

> میری مولانا محمد صاحب سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ بڑے زیرک عالم تھے۔

مسائل کی تحقیق وتدقیق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا اور ان کا وعظ بڑا جامع اور پرتاثیر ہوتا تھا۔ سامعین ان کا وعظ بڑے ذوق وشوق سے سنتے تھے اور ان کے ارشادات پر عمل کرنے کا عہد کرتے تھے۔ ان کے علاوہ مولانا محمد میں ایک خوبی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی کہ وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ میں نے علماء میں ان جیسا مہمان نواز اور متواضع عالم نہیں دیکھا۔ روزانہ دو چار علماء ان کے مہمان ہوتے تھے۔ مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی جب دہلی میں ہوتے تھے تو وہ ان ہی کے مہمان ہوتے۔

مولانا محمد خوش خوراک تھے۔ اس لئے مہمانوں کی خوب تواضع کرتے تھے۔

مولانا محمد بڑے عبادت گزار، متبع سنت اور صاحب علم وفضل تھے۔ صوفی محمد ظفر نسیم مرحوم نے راقم سے اکثر یہ واقعہ بیان کیا کہ

تہجد کی نماز کے لئے شیخ عطاء الرحمان مرحوم مہتمم دارالحدیث رحمانیہ دہلی اپنی رہائش گاہ سے آکر مولانا محمد صاحب کو جگاتے تھے اور پھر دونوں صدر بازار کی جامع مسجد میں تشریف لے جاتے اور بعد نماز فجر واپس تشریف لاتے۔ شیخ عطاء الرحمان ساتھ ہوتے اور مکان کے قریب گلی میں ایک چھوٹے سے ہوٹل سے چائے پیتے۔

مولانا محمد نے جماعت اہلحدیث کی ترقی وترویج میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ ہندوستان کے مختلف شہروں میں بسلسلہ تبلیغ تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۹۳۲ء/۱۳۵۲ھ میں مولانا عبدالمجید سوہدروی نے سوہدرہ میں تین روزہ اہلحدیث کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس کانفرنس میں مولانا محمد جوناگڑھی بھی تشریف لائے تھے اور اہل سوہدرہ کو اپنے ارشادات عالیہ سے مستفیض فرمایا۔

مولانا محمد جوناگڑھی نے یکم صفر ۱۳۶۰ھ/ ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء کو جوناگڑھ میں انتقال کیا۔

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون.

تصنیفی خدمات

مولانا محمد جوناگڑھی کو قدرت نے درس وتدریس وخطابت کے ساتھ تصنیف وتالیف کا

بڑا پاکیزہ ذوق عطا فرمایا تھا۔ مولانا مختار احمد ندوی لکھتے ہیں

> آپ نے اپنے قلم سے شرک و بدعت کے استیصال کے لئے تلوار کا کام لیا اور ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے شرکیہ مراسم اور تقلیدی جمود کو پاش پاش کر ڈالا۔ حق کے اس جوانمرد سپاہی نے توحید و سنت کے ہر محاذ سے دین حق کی حمایت کی اور شرک و بدعت کے تمام قلعوں پر زبان و قلم کے گولے برسائے۔ آپ کے قلم حق رقم سے جو شاہکار اور علمی و تحقیقی اور اعلیٰ کتابیں مرتب ہو کر شائع ہوئیں، وہ اردو زبان میں دینی علوم کا بڑا قابل فخر سرمایہ ہیں جس کے بار اِحسان سے اردو دنیا کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔

تین علمی شہ پارے

مولانا محمد جونا گڑھی کے تین علمی ایسے شہ پارے ہیں جن پر پوری ملت اسلامیہ کو ہمیشہ ناز رہے گا اور یہ تین شہ پارے قیامت تک مولانا محمد کے نام کو زندہ و تابندہ رکھیں گے۔

تین علمی شہ پارے یہ ہیں۔

۱۔ ترجمہ تفسیر ابن کثیر بنام تفسیر محمدی

۲۔ ترجمہ اعلام الموقعین عن رب العالمین از امام ابن قیم بنام دین محمدیؐ

۳۔ خطبات محمدی (۵ جلد) (۹۹۸ خطبات کا مجموعہ)

اعلام الموقعین اور تفسیر ابن کثیر کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے خطوط

مولانا محمد جونا گڑھیؒ نے جب ''اعلام الموقعین'' اور ''تفسیر ابن کثیر'' کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور مولانا ابوالکلام آزاد کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مولانا محمد صاحب کو دو خط لکھے۔

پہلا خط

حبی فی اللہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین کا اردو میں ترجمہ کیا۔ مجھے

اس خبر سے نہایت خوشی ہوئی۔ عرصہ ہوا میں نے بعض عزیزوں کو جو ترجمہ کے کام میں دلچسپی رکھتے ہیں، اس کام پر لگا دیا تھا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور شیخ الاسلام ابن قیمؒ کی مصنفات اردو میں منتقل کریں۔ چنانچہ منتخب کتابوں میں اعلام بھی تھی لیکن کتاب ضخیم ہے، اس لئے اس کی نوبت نہ آئی۔ مختصرات شائع ہو گئیں۔ اب آپ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ نے ایک نہایت موزوں کتاب ترجمے کے لئے منتخب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو مفید کار عطا فرمائے۔ مباحث فقہ و حدیث میں متاخرین کا کافی ذخیرہ موجود ہے لیکن اس سے بہتر اور اصح کوئی کتاب نہیں۔ اس لئے اردو میں ترجمہ کر کے اس گوشے کی تمام ضروریات ایک دفعہ پوری کر دیتی ہیں۔

خصوصیت کے ساتھ اس کی ضرورت انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے ہے۔ اس طبقہ میں بہت سے لوگ مذہبی ذوق سے آشنا ہو چکے ہیں لیکن یہ صحیح مسلک کی خبر نہیں رکھتے اور عربی سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے براہ راست مطالعہ نہیں کر سکتے۔ اگر اعلام اردو میں شائع ہو گئی تو ان کی فہم و بصیرت کے لئے کافی مواد مہیا ہو جائے گا۔ میں نہایت خوش ہوں گا، اگر اس ترجمہ کی اشاعت میں آپ کو کچھ مدد دے سکوں۔

ابوالکلام آزاد از کلکتہ

دوسرا خط

جبی فی اللہ۔ السلام علیکم

اعلام الموقعین کا ترجمہ دیکھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ مباحث فقہ و حدیث اور حکمت تشریع اسلامی میں متاخرین کی کوئی کتاب اس درجہ محققانہ اور نافع نہیں ہے جس درجہ یہ کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ اس مفید دینی خدمت پر متوجہ ہوئے۔ میں ان تمام لوگوں کو جو مذہبی معلومات کا شوق رکھتے ہیں اور اصل عربی کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکتے، مشورہ دوں گا کہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ چونکہ اسلام کے اندرونی مذاہب و مشارب کی پیچیدگیوں سے عموماً مسلمان باخبر نہیں ہیں، اس لئے بسا اوقات ان کا مذہبی شغف غلط راہوں میں ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ان پر واضح کر دے گا کہ حکمت و دانش کی حقیقی راہ کن لوگوں کی راہ

ہے۔ متبعین کتاب وسنت کی یا اصحاب جدل وخلاف کی۔ خود صاحب اعلام اپنے قصیدہ نونیہ میں کیا خوب فرما گئے ہیں۔

العلم قال اللہ قال رسولہ
قال الصحابۃ وھم اولوالعرفان
ماالعلم تصیف الخلاف جھالتہ
بین الغی و بین الرئ فلان

یعنی علم دین وہی ہے جو قرآن وحدیث میں ہے۔ جو معرفت خداوندی میں ڈوبے ہوئے فیضانِ محبت رسولؐ کے کے فیض یافتہ صحابہ کرامؓ کی زبان سے ظاہر ہوا ہے۔ کسی کی رائے کو سنت وحدیث سے ٹکرانا، رائے کے غلبے کے لئے دلائل قائم کرنا اور اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے رائے کے جھنڈے خلاف حدیث بلند کرنے کا نام علم دین نہیں۔

ضرورت تھی کہ اس کتاب کا ترجمہ کتاب کی شکل میں شائع کیا جاتا۔ موجودہ صورت حال کا یہ نہایت افسوس ناک منظر ہے کہ اس طرح کی قیمتی اور ضروری خدمات پر اہل خیر و استطاعت کو توجہ نہیں۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد ایسے حالات فراہم ہو جائیں گے کہ آپ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کر سکیں اور یہ بھی آپ نے خوب کیا کہ حافظ عماد الدین ابن کثیر کی تفسیر کا ترجمہ بھی شائع کر دیا۔ متاخرین کے ذخیرۂ تفسیر میں یہ سب سے بہتر تفسیر ہے۔

امید ہے کہ اصحاب خیر واستطاعت اس کام میں آپ کے مساعد و مددگار رہوں گے۔

ابوالکلام از کلکتہ
۱۶/۴/۳۶ء

خطبات محمدی

خطبات محمدی مولانا محمد جوناگڑھی کا عظیم شاہکار ہے۔ یہ کتاب (۵) جلدوں میں ہے اور خطبات کی مجموعی تعداد (۹۰۸) ہے اور (۳۵۲) صحابہ کرامؓ سے روایات اور حدیث کی مستند کتابوں کے حوالے مع عربی متن اور ترجمہ کے جمع کر دیے ہیں۔ واعظین حضرات آج تک

اس کتاب سے مستفید ہو رہے ہیں۔

تصانیف

مولانا محمد صاحب نے اپنی تمام کتابوں کا نام "بہ اسم پاک محمدؐ" رکھا ہے اور آج تک آپ کی تمام تصانیف (محمدیات) کا سلسلہ ابلاغ توحید و سنت کامیاب ہو رہا ہے۔ آپ کی تصانیف پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں شائع ہو رہی ہیں۔

آپ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ تفسیر محمدی
۲۔ اربعین محمدی
۳۔ سیف محمدی
۴۔ برہان محمدی
۵۔ شمع محمدی
۶۔ عقائد محمدی
۷۔ ایمان محمدی
۸۔ حیات محمدی
۹۔ تعویذ محمدی
۱۰۔ آئینہ محمدی
۱۱۔ وظیفہ محمدی
۱۲۔ حقوق محمدی
۱۳۔ صمصام محمدی
۱۴۔ فرمان محمدی
۱۵۔ برأت محمدی
۱۶۔ انصار محمدی
۱۷۔ تائید محمدی
۱۸۔ درایت محمدی
۱۹۔ ذمہ محمدی
۲۰۔ فیصلہ محمدی
۲۱۔ صلوٰۃ محمدی
۲۲۔ صراط محمدی
۲۳۔ نصیحت محمدی
۲۴۔ ریحان محمدی
۲۵۔ وضوء محمدی
۲۶۔ جماعت محمدی
۲۷۔ عید محمدی
۲۸۔ دلائل محمدی
۲۹۔ غنیۃ محمدی
۳۰۔ زکوٰۃ محمدی
۳۱۔ انعام محمدی
۳۲۔ حج محمدی
۳۳۔ نکاح محمدی
۳۴۔ ثوبان محمدی

۳۵۔ رحمت محمدیؐ
۳۶۔ نور محمدیؐ
۳۷۔ معراج محمدیؐ
۳۸۔ میلاد محمدیؐ
۳۹۔ ارشاد محمدیؐ
۴۰۔ دین محمدیؐ
۴۱۔ ضرب محمدیؐ
۴۲۔ طریق محمدیؐ
۴۳۔ مشکوٰۃ محمدیؐ
۴۴۔ مدّت محمدیؐ
۴۵۔ مناظرہ محمدیؐ
۴۶۔ فتح محمدیؐ
۴۷۔ حقیقت محمدیؐ
۴۸۔ توحید محمدیؐ
۴۹۔ سنت محمدیؐ
۵۰۔ خطبہ محمدیؐ
۵۱۔ رکوع محمدیؐ
۵۲۔ اذان محمدیؐ
۵۳۔ صیام محمدیؐ
۵۴۔ تحفہ محمدیؐ
۵۵۔ درود محمدیؐ
۵۶۔ قبیلہ محمدیؐ
۵۷۔ در محمدیؐ
۵۸۔ ہدایت محمدیؐ
۵۹۔ سیف محمدیؐ
۶۰۔ عصائے محمدیؐ
۶۱۔ لولو محمدیؐ
۶۲۔ صدائے محمدیؐ
۶۳۔ خطبات محمدیؐ
۶۴۔ امام محمدیؐ
۶۵۔ خلافت محمدیؐ
۶۶۔ مملکت محمدیؐ
۶۷۔ درہ محمدیؐ
۶۸۔ ظفر محمدیؐ
۶۹۔ اشعار محمدیؐ
۷۰۔ سیرۃ محمدیؐ
۷۱۔ شہادت محمدیؐ
۷۲۔ ظل محمدیؐ (امارت محمدیؐ)
۷۳۔ فضائل محمدیؐ
۷۴۔ عقیدہ محمدیؐ
۷۵۔ تعلیم محمدیؐ
۷۶۔ تفسیر سورہ فاتحہ
۷۷۔ موت ومیت کے مسائل
۷۸۔ مرغ کی قربانی
۷۹۔ تقویٰ
۸۰۔ کتاب الاکراہ
۸۱۔ الحزب المقبول
۸۲۔ محراب ومسجد

۸۳۔ صلوٰۃ و اسلام
۸۴۔ قبروں پر پھول
۸۵۔ رفع الیدین اور آمین
۸۶۔ عذاب الهون علی الفاتن و المفتون
۸۷۔ زنا کاری سے روک
۸۸۔ تاریخ بغداد
۸۹۔ مذمت سود
۹۰۔ سراج محمدی
۹۱۔ کرامات محمدی

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا محمد جوناگڑھی کی (۴) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

برہان محمدی

یہ کتاب علامہ شیخ تقی الدین سبکی کے رسالہ ''رفع الیدین'' کا ترجمہ ہے۔ اس رسالہ میں اثبات رفع الیدین کی تمام احادیث جمع کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا وفات رفع الیدین کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین اور اصحاب عشرہ مبشرہ کا بھی اس پر عمل رہا۔

طبع دہلی ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء

دُرّہ محمدی

اس کتاب میں مذہب حنفی کے غلط مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر مقلدین احناف نے آپ کے خلاف مقدمہ کلکتہ میں دائر کر دیا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ اس مقدمہ میں بری الذمہ قرار دیئے گئے۔

طبع دہلی ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء

طریق محمدی

اس کتاب میں قرآن و حدیث اور کتب فقہ سے تقلید کی تردید میں (۶۰۰) دلائل اکٹھے کیے ہیں اور اثبات تقلید کے تمام دلائل کی تردید کی ہے۔

طبع دہلی ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء

ارشاد محمدی

یہ کتاب مولانا اشرف علی تھانوی کے رسالہ ''الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد'' کے جواب میں ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب میں مولانا تھانوی کی کتاب ''بہشتی زیور'' کی (۵۰) غلطیوں کی نشاندہی کی ہے۔

طبع دہلی ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء

☆☆☆

(۱۸)

عبدالتواب ملتانیؒ

. علم و فضل کا منبع اور بہت بڑے متبع سنت تھے۔ زہد و ورع کے پیکر، مجسمہ طہارت اور علمائے سلف کا نمونہ تھے۔

ابن تیمیہؒ، ابن قیم اور ابن حجر کی تصانیف سے خصوصی شغف تھا۔

(عزیز زبیدی)

عبدالتواب ملتانیؒ

۱۲۸۸ھ............۱۳۶۶ھ

۱۸۷۱ء............۱۹۴۷ء

حضرت شیخ الکل میاں صاحب دہلوی کے جن تلامذہ نے درس و تدریس اور تحقیق و تدقیق میں شہرت پائی، ان میں مولانا عبدالتواب محدث ملتانی بھی شامل ہیں۔

آپ ۱۴ جمادی الثانی ۱۲۸۸ھ/ اگست ۱۸۷۱ء میں ملتان میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی علامہ قمرالدین ملتانی تھا۔ جملہ علوم اسلامیہ کی تحصیل اپنے والد محترم سے کی اور حدیث کی تکمیل شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد محلہ قدیر آباد ملتان میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور اس میں تدریس فرماتے رہے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ اشاعت کتب سے بھی خصوصی دلچسپی تھی۔ کئی ایک عربی کتب چھپوائیں۔ کتابوں کا کاروبار کرتے تھے۔ مستحق اور نادار طلبہ کو کتابیں مفت تقسیم کیا کرتے تھے اور جو حضرات کتابیں خریدتے وقت یکشت رقم ادا نہیں کر سکتے تھے، ان سے ماہوار قسطیں کر لیتے تھے اور جو حضرات ان سے ادھار کتابیں لے جاتے تھے، ان سے رقم کی ادائیگی کا تقاضا نہیں کرتے تھے اور ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ادھار لینے والے لوگوں سے نہ ان کا نام دریافت کرتے اور نہ ہی مقام۔ ادھار لینے والا شخص جو وعدہ کرتا، اس پر فرماتے کہ بھائی اپنے وعدے کا ایفا کرنا۔

اخلاق و عادات کے اعتبار سے بڑے ملنسار، بااخلاق، نیک سیرت اور حلم کا پیکر تھے۔ بڑے متبع سنت تھے۔

مولانا عبدالتواب بڑے کم سخن، مہمان نواز اور مجسمہ طہارت تھے۔ نماز بڑے خشوع و خضوع سے ادا فرماتے۔ تہجد کی نماز میں ساری زندگی ناغہ نہیں کیا۔ الحاح وزاری سے اللہ تعالیٰ

کی جناب میں دعا کرتے تھے۔ مولانا عبدالرشید صدیقیؒ کا بیان ہے کہ جب مولانا عبدالتواب کے جوانمرگ فرزند عبدالصبور کا انتقال ہوا اور اس کا نماز جنازہ پڑھایا تو اس میں آپ پر سوز و گداز کی جو کیفیت طاری ہوئی تھی، ہم خواہش کر رہے تھے کہ کاش یہ جنازہ ہمارا ہوتا۔

تلامذہ

مولانا عبدالتواب ملتانی سے کئی حضرات نے استفادہ کیا۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا عبدالصبور (صاحبزادہ)

مولانا عزیز زبیدی

مولانا عبدالاحد ڈیرہ غازی خاں

مولانا عبدالتواب کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور حافظ ابن حجر عقلانی رحمہم اللہ اجمعین سے خصوصی شغف تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے بلند مرتبہ تھے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر عبور کامل تھا۔

تصانیف

مولانا عبدالتواب ملتانی کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ صحیح بخاری (۸ پارے)

۲۔ ترجمہ وحواشی بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام

۳۔ تعلیق حاشیہ صحیح مسلم لابی الحسن السندی (عربی)

۴۔ تحفۃ الودود باحکام المولود (عربی)

۵۔ تعلیق مشکوٰۃ المصابیح (عربی)

۶۔ تعلیق المصنف لابن ابی شیبہؒ (عربی)

۷۔ تعلیق عون المعبود شرح ابی داوٗد (عربی)

۸۔ تعلیق مختصر قیام اللیل للمروزی (عربی)

۹۔ حواشی مسند عمر بن عبدالعزیزؒ (عربی)

۱۰۔ شرح وتعلیق حدیث ماذئبان جائعان ابن رجب (عربی)
۱۱۔ اشارات الی بیان اسماء المبہمات (عربی)
۱۲۔ تعلیق المسارعۃ الی المصارعۃ (سیوطی) (عربی)
۱۳۔ التعلیقات علی کتاب القبل والمعانقۃ والمصافحۃ ابن الاعرابی (عربی)
۱۴۔ حواشی صدف بہائی (عربی)
۱۵۔ حواشی شرح مأۃ عامل
۱۶۔ حواشی تفسیر عزیزی سورۃ مومنون
۱۷۔ حواشی الحزب المقبول
۱۸۔ حواشی الحزب الاعظم

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالتواب کی مشہور کتاب "ترجمہ بلوغ المرام" کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

ترجمہ وحواشی بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام

"بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام" حافظ ابن حجر عقلانی کی مشہور کتاب ہے اور یہ اسلامی مدارس کے نصاب میں شامل ہے۔ اس کتاب میں حافظ ابن حجر نے (۱۶) کتب حدیث سے احادیث کا انتخاب کر کے یہ کتاب مرتب فرمائی اور اس کتاب کو فقہی ترتیب سے مرتب فرمایا۔

مولانا عبدالتواب ملتانی نے اس کتاب کا ترجمہ اور حواشی لکھے۔ مولانا کے ترجمہ اور حواشی کی جو خصوصیات ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ حدیث کا ترجمہ بامحاورہ کیا ہے۔
۲۔ حواشی آسان الفاظ میں لکھے ہیں۔
۳۔ حدیث سے متعلقہ مذاہب کا بھی ذکر کیا ہے۔
۴۔ راجح بات کی نشاندہی کی ہے۔

۵۔ تشریح اور توضیح میں سلفیت کو ملحوظ رکھا ہے۔

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں فاروقی کتب خانہ ملتان نے شائع کیا۔

وفات

مولانا عبدالتواب نے ۹ رجب ۱۳۶۶ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء میں ملتان میں انتقال کیا۔

اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواہ الجنة الفردوس

☆☆☆

(۱۹)

عبدالصمد حسین آبادیؒ

نہایت ذی صلاحیت عالم تھے۔ ان کی زندگی سلف صالحین کا نمونہ تھی۔ ان کے علمی تبحر اور حدیث میں ان کی ژرف نگاہی مسلم تھی۔

ان کا عظیم الشان علمی کارنامہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی کی تکمیل ہے۔

(حبیب الرحمٰن قاسمیؒ)

عبدالصمد حسین آبادیؒ

۱۳۲۲ھ..........۱۳۶۷ھ

۱۹۰۴ء..........۱۹۴۸ء

مولانا عبدالصمد حسین آبادی کا شمار ان علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے جو درس و تدریس اور تحقیق و تدقیق میں بہت زیادہ شہرت رکھتے تھے۔ آپ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں موضع حسین آباد ، من مضافات مبارکپور ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔

آپ نے جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم دینیہ میں تعلیم حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولوی علی احمد مبارکپوریؒ
مولوی حکیم اصغر علی مبارکپوریؒ
مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ
مولانا عبدالرحمان مبارکپوریؒ
مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

تکمیل تعلیم کے بعد درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا۔ جن مدارس دینیہ میں آپ نے تدریس فرمائی، ان کے نام یہ ہیں۔

مدرسہ اسلامیہ ہڑوا (بہار)
دارالتعلیم مبارکپور
مدرسہ احمدیہ سلفیہ دربھنگہ
مدرسہ محمدیہ دیوریا

مولانا عبدالصمد نہایت ذی صلاحیت مدرس تھے اور تدریس میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا۔ مطالعہ کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ کثرت مطالعہ سے بینائی پر بھی اثر ہوا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور اسماء الرجال پر عبور کامل تھا۔ حدیث اور متعلقات حدیث پر ان کی وسیع نظر تھی۔

حدیث اور اسماء الرجال میں ان کی دقت نظر کی شہادت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت الامام مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری آخری ایام میں مکفوف البصر ہو گئے جس کی وجہ سے اپنی شرح جامع ترمذی تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ کی تکمیل نہ کر سکے تا آنکہ آپ نے وفات پائی اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی نامکمل رہ گیا۔ مولانا عبدالصمد نے مقدمہ تحفۃ الاحوذی کے نامکمل اور منتشر ابواب کو نہایت سلیقہ اور علمی تحقیق و کاوش سے مکمل کیا۔

مولانا عبدالصمد بڑے اچھے مقالہ نگار تھے۔ ان کے متعدد علمی و تحقیقی مقالات اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوئے اور زیادہ تر ان کے مقالات حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت اور مدافعت میں تھے۔

تصانیف

مولانا عبدالصمد صاحب تدریس ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عمدہ مصنف بھی تھے۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ شرح سنن ابن ماجہ (عربی)
۲۔ ذم غنا و رقص و سرود
۳۔ تذکرۃ الاخوان بمنع شرب الدخان
۴۔ فقہ حنفی پر ایک نظر
۵۔ تائید حدیث بجواب تنقید حدیث
۶۔ شرف حدیث
۷۔ شان حدیث
۸۔ حق پرستی بجواب شخصیت پرستی
۹۔ الفتوحات الربانیہ

۱۰۔ احوال الصحابہ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالصمد کی (۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

تائید حدیث بجواب تنقید حدیث

یہ کتاب حافظ محمد اسلم جے راج پوری (منکر حدیث) کی تلبیسات کے رد میں ہے۔

شرف حدیث

یہ کتاب حافظ محمد اسلم جے راج پوری (منکر حدیث) کے ان مضامین کے رد میں ہے جو "طلوع اسلام" دہلی میں شائع ہوئے۔

شان حدیث

یہ کتاب بھی منکرین حدیث کی تردید میں ہے۔

یہ تینوں کتابیں اخبار اہلحدیث امرتسر میں قسط وار شائع ہو چکی ہیں۔

الفتوحات الربانیہ

یہ کتاب رسالہ "تاریخ وہابیہ" کے رد میں ہے (مطبوع)

احوال الصحابہ

اس کتاب میں اجلہ صحابہ کرامؓ کے سوانح حیات قلمبند کئے ہیں۔

وفات

مولانا عبدالصمد نے ۴۴ سال کی عمر میں ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۴۸ء اپنے گاؤں حسین آباد میں انتقال کیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ زندہ رہتے تو ان کا شمار مشاہیر علماء میں ہوتا اور علمی و دینی کاموں میں نام پیدا کرتے اور اہل علم مستفیض ہوتے۔

☆☆☆

(۲۰)

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ

برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے وکیل ہیں۔ ان کی خدمات اور ان کے زہد وتقویٰ کو دیکھ کر ایک آدمی کہہ سکتا ہے کہ وہ عام آدمی نہیں بلکہ رجل الٰہی ہیں۔ (سید رشید رضا مصریؒ)

ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔ فن مناظرہ کے امام تھے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا، اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔ (سید سلیمان ندویؒ)

میرے نزدیک اسلام کی صداقت وحقانیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ثناء اللہ ایسا زیرک، معاملہ فہم، ذہین وفطین انسان اسلام کا علمبردار ہے اور صداقت اسلام کا جیتا جاگتا چلتا پھرتا معجزہ ہے۔ (سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ)

بیک وقت مدبر، مفکر، مفسر، محدث، پختہ کار مصنف اور شعلہ نوا مقرر اور فن مناظرہ کے امام تھے۔ (عبدالمبین ندویؒ)

مولانا ثناء اللہ کے انتقال سے حاضر جوابی کا دور ختم ہو گیا۔

(ظفر علی خاںؒ)

مولانا ثناء اللہ ایک عبقری شخصیت تھے۔

(عنایت اللہ نسیمؒ)

ہمیں مناظرہ کے کہنا چاہئے کہ امام تھے۔ خصوصاً آریہ سماجیوں کے مقابلہ میں اور شروع صدی میں ان کا فتنہ اس وقت سب سے بڑا تھا۔ اگر مولوی ثناء اللہ ان کے سامنے نہ آ جاتے تو مسلمانوں کی مظلومانہ مرعوبیت خدا جانے کہاں تک پہنچ جاتی۔ (عبدالماجد دریا آبادیؒ)

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ

۱۲۸۵ھ............۱۳۶۷ھ

۱۸۶۸ء............۱۹۴۸ء

برصغیر (پاک و ہند) کے مسلمانوں کی خوش قسمتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کو پیدا کیا جو اس صدی کے نہ صرف مجدد ہی تھے بلکہ مصلح بھی تھے۔ مولانا ثناء اللہؒ کی ہستی اسلامی دنیا میں یکتائے روزگار تھی کہ ان کی نظیر نہ ان کے معاصرین میں ملتی ہے اور نہ بعد والوں میں۔ آپ جامع منقول و معقول تھے، جامع العلوم تھے، فصیح و بلیغ، متکلم و معلم، مفسر، مورخ، محقق، دانشور، نقاد، مبصر، صحافی، فن مناظرہ کے امام اور بلند پایہ مصنف تھے۔

جب ہماری نظر کسی مشہور و معروف شخصیت پر پڑتی ہے تو فوراً ایک ہمہ گیر تاریخ ہمارے سامنے آ جاتی ہے یا ایسا ہوتا ہے کہ ہم تاریخ کے گوشہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس گوشہ کے متعلق اہم شخصیت کا خاکہ ذہنوں میں ابھرتا ہے۔ اسی طرح ملتوں اور جماعتوں کا حال ہے۔

جب ہم تاریخ دیوبند پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً ہمارے سامنے مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا محمود الحسن دیوبندی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کی تصویریں آ جاتی ہیں یا ہم ان علمائے دیوبند کا نام سنتے ہیں تو پوری تاریخ دیوبند سامنے آ جاتی ہے اور دارالعلوم کا عظیم تصور ذہن میں آ جاتا ہے۔

مولانا شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کے تذکروں میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کا تصور اور ان کے علمی کارناموں اور خدمات جلیلہ کا مکمل خاکہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے۔

اسی طرح جب مولانا عتیق الرحمان عثمانی اور مولانا سعید احمد اکبرآبادی کا تذکرہ ہوتا ہے

تو ندوۃ المصنفین کا پورا خاکہ اور نقشہ ذہن میں آ جاتا ہے۔ مولانا مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کا جب نام لیا جاتا ہے تو جماعت اسلامی کی پوری تاریخ ذہنوں میں مرتسم ہو جاتی ہے۔ علامہ مشرقی کا جب ذکر کیا جاتا ہے تو خاکساری تحریک کی مکمل تاریخ سامنے آ جاتی ہے۔ جب سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور آغا شورش کاشمیری کا ذکر کیا جاتا ہے تو مجلس احرار کا پورا خاکہ ذہنوں میں آ جاتا ہے۔ جب مسیح الملک حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری کے نام لئے جاتے ہیں تو جامعہ ملیہ کی پوری تاریخ سامنے آ جاتی ہے۔ اسی طرح جب مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا ابوالقاسم بناری کا نام سنتے ہیں تو آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی پوری تاریخ اور ایک وسیع و بسیط خاکہ سامنے آ جاتا ہے۔

تاریخ اہلحدیث کا ایک معتدبہ حصہ مولانا ثناء اللہ مرحوم کی ملی، دینی، علمی خدمات کا رہین منت ہے اور آپ کی خدمات امت مسلمہ میں منفرد و ممیز ہیں۔ مولانا امرتسری کی عظیم شخصیت عالم اسلام اور خصوصاً برصغیر (پاک و ہند) میں محتاج تعارف نہیں۔ قوم کا ایک ایک فرد ان کی ذات گرامی سے واقف ہے۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم کے علمی تبحر اور جامع الکمالات ہونے کا اعتراف عالم اسلام کے جلیل القدر علماء نے کیا ہے۔ مولانا مرحوم اپنے علم و فضل اور تبحر علمی کی وجہ سے دنیائے اسلام میں آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ آپ علم و فضل، حفظ و ضبط، عدالت و ثقاہت، امانت و دیانت، فطانت و ذکاوت، زہد و ورع، راست بازی، حسن معاملگی اور تقویٰ و طہارت میں ہمہ نمونہ سلف رہے۔ تمام علوم آلیہ و عالیہ پر ان کی وسیع نظر تھی اور ہر فن میں ان کو امام تسلیم کیا جاتا تھا۔ آپ جیسی جامع الکمالات ہستی صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ ملت اسلامیہ کا مشترکہ سرمایہ تھے۔

قوت تحریر و تقریر، پرزور استدلال اور فن مناظرہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ کا شہرہ عالم اسلام میں بھی تھا۔

سالہا زمزمہ پرواز جہاں خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبد گردوں زدہ اند

مولانا ثناء اللہ جون ۱۸۶۸ء/ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن ضلع سرینگر کا قصبہ اننت ناگ تھا۔ آپ کے والد شیخ خضر جو ۱۸۶۰ء/ ۱۲۷۶ھ کشمیر سے ہجرت کر کے امرتسر میں آباد ہو گئے۔ آپ سات سال کے تھے کہ شیخ خضر جو نے انتقال کیا اور ۱۴ سال کے ہوئے تو والدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ آپ کے بڑے بھائی ابراہیم رفو گری کا کام کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے آپ کو بھی رفو گری کے کام پر لگا دیا۔

۱۵ سال کی عمر میں ایک بزرگ کی تحریک پر تعلیم کی طرف توجہ کی اور مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں جس کے بانی و مہتمم مولانا احمد اللہ رئیس امرتسر تھے، داخل ہو گئے۔ وہاں آپ نے ابتدائی کتابیں مولانا احمد اللہ سے پڑھیں۔ اس کے بعد آپ وزیر آباد تشریف لائے۔ وزیر آباد ان دنوں علم و فن کا مرکز تھا اور استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی مسند حدیث پر رونق افروز تھے۔ آپ نے استاد پنجاب سے علوم آلیہ و عالیہ میں تحصیل کی۔

وزیر آباد میں تکمیل تعلیم کے بعد مولانا ثناء اللہ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی اور یہ واقعہ ۱۸۸۹ء/ ۱۳۰۷ھ کا ہے۔ دہلی سے فراغت کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور پہنچے اور وہاں تھوڑا عرصہ رہ کر دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا سے کتب درسیہ معقول و منقول پڑھیں۔ مولانا امرتسری لکھتے ہیں۔

> وزیر آباد پنجاب میں حدیث شریف پڑھ کر ۱۸۸۹ء/ ۱۳۰۷ھ میں دیوبند گیا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول شرح چغمینی تک پڑھیں۔ حدیث کے دورہ کا بھی لطف حاصل کیا۔ دیوبند سے مدرسہ فیض عام کان پور پہنچا کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن مرحوم کے درس منطق کا شہرہ بہت زیادہ تھا اور مجھے بھی علم معقول و منقول سے خاص شغف تھا۔ اس لئے میں نے مدرسہ فیض عام کان پور میں داخلہ لے لیا۔ کچھ شک نہیں مولانا مرحوم کا تبحر علمی واقعی قابل تعریف تھا۔ وہاں جا کر میں کتب مقررہ میں شریک ہوا اور قند مکرر کا لطف اٹھایا۔ انہی دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا۔ میں ان کے درس حدیث میں بھی شریک ہوا۔

پنجاب میں مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم (اہلحدیث مشرب) میرے شیخ الحدیث تھے۔ اس لئے میں نے تینوں استادوں سے جو طرز تعلیم سیکھا، وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جس کے ذکر کا موقع نہیں۔

۱۸۹۳ء/ ۱۳۱۰ھ میں مولانا ثناء اللہ نے مدرسہ فیض عام کان پور سے فراغت پائی۔ انہی دنوں مولانا شبلی نعمانی کی تحریک پر مولانا سید محمد علی مونگیری کی صدارت میں علماء کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ندوۃ العلماء کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا ثناء اللہ نے بھی شرکت کی تھی اور اجلاس میں تمام علماء میں کم عمر آپ ہی تھے۔

مولانا ثناء اللہ کو ندوۃ العلماء کی تاسیسی کمیٹی کا رکن نامزد کیا گیا۔ ساری زندگی ندوہ کی اصلاح وترقی کے لئے کوشاں رہے۔

کان پور سے فراغت کے بعد اپنے وطن امرتسر واپس آئے اور مدرسہ تائید الاسلام امرتسر جہاں آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا تھا، حدیث کی تدریس پر مامور ہوئے۔ ۶ سال تک آپ نے اس مدرسہ میں تدریس فرمائی۔ اس کے بعد آپ مدرسہ اسلامیہ مالیر کوٹلہ بطور صدر مدرس ہو کر چلے گئے اور مالیر کوٹلہ میں آپ نے دو سال تک تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس دیا۔

اس کے بعد آپ استعفیٰ دے کر واپس امرتسر آ گئے اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا کیونکہ اس وقت ملک میں تین گروہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برسرپیکار تھے۔ اور وہ تھے۔

عیسائی............آریہ............قادیانی

مولانا ثناء اللہ نے ان تینوں گروہوں کے خلاف محاذ قائم کیا۔ ان سے تحریری وتقریری مناظرے کئے اور ان کے خلاف بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔

ان تینوں گروہوں کے خلاف مولانا ثناء اللہ مرحوم نے جو قابل قدر خدمات انجام دیں، وہ برصغیر کی اسلامی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔

ادیان باطلہ کی تردید

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ مرحوم نے ادیان باطلہ (عیسائیت، آریہ سماج، قادیانیت، منکرین

حدیث) کے خلاف جو تحریری خدمات انجام دیں، ان کی مثال پورے برصغیر میں نہیں ملتی۔ ادیان باطلہ کی تردید میں ان کی خدمات کا برصغیر کے ہر مکتب کے علماء نے اعتراف کیا ہے۔

تردید عیسائیت

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں۔

دوران تلاش سب سے پہلے قابل توجہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف "عدم ضرورت قرآن" نظر آئی جس کے جواب میں، میں نے "تقابل ثلاثہ" (توراۃ، انجیل، قرآن مجید کا مقابلہ) لکھی جو ملک میں شائع شدہ ہے۔ عیسائیوں کی عدم ضرورت قرآن کے جواب کے علاوہ میں نے متعدد کتابیں ان کے جواب میں لکھیں جن کے مجموعے کا نام "جوابات نصاریٰ" ہے۔ سب سے آخیر میں عیسائیوں کے جواب میں وہ کتاب ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مسیحیت"۔

عیسائیوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تین کتابیں بطرز جدید شائع ہوئی تھیں جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) عالمگیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت۔

(۲) دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت۔

(۳) اصول البیان فی توضیح القرآن۔

ان تینوں کے جواب میں "اسلام اور مسیحیت" لکھی گئی اور شائع ہوئی جس نے اسلامی جرائد سے خراج تحسین حاصل کیا۔

تردید آریہ سماج

آریہ سماج نے بھی برصغیر میں اسلام کے خلاف کئی کتابیں لکھیں اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ مولانا امرتسری نے ان کے خلاف جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، ان کی تفصیل مولانا کی زبانی سنئے۔

مولانا ثناءاللہ مرحوم لکھتے ہیں۔

اسی اثناء میں آریوں نے کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کا اردو ترجمہ شائع کیا جس کے ۱۴ویں باب میں قرآن مجید پر (۱۵۹) اعتراض ہیں۔ ہر ایک اعتراض کے ضمن میں کئی کئی اعتراض ہیں۔ کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا مکمل جواب دیا جائے۔ حسب قول حافظ شیرازی

قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

میں نے اس کے جواب میں ''حق پرکاش'' لکھی۔ بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقے کے کسی عالم نے ستیارتھ پرکاش کے لئے قلم نہیں اٹھایا۔ ذلک من فضل اللہ۔

اس کے بعد ایک مسلم عبدالغفور (نو آریہ دھرمپال) نے رسالہ ''ترکِ اسلام'' لکھا۔ اس کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو بہت بے چینی ہوئی۔ میں نے فوراً اس کا جواب ''تُرکِ اسلام'' شائع کر دیا جس سے مسلمانوں کو اس قدر قلبی راحت ہوئی جتنی مئی جون میں افطار کے وقت ہوتی ہے (خدا قبول کرے)۔

اس کے بعد آریہ کی طرف سے ایک کتاب شائع ہوئی جس کا نام ''کتاب اللہ وید ہے یا قرآن''۔ اس کے جواب میں، میں نے ''کتاب الرحمان'' لکھی۔

ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ آریوں نے ''رنگیلا رسول'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ناپاک حملے کئے گئے جس کی وجہ سے ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگ گئی۔ مسلمان متوالے پھرتے تھے کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ ذات اقدس صفات پر ایسے حملے ہو رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ کوئی عالم جواب نہیں دیتا۔ بقول

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

اس کے جواب میں، میں نے ''مقدس رسول'' لکھا۔ بفضلہ تعالیٰ یہ بھی ایسا

مقبول ہوا کہ اس کے بعد کسی عالم نے رنگیلا کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔ نہ آریوں نے اس کا جواب الجواب دیا۔

تردید قادیانیت

قادیانی تحریک نے جب ملک میں اپنے زہریلے اثرات پھیلانے شروع کئے تو مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی مرحوم نے قادیانی فتنہ کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے ہندوستان کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا اور سب علمائے کرام نے متفقہ فتویٰ دیا کہ

قادیانی کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں

مولانا محمد حسین بٹالوی کے انتقال کے بعد مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری نے اس فرقہ ضالہ کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی۔ آپ نے اس فرقہ ضالہ کے خلاف کیا خدمات انجام دیں، اس بارے میں مولانا مرحوم خود لکھتے ہیں۔

> میری تصانیف جو قادیانیوں سے متعلق ہیں، ان کی تفصیل لکھوں تو ناظرین کے لئے ملال خاطر ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے مختصر طور پر بتلاتا ہوں کہ قادیانی تحریک کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود ان کا شمار یاد نہیں رہا۔ ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں، قادیانی مباحث میں اسے کافی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے جس کا ثبوت مرزا صاحب بانی تحریک قادیاں کی اس تحریر سے ملتا ہے جو انہوں نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی جس کا عنوان تھا

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

> اس کے شروع میں میری نسبت جو خاص گلہ و شکایت کی گئی ہے، وہ خصوصاً قابل دید و شنید ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا۔

> مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا۔ میرے قلعہ کو گرانا چاہا وغیرہ[1] اس لئے دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔

کوئی خاص وقت تھا جب یہ دعا ان کی زبان و قلم سے نکلی اور قبولیت اسے لینے آئی۔ اور مرزا قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی زندگی میں ہی مر گیا۔ قادیانیوں پر یہ تاریخی فتح ایک اہلحدیث عالم کے نصیب میں آئی۔ آج قادیاں کی بستی میں ادھر ادھر دیکھو تو رونق بہت پاؤ گے مگر ایسی کہ دیکھنے والا اہل قادیاں کو مخاطب کر کے داغ مرحوم کا یہ شعر سنائے گا۔

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
آج وہ خانہ خراب ہم کو بہت یاد آیا

تفسیر نویسی

قادیانیوں، چکڑالویوں (منکرین حدیث)، شیعوں اور نیچریوں (سرسید احمد خاں اور ان کے متبعین) نے قرآن مجید کی تفاسیر لکھنی شروع کیں اور ان سب کی تفسیریں طریقہ سلف صالحین کے مطابق نہ تھیں۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے ان کی اصلاح کے لئے چار تفسیریں (دو عربی، دو اردو) لکھیں جن کے بارے میں مولانا امرتسری لکھتے ہیں۔

> یوں تو میری سب تصنیفات قرآن ہی کی خدمت میں ہیں مگر خاص تفسیر نویسی سے میں غافل نہیں رہا۔ روزانہ درس قرآن دینے کے علاوہ پہلے میں نے تفسیر ثنائی غیر مسبوق طرز پر لکھی جو (۸) جلدوں میں ختم ہو کر ملک میں شائع ہو گئی ہے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد بلکہ ساتھ ساتھ "تفسیر القرآن بکلام

---

[1] غازی محمود دھرم پال نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ جو عالم میرے مقابلہ میں آیا، شکست سے دوچار ہوا لیکن دو علمائے کرام کے آگے میں سرنگوں ہو گیا اور آخر ان دونوں علمائے کرام کے حسن سلوک سے میں دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور یہ دونوں علمائے کرام تھے۔ شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہم اللہ اجمعین (عراقی)

الرحمان'' (عربی) لکھی جس کی ملک میں خاص شہرت ہے۔ تیسری تفسیر موسومہ ''بیان الفرقان علی علم البیان'' (عربی) لکھنی شروع کی جس کا ایک حصہ سورہ بقرۃ تک شائع ہو چکا ہے۔ تفسیر کے متعلق چوتھی کتاب موسومہ ''تفسیر بالرائے'' (اردو) لکھی۔ اس میں تفسیر بالرائے کے معنی بتا کر مروجہ تفاسیر وتراجم قادیانی، چکڑالوی، بریلوی اور شیعہ وغیرہ کی اغلاط پیش کر کے ان کی اصلاح کی گئی ہے۔ اس کا بھی ایک حصہ چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

مناظرات ومباحثات

دین اسلام کی تبلیغ اور اس کی نشر و اشاعت کے لئے اور مخالفین اسلام کے پروپیگنڈا کو روکنے کے لئے ایک فن مناظرہ بھی ہے۔

انگریزی دور اقتدار کی آخری نصف صدی ہندوستان کی مذہبی دنیا میں بہت ہنگامہ خیز گزری ہے۔ تبلیغ حق اور ابطال باطل کی دوسری راہ مناظرے کی تھی۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم کا مناظروں کی طرف رجحان زمانہ طالب علمی ہی میں تھا۔ وزیر آباد میں دوران تعلیم آپ عیسائی پادریوں کی تقاریر سنتے اور ان پر اعتراض کرتے۔ عوام آپ کے اعتراضات بڑی توجہ سے سنتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی مناظروں کی طرف توجہ کی اور اس فن میں اتنی شہرت حاصل کی کہ علمائے کرام نے آپ کو ''امام المناظرین'' کا خطاب دیا۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم نے عیسائیوں، آریوں، قادیانیوں، منکرین حدیث، مقلدین احناف (بریلوی و دیوبندی) اور شیعوں سے تحریری وتقریری مناظرے کئے۔ اگر ان مناظروں کا تفصیل سے ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

راقم آثم یہاں صرف دو مناظروں کا ذکر کرتا ہے۔ ایک مناظرہ میرے مولد و مسکن سوہدرہ میں ہوا اور دوسرا مناظرہ سوہدرہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر وزیر آباد میں ہوا۔

مناظرہ سوہدرہ

۲۸۔۲۹ مارچ ۱۹۲۲ء تحریری مناظرہ بعنوان ''فاتحہ خلف الامام'' مولوی سید نور شاہ

(دیوبندی) سے حویلی ملک غلام محمد عراقی مرحوم و مغفور ہوا تھا۔ دوران مناظرہ مولوی سید نور شاہ کی طرف سے ایک سوال کا جواب آیا تو مولانا امرتسری نے فرمایا۔

قاصد کے آتے آتے خط ایک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں وہ کیا لکھیں گے جواب میں

اس شعر سے مولوی سید نور شاہ بوکھلا گئے اور راہ فرار اختیار کی۔ اس مناظرہ کے دوران مولوی سردار احمد ساکن پنڈ دریاں جو بریلوی مسلک کے تھے اور اس مناظرہ میں موجود تھے، مع اپنے رفقاء کے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔

مناظرہ وزیر آباد

یہ مناظرہ (تقریری) ۱۰۔ اپریل ۱۹۳۲ء وزیر آباد میں پروفیسر سلیم قادیانی سے ہوا تھا اور یہ مناظرہ بڑا معرکہ خیز تھا۔ قادیانی مناظر نوجوان تھا اور مناظرہ کا موضوع ''صداقت مرزا'' تھا۔

مناظرہ میں پہلے قادیانی مناظر کو تقریر کا موقع دیا گیا اور اس نے ''صداقت مرزا'' کے دفاع کی پوری کوشش کی۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اپنی تقریر میں قادیانی مناظر کے تمام دلائل ملیا میٹ کر دیئے۔ دوسری تقریر میں قادیانی مناظر نے مناظرہ کا رخ ''اشتہار مرزا'' کی طرف پھیر دیا تو مولانا امرتسری مرحوم نے فرمایا۔

مسیح موعود کی مدت قیام ۴۰ سال مرزا صاحب بتاتے ہیں مگر خود ۱۸ سال بعد اس دنیا سے کوچ کر گئے لہذا مرزا صاحب اپنے دعویٰ کے مطابق جھوٹے ٹھہرے۔

مولانا مرحوم کی ضرب اتنی سخت تھی کہ قادیانی مناظر بوکھلا گیا۔ اثنائے مناظرہ مولانا مرحوم حسب معمول اشعار بھی چست کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عجب مزا ہو کہ محشر میں کریں ہم شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

اس شعر پر قادیانیوں نے واویلا شروع کر دیا کہ یہ شعر غیر مناسب ہے، اسے واپس لیا جائے اور اس معاملہ نے اس قدر طول پکڑا کہ مولانا ثناء اللہ نے فرمایا۔

یہاں سے ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہندوستان کے مایہ ناز ادیب اور صحافی مولانا ظفر علی خاں موجود ہیں۔ ان کو حَکَم تسلیم کر لیا جائے اور جو وہ فیصلہ کریں گے، مجھے منظور ہوگا۔

قادیانیوں نے اس فیصلہ کو منظور کر لیا۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم اس مناظرہ میں موجود تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ

مولانا ثناء اللہ نے مجھے حکم دیا کہ مولانا ظفر علی خاں سے جا کر کہو کہ ثناء اللہ یاد کر رہا ہے۔

حکیم صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ

میں اسپیشل تانگہ لے کر وزیر آباد سے کرم آباد آیا اور مولانا ظفر علی خاں کی خدمت میں عرض کیا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں چنانچہ مولانا ظفر علی خاں اسی وقت تیار ہو کر میرے ساتھ وزیر آباد تشریف لے گئے۔

مولانا ثناء اللہ نے مولانا ظفر علی سے فرمایا کہ مناظرہ "صداقت مرزا" پر تھا۔ اس پر خاکسار نے یہ شعر پڑھا ہے۔

عجب مزا ہو کہ محشر میں کریں ہم شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

اس شعر پر قادیانی حضرات شور مچا رہے ہیں کہ یہ شعر غیر مناسب ہے، اس کو واپس لیا جائے۔ اب آپ کو حَکَم تسلیم کیا گیا ہے۔ آپ جو فیصلہ کریں گے، وہ فریقین کو تسلیم ہوگا۔

مولانا ظفر علی خاں نے فرمایا۔

اس شعر میں کوئی لفظ فحش نہیں ہے۔ اس کا مطلب بڑا آسان اور واضح ہے اور مطلب یہ ہے کہ

روز قیامت میدان محشر میں مولانا ثناء اللہ صاحب اللہ تعالیٰ کے دربار میں فریاد

کریں گے کہ اے اللہ مرزا غلام احمد قادیانی سے یہ پوچھ کہ اس نے دنیا میں مسلمانوں میں کیوں تفرقہ ڈالا۔ اس وقت مرزا صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب سے کہیں گے کہ مولانا یہاں تو چپ رہئے۔ دنیا میں مجھے آپ نے بہت ذلیل ورسوا کیا اور اب یہاں بھی مجھے ذلیل ورسوا کر رہے ہو۔

مولانا ظفر علی خاں کی اس تشریح نے مجمع میں سرور وولولہ پیدا کر دیا اور لوگ عش عش کر اٹھے۔

قادیانی مناظر چونکہ نوجوان تھا، اس لئے مولانا ثناء اللہ مرحوم نے اس پر بھی ایک شعر چسپاں کر دیا۔

کچھ جوانی ہے ابھی، کچھ لڑکپن ان کا
دو جفاکاروں کے قبضہ میں ہے جوبن ان کا

اس شعر کا فریقین پر کیا اثر پڑ سکتا تھا، اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ مناظرہ بڑا اثر انگیز تھا۔

مولوی ابوالحمود ہدایت اللہ سوہدروی لکھتے ہیں۔

> ہمارا یقین ہے کہ اس قسم کے دو تین مناظرے مختلف مقامات پر ہو جائیں تو پنجاب سے قادیانیت کا بیج اکھڑ جائے۔

قومی وملی اور سیاسی و جماعتی خدمات

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کی قومی وملی، علمی ودینی اور سیاسی و جماعتی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے برصغیر پاک وہند کی دینی وعلمی، قومی وملی اور سیاسی تحریکات میں حصہ لیا اور قابل قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نے جن تحریکات میں حصہ لیا، ان کی مختصر تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

ندوۃ العلماء

۱۸۹۲ء/ ۱۳۰۹ھ میں مولانا ثناء اللہ مدرسہ فیض عام کانپور سے فارغ ہوئے تو اس کی

دستار بندی کے موقع پر مولانا شبلی نعمانی کی تحریک پر کان پور میں ایک جلسہ مولانا سید محمد علی مونگیری کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس اجلاس میں مولانا ثناء اللہ بھی شریک تھے اور تمام حاضر علماء میں سب سے کم عمر تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

> اجلاس میں مولانا شبلی، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا لطف اللہ علی گڑھ، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا محمد اشرف علی تھانوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری شامل تھے اور مولانا ثناء اللہ علماء میں سب سے کم عمر تھے۔

مولانا ثناء اللہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بنیادی رکن تھے۔

۱۹۱۲ء میں ندوہ کا اجلاس حکیم اجمل خاں کی دعوت پر دہلی میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت مولانا شبلی کی تحریک پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمائی تھی۔

۱۹۱۳ء میں ندوہ میں اسٹرائک ہوئی۔ اس اسٹرائک کو ختم کرانے کے لئے مولانا محمد علی جوہر اور حکیم اجمل خاں نے خاصی دلچسپی لی اور اس سلسلہ میں مسلمان علما و زعماء کا ایک اجلاس دہلی میں بلایا گیا۔ یہ اجلاس ۱۰ مئی ۱۹۱۴ء کو دہلی میں ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے کی تھی۔

اس اجلاس میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ ندوۃ کا دستور مرتب کرے۔ دستور کے لئے دہلی کے ریٹائرڈ جج پیرزادہ محمد حسین کی خدمات حاصل کی گئیں جنہوں نے تین دن میں دستور بنا کر ارکان کمیٹی کے سپرد کر دیا۔

کمیٹی کے ارکان یہ تھے۔

مسیح الملک حکیم اجمل خاںؒ

مولانا ابوالکلام آزادؒ

مولانا محمد علی جوہرؒ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

خواجہ غلام الثقلینؒ

مولانا نواب علی حسن خاںؒ

حکیم عبدالولی لکھنویؒ

مجلس خلافت

۱۹۱۹ء میں مولانا محمد علی نے مجلس خلافت کے نام سے ایک جماعت بنائی۔ اس کا پہلا اجلاس لکھنؤ میں ہوا جس میں برصغیر کے زعماء، علماء اور اکابرین شریک ہوئے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم بھی اس اجلاس میں شریک تھے اور آپ نے کارکنان مجلس خلافت کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔

جمعیۃ العلماء ہند

۱۹۱۹ء میں جمعیۃ العلماء ہند قائم ہوئی۔

اس جماعت کی تشکیل درج ذیل علماء کی سعی و کوشش سے ہوئی۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ

مولانا کفایت اللہ دہلویؒ

مولانا احمد سعید دہلویؒ

مولانا ابوالکلام آزادؒ

مولانا آزاد سبحانیؒ

مولانا عبدالماجد بدایونیؒ

مولانا سید سلیمان ندویؒ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

جمعیۃ العلماء ہند کا پہلا اجلاس مولانا ثناء اللہ کی تحریک پر امرتسر میں مولانا عبدالباری کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ۲۳ علمائے کرام کی مجلس عاملہ بنائی گئی۔ اہلحدیث جماعت کے درج ذیل علماء کو مجلس عاملہ میں شامل کیا گیا۔

مولانا محمد فاخر الہ آبادیؒ

مولانا سلامت اللہ جے راج پوریؒ

مولانا محمد اکرم خاںؒ
مولانا منیر الزماں خاںؒ
مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ
مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ

۱۹۲۵ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس کلکتہ میں مولانا سید سلیمان ندوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا ثناء اللہ شریک تھے۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ

> مولانا ثناء اللہ اس اجلاس میں شرکت کے لئے خاص طور پر تشریف لائے تھے کہ جمعیۃ کے اجلاس میں دارالحرب میں سود کے مسئلہ پر بحث کرنے والے تھے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ اور دوسرے علماء دیوبند بھی تشریف فرما تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اگر حضرات علمائے دیوبند حنفیہ کے مشہور مسلک
>
> **لا ربوا بین الحربی و المسلم فی دارالحرب**
>
> پر متفق ہوں تو میں اس کی تائید کروں گا مگر علماء میں نج کی گفتگو ہو کر رہ گئی۔ کھلے اجلاس میں کوئی بحث نہ ہوئی۔

کانگرس اور مسلم لیگ

سیاسی اعتبار سے مولانا ثناء اللہ ابتداء سے کانگریس سے وابستہ تھے۔ جب ہندو کانگریسی رہنماؤں کے تعصب کی وجہ سے جماعت میں ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں تو بہت سے مسلمان زعماء نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم بھی اس گروہ میں شامل تھے۔ مولانا امرتسری اس کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں جلیانوالہ باغ کے حادثہ کے بعد کانگریس، مجلس خلافت اور مسلم لیگ کے اجلاس منعقد ہوئے تو مسلم لیگ کا اجلاس مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں کی صدارت میں منعقد ہوا۔ صدر مجلس استقبالیہ مولانا امرتسری تھے اور آپ نے ایک جامع و علمی خطبہ ارشاد فرمایا۔

جماعتی خدمات

جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں مولانا ثناء اللہ مرحوم کی خدمات قابل قدر ہیں۔

دسمبر ۱۹۰۶ء/ شوال ۱۳۲۴ھ آرہ (مدراس) میں اہلحدیث کا سالانہ جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں ”آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی۔

مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری صدر اور مولانا ثناء اللہ امرتسری ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور اس اجلاس میں یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اہلحدیث کانفرنس کو متعارف کرانے کے لئے علماء کی ایک تین رکنی کمیٹی تشکیل کی جائے جو پورے ہندوستان کا دورہ کر کے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو متعارف کرائے۔ چنانچہ تین علماء پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی۔

کمیٹی کے ارکان یہ تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

چنانچہ ان تینوں علمائے کرام نے پورے ملک کا دورہ کیا اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو متعارف کرایا۔

ایک سال بعد آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کا انتخاب ہوا اور مندرجہ ذیل علماء کو مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بانی ارکان میں شامل ہونے کی وجہ سے رکن تھے۔

ان کے علاوہ جو رکن تھے، وہ یہ تھے۔

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ

مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ

مولانا محمد حنیف ندویؒ

ان کا تعلق پنجاب سے تھا۔

صوبہ یوپی سے مولانا ابوالقاسم بنارسی

صوبہ بہار سے مولانا عبداللہ الکافی اور مولانا عبداللہ الباقیؒ

دہلی سے حافظ حمید اللہؒ

ان ارکان میں مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا عبدالوہاب آروی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری، کانگریس اور جمیعۃ العلماء ہند سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا تعلق مسلم لیگ سے تھا۔

انجمن اہل حدیث پنجاب

۱۹۲۰ء میں انجمن اہل حدیث پنجاب قائم ہوئی۔

جس کا صدر مولانا عبدالقادر قصوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بنایا گیا۔ مجلس عاملہ کے ارکان یہ تھے۔

مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
مولانا سید داؤد غزنوی
مولانا محمد اسماعیل سلفی
مولانا قاضی عبدالرحیم
مولانا محمد علی لکھوی
حکیم نورالدین

۸ سال بعد انجمن اہل حدیث پنجاب کا انتخاب ہوا تو مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو صدر اور مولانا عبدالمجید سوہدروی، کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔

موتمر عالم اسلامی میں نمائندگی

۱۹۲۶ء/۱۳۴۵ھ میں سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود نے حجاز فتح کیا اور مکہ

معظمہ میں ''موتمر عالم اسلامی'' کا اجلاس بلایا۔ اس اجلاس میں شرکت کے لئے ہندوستان کی تین جماعتوں کو اپنے نمائندے بھیجنے کی دعوت دی گئی۔

۱۔ مجلس خلافت

۲۔ جمیعۃ العلماء ہند

۳۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس

مجلس خلافت کا وفد چار ارکان پر مشتمل تھا۔

۱۔ مولانا سید سلیمان ندوی (سربراہ وفد)

۲۔ مولانا محمد علی جوہر

۳۔ مولانا شوکت علی

۴۔ شعیب قریشی

جمیعۃ العلماء ہند کے وفد کے پانچ ارکان تھے۔

۱۔ مولانا کفایت اللہ دہلوی (سربراہ وفد)

۲۔ مولانا شبیر احمد عثمانی

۳۔ مولانا محمد عرفان

۴۔ مولانا احمد سعید دہلوی

۵۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا وفد چار ارکان پر مشتمل تھا۔

۱۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری (سربراہ وفد)

۲۔ مولانا عبدالواحد غزنوی

۳۔ مولانا سید اسماعیل غزنوی

۴۔ حافظ حمید اللہ دہلوی

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ ۱۹۲۶ء میں حجاز کے موتمر اسلامی میں نمائندہ اہلحدیث کی حیثیت سے شریک تھے اور عربی میں ایک دو مختصر تقریریں بھی اپنی طرز کی موتمر میں کی

تھیں۔ مدینہ منورہ بھی حاضر ہوئے تھے۔ کہتے تھے کہ جو اہلحدیث یہاں نہ آئے، وہ محبت سے خالی ہے۔

ثنائی اخبارات

دین اسلام کی تبلیغ، توحید الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نشر و اشاعت، شرک و بدعت کی تردید و توبیخ اور ادیان باطلہ کا قلع وقمع کرنے کے لئے مولانا ثناء اللہ مرحوم نے مختلف اوقات میں تین اخبار جاری کیے۔

۱۔ جریدہ مسلمان
۲۔ اخبار اہلحدیث
۳۔ مرقع قادیانی

جریدہ مسلمان

یہ ماہنامہ ۱۹۰۰ء میں مولانا نے امرتسر سے جاری کیا۔ یہ جریدہ عامۃ المسلمین کے مفاد کے لئے جاری کیا گیا۔ اس رسالہ میں غیر مذاہب کی طرف سے اسلام پر اعتراضات کا جواب دیا جاتا تھا اور تمام مضامین مولانا مرحوم خود ارقام فرماتے تھے۔

یہ جریدہ مئی ۱۹۰۸ء تک ماہوار شائع ہوتا رہا۔

۷ جون ۱۹۱۰ء کو اس کو ہفت روزہ کر دیا گیا۔

جولائی ۱۹۱۳ء میں اس کے حقوق منشی علم الدین کے نام منتقل کر دیئے گئے اور منشی صاحب اس کو زیادہ عرصہ تک سنبھال نہ سکے لہٰذا یہ اخبار بند ہو گیا۔

اخبار اہلحدیث

ہفت روزہ اخبار اہلحدیث امرتسر سے ۲۴ شعبان ۱۳۲۱ھ/ ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا اور مسلسل ۴۴ سال تک بغیر کسی ناغہ کے ۱۳ رمضان ۱۳۶۶ھ/ یکم اگست ۱۹۴۷ء تک شائع ہوتا رہا۔

جنوری ۱۹۱۴ء میں پریس کی تبدیلی کی وجہ سے اخبار اہلحدیث شائع نہ ہو سکا تو مولانا امرتسری نے جنوری ۱۹۱۴ء میں ''مخزن ثنائی'' اور فروری مارچ ۱۹۱۴ء کے شمارے ''گلدستہ ثنائی''

کے نام سے شائع کئے۔

۱۹۱۹ء میں دوبارہ پریس کی تبدیلی کا مرحلہ پیش آیا تو مولانا مرحوم نے ۱۷۔ اور ۲۵۔ فروری کے شمارے "گلدستہ ثنائی" کے نام سے شائع کئے۔

اخبار اہلحدیث کس جذبہ کے تحت جاری کیا گیا تھا، مولانا ثناء اللہ مرحوم لکھتے ہیں۔

جب مذہبی تبلیغ کی ضرورت روزمرہ بڑھتی نظر آئی اور تصنیف کتب کا کام ناکافی ثابت ہوا تو اخبار اہلحدیث جاری کیا گیا جس میں ہر غلط خیال کی اصلاح کی جاتی ہے اور غیر مسلم کے حملہ کا جواب دیا جاتا ہے۔

اور اس کے بعد مولانا مرحوم اخبار اہلحدیث کا تعارف درج ذیل الفاظ میں کراتے ہیں۔

یہ اخبار کیا ہے، مجمع البحرین ہے۔ یعنی دین اور دنیا کا مجموعہ جس میں ملکی، مذہبی، اخلاقی اور تاریخی مضامین کے علاوہ متفرق سوال و جواب، دینی فتاویٰ اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب درج ہوتے ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی، شرک و بدعت کا دشمن، مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا اور دنیا بھر کی چیدہ چیدہ خبریں بتانے والا ہے۔

اس اخبار کے اغراض و مقاصد یہ تھے۔

۱۔ دین اسلام اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت کرنا۔
۲۔ مسلمانوں کی عموماً اور جماعت اہلحدیث کی خصوصاً دینی و دنیاوی خدمات بجالانا۔
۳۔ حکومت اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی نگہداشت کرنا۔

چونکہ یہ اخبار توحید و سنت کے احیاء اور قرآن و حدیث کی بقاء کے لئے جاری کیا گیا تھا، اس لئے اس کے صفحہ اول پر یہ شعر لکھا ہوتا تھا۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلم داشتن

اخبار اہلحدیث کو مولانا ثناء اللہ کی ادارت کا مستقل اعزاز حاصل رہا۔ تاہم ۱۹۲۹ء میں ۳ اپریل تا ۲۷ اگست مولانا امرتسری کے سفر حج کے دوران ان کے صاحبزادہ مولوی عطاء اللہ شہید اس کے مدیر اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نگران رہے۔

مرقع قادیانی

قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لئے مولانا ثناء اللہ مرحوم نے ”مرقع قادیانی“ کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔

مرقع قادیانی کا پہلا شمارہ یکم جون ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا اور اکتوبر ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد اس کو بند کر دیا گیا۔ دوسری بار اپریل ۱۹۳۱ء میں جاری ہوا اور اپریل ۱۹۳۳ء تک جاری رہا، اس کے بعد بند ہو گیا۔

یہ رسالہ کیوں جاری کیا گیا؟

مولانا امرتسری لکھتے ہیں۔

> اس رسالہ کی اشاعت کا مقصد دین اسلام کو بیرونی اور اندرونی حملہ سے بچانا ہے اور مرزا قادیانی کے غلط خیالات کی اصلاح کرنا ہے۔

تصانیف

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھیں، جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ تفاسیر قرآن مجید و متعلقاتہ
۲۔ تردید عیسائیت
۳۔ تردید آریہ سماج
۴۔ تردید قادیانیت
۵۔ تردید مقلدین احناف
۶۔ حمایت اہلحدیث
۷۔ تنقیدی کتب
۸۔ عامۃ المسلمین اور اسلامی کتب
۹۔ علمی و ادبی تصانیف

مولانا امرتسری نے تصنیف و تالیف کا آغاز ۱۸۹۵ء میں کیا اور آخری عمر تک جاری رہا۔

تفاسیر قرآن مجید و متعلقاتہ

۱۔ تفسیر ثنائی
۲۔ آیات متشابہات
۳۔ تفسیر القرآن بکلام الرحمان (عربی)
۴۔ بیان الفرقان علی علم البیان (عربی)

۵۔ تفسیر بالرائے
۶۔ برہان التفاسیر بجواب سلطان التفاسیر
۷۔ تشریح القرآن
۸۔ تفسیر بالروایۃ

تردید عیسائیت

۹۔ تقابل ثلاثہ
۱۰۔ توحید، تثلیث اور راہ نجات
۱۱۔ جوابات نصاریٰ
۱۲۔ مناظرہ الہ آباد
۱۳۔ اسلام اور مسیحیت
۱۴۔ تحریفات بائبل اور تفسیر سورۃ یوسف
۱۵۔ کلمہ طیبہ
۱۶۔ اسلام اور پالی ٹیکس
۱۷۔ اسلام اور برٹش لاء

تردید آریہ سماج

۱۸۔ حق پرکاش
۱۹۔ کتاب الرحمان
۲۰۔ ترک اسلام
۲۱۔ حدوث وید
۲۲۔ مباحثہ دیوریا
۲۳۔ شادی بیوگان اور نیوگ
۲۴۔ حدوث دنیا
۲۵۔ الہام
۲۶۔ الرکوب السفینہ فی مباحثہ النگینہ
۲۷۔ سوامی دیانند کا علم وعقل
۲۸۔ نماز اربعہ
۲۹۔ تغلیب الاسلام
۳۰۔ القرآن العظیم
۳۱۔ مرقع دیانندی
۳۲۔ رجم الشیاطین بجواب اساطیر الاولین
۳۳۔ تبراسلام
۳۴۔ بحث تناسخ
۳۵۔ ثمرات تناسخ
۳۶۔ قرآن اور دیگر کتب
۳۷۔ جہاد وید
۳۸۔ باعث سرور در مباحثہ جبل پور
۳۹۔ فتح اسلام یعنی مناظرہ خورجہ
۴۰۔ محمد رشی
۴۱۔ الہامی کتاب
۴۲۔ مقدس رسولؐ
۴۳۔ ثنائی پاکٹ بک
۴۴۔ نکاح آریہ
۴۵۔ اصول آریہ

۴۶۔ تحریف آریہ
۴۷۔ تعلیم الاسلام
۴۸۔ ہنود، آریہ اور مولانا امرتسری
۴۹۔ ہندوستان کے دو ریفارمر
۵۰۔ مجموعہ رسائل بوید قرآن
۵۱۔ الفوز العظیم
۵۲۔ آریوں کے علماء سے ۲۵ سوالات اور ان کے فوری جوابات
۵۳۔ مباحثہ نابھن
۵۴۔ ایشور بھگتی
۵۵۔ مباحثہ گوشت خوری
۵۶۔ آریہ دھرم کا فوٹو
۵۷۔ ثبوت قرآنی گاؤ
۵۸۔ وید اور سوامی دیانند
۵۹۔ ابدی نجات
۶۰۔ اظہار حق
۶۱۔ کتاب روح
۶۲۔ حدوث مادہ
۶۳۔ وید کا بھید
۶۴۔ شدھی توڑ
۶۵۔ ویدک ایشور کی حقیقت
۶۶۔ اخبار مسلمان

تردید قادیانیت

۶۸۔ الہامات مرزا
۶۹۔ ہفوات مرزا
۷۰۔ صحیفہ محبوبیہ
۷۱۔ فاتح قادیاں
۷۲۔ آفتہ اللہ
۷۳۔ فتح ربانی در مباحثہ قادیانی
۷۴۔ عقائد مرزا
۷۵۔ مرقع قادیانی
۷۶۔ چیستان مرزا
۷۷۔ زار قادیاں
۷۸۔ فسخ نکاح مرزائیاں
۷۹۔ تاریخ مرزا
۸۰۔ عجائبات مرزا
۸۱۔ شہادات مرزا
۸۲۔ ہندوستان کے دو ریفارمر
۸۳۔ مراق مرزا
۸۴۔ فیصلہ مرزا
۸۵۔ علم کلام مرزا
۸۶۔ عشرہ کاملہ
۸۷۔ تحفہ احمدیہ
۸۸۔ بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر
۸۹۔ ناقابل مصنف مرزا
۹۰۔ رسائل اعجازیہ
۹۱۔ ضرورت مسیح

۹۲۔ قادیانی نبی کی تحریر فیصلہ کن ہے یا میرا حلف
۹۳۔ تفسیر ثنائی
۹۴۔ نکاح مرزا
۹۵۔ شاہ انگلستان اور مرزا قادیانی
۹۶۔ قادیانی مباحثہ دکن
۹۷۔ نکات مرزا
۹۸۔ محمد قادیانی
۹۹۔ تعلیمات مرزا
۱۰۰۔ تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار
۱۰۱۔ بہاء اللہ اور مرزا
۱۰۲۔ اباطیل مرزا
۱۰۳۔ مکالمہ احمدیہ (جلد اول)
۱۰۴۔ لیکھرام اور مرزا
۱۰۵۔ محمود مصلح موعود
۱۰۶۔ تحفہ مرزائیہ
۱۰۷۔ ثنائی پاکٹ بک
۱۰۸۔ تفسیر بالرائے

تردید مقلدین احناف

۱۰۹۔ حدیث نبویؐ اور تقلید شخصی
✓ ۱۱۰۔ علم الفقہ
۱۱۱۔ تقلید شخصی اور سلفی
۱۱۲۔ تکذیب المفکرین
✓ ۱۱۳۔ فقہ اور فقیہ
✓ ۱۱۴۔ اجتہاد و تقلید
۱۱۵۔ اصلی حنفیت اور تقلید شخصی
۱۱۶۔ تنقید تقلید
۱۱۷۔ اقتدائے اہلحدیث
۱۱۸۔ معقولات حنفیہ
✓ ۱۱۹۔ اصول الفقہ (عربی)
۱۲۰۔ تقلید شخصی
۱۲۱۔ قلعہ شکن بجواب باطل شکن
۱۲۲۔ اللوامع الالٰہیہ علی الصواعق الالٰہیہ
۱۲۳۔ مقاصد نمازیاں بجواب عقائد نمازیاں
۱۲۴۔ ہدایہ اور تقویۃ الایمان
۱۲۵۔ پیر جماعت علی شاہ کی قیادت
✓ ۱۲۶۔ فقہ دراصل قرآن ہے
۱۲۷۔ علم غیب کا مسئلہ
۱۲۸۔ وہابیت پر بہتان
۱۲۹۔ وفاۃ النبیؐ بجواب حیاۃ النبیؐ
۱۳۰۔ تعظیم الابرار علی تعلیم الجبار

تائید و حمایت اہلحدیث

۱۳۱۔ اہلحدیث کا مذہب
۱۳۲۔ فتوحات اہلحدیث

۱۳۳۔ اسلام اور اہلحدیث
۱۳۴۔ آمین و رفع الیدین
۱۳۵۔ فاتحہ خلف الامام
۱۳۶۔ شمع توحید
۱۳۷۔ نور توحید

تنقیدی کتب

۱۳۸۔ الکلام المبین فی جواب الاربعین
۱۳۹۔ فیصلہ آرہ
۱۴۰۔ دلیل الفرقان بجواب اہل القرآن
۱۴۱۔ فصل قضیۃ الاخوان بذکر تفسیر القرآن بکلام الرحمان
۱۴۲۔ اصلاح الاخوان علی ید السلطان (امرتسری غزنوی کا فیصلہ)
۱۴۳۔ حجیت حدیث اور اتباع رسولؐ
۱۴۴۔ خاکساری تحریک اور اس کا بانی
۱۴۵۔ نافہم مصنف
۱۴۶۔ کم علم مصنف
۱۴۷۔ خطاب بہ مودودی
۱۴۸۔ اتباع سلف
۱۴۹۔ خلافت محمدیہ
۱۵۰۔ خلافت و رسالت
۱۵۱۔ دکھے دل کی داستان
۱۵۲۔ مظالم روپڑی بر مظلوم امرتسری
۱۵۳۔ اہلحدیث کی امانت بجواب وہابیوں کی امامت
۱۵۴۔ برہان القرآن
۱۵۵۔ دفاع عن الحدیث
۱۵۶۔ برہان الحدیث باحسن الحدیث
۱۵۷۔ بیان الحق بجواب بلاغ الحق
۱۵۸۔ تصدیق الحدیث
۱۵۹۔ صلوٰۃ المومنین بجواب صلوٰۃ المرسلین
۱۶۰۔ کلمۃ الحق بجواب شرعۃ الحق

عامہ المسلمین اور اسلامی کتب

۱۶۱۔ مسئلہ حجاز پر نظر
۱۶۲۔ سلطان ابن سعود، علی برادران اور موتمر
۱۶۳۔ تحریک وہابیت پر ایک نظر
۱۶۴۔ حیات مسنونہ
۱۶۵۔ تعلیم القرآن
۱۶۶۔ رہبر حجاج
۱۶۷۔ اسلام کیا چاہتا ہے
۱۶۸۔ تہذیب

۱۶۹۔ عزت کی زندگی
۱۷۰۔ میل ملاپ
۱۷۱۔ سائکم المسلمین
۱۷۲۔ عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت

علمی وادبی تصانیف

۱۷۳۔ خصائل النبی صلی اللہ علیہ وسلم
✓ ۱۷۴۔ ہدایۃ الزوجین
۱۷۵۔ رسوم اسلامیہ
۱۷۶۔ السلام علیکم
۱۷۷۔ شریعت وطریقت
۱۷۸۔ اسلامی تاریخ
۱۷۹۔ ادب العرب (عربی)
۱۸۰۔ التعریفات النحویہ (عربی)
۱۸۱۔ خطبہ صدارت
۱۸۲۔ سوانح امام بخاری
۱۸۳۔ التحفۃ النجدیہ
✓ ۱۸۴۔ فتاویٰ ثنائیہ
۱۸۵۔ ترجمہ قرآن مجید (ثنائی ترجمہ)
۱۸۶۔ بارہ سورہ شریفہ (مترجم)
۱۸۷۔ قرآنی قاعدہ ثنائیہ
۱۸۸۔ مائۃ ثنائیہ یعنی صد احادیث نبویہ
۱۸۹۔ اربعین ثنائیہ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا کی (۲۳) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

تفسیر ثنائی

قرآن مجید کی اردو تفاسیر میں تفسیر ثنائی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس تفسیر میں قادیانیت اور نیچریت کا رد کیا گیا ہے۔

ترجمہ بامحاورہ، عام فہم، الفاظ قرآن کی نہایت عمدہ اسلوب سے تشریح، آیات قرآنی کا باہم ربط اور مخالفین اسلام کا عقلی ونقلی دلائل سے رد کیا ہے۔ مقدمہ تفسیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت مختلف مذاہب کی کتابوں سے فراہم کیا گیا ہے۔

یہ تفسیر (۸) جلدوں میں شائع ہوئی۔

اس تفسیر کی جلد اول ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء میں شائع ہوئی اور اس کی تکمیل ۲۹ رمضان ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔

تقابل ثلاثہ

یہ کتاب پادری ٹھاکر دت کی تصنیف ”عدم ضرورت قرآن“ کا جواب ہے۔ اس میں توراۃ، انجیل اور قرآن مجید کے مابین تقابل کا جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۱۰ء/ ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوئی۔

اسلام اور مسیحیت

یہ کتاب عیسائیوں کی تین کتابوں

۱۔ توضیح البیان فی اصول القرآن

۲۔ مسیحیت عالمگیری

۳۔ دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت

کے جواب میں لکھی گئی۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۴۱ء/ ۱۳۶۰ء میں شائع ہوئی۔

کتاب الرحمان

یہ کتاب ایک آریہ مصنف جگتو رام کی کتاب ”کتاب اللہ وید ہے یا قرآن“ کے جواب میں لکھی گئی۔ اس میں آریہ مصنف کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی مناظرانہ رنگ میں یہ بڑی دلآویز کتاب ہے۔

۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۱ھ میں امرتسر سے شائع ہوئی۔

ترکِ اسلام

یہ کتاب ایک مسلم عبدالغفور (نو آریہ دھرمپال) کی کتاب ”ترکِ اسلام“ کے جواب میں ہے۔

ترکِ اسلام کے مصنف نے اسلام پر بے جا قسم کے اعتراضات کئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے بڑی سنجیدگی سے ان اعتراضات کے جوابات دیئے۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر علمائے اہلحدیث اور علمائے دیوبند نے مولانا امرتسری کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

مولانا امرتسری نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ دھرمپال دوبارہ مذہب اسلام میں واپس آئے گا۔ چنانچہ آپ کی پیش گوئی پوری ہوئی اور دھرمپال غازی محمود دھرمپال کی صورت واپس اسلام میں آئے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۱ھ میں امرتسر سے شائع ہوئی۔

مقدس رسولؐ

یہ کتاب آریہ سماج کی طرف سے ایک فضول کتاب ''رنگیلا رسول'' کے جواب میں لکھی گئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بے جا قسم کے اعتراضات کئے گئے تھے۔ مولانا امرتسری مرحوم نے بڑی سنجیدگی اور متانت سے اعتراضات کے جوابات دیئے۔

علمائے اہلحدیث اور علمائے دیوبند نے ''مقدس رسولؐ'' کے شائع ہونے پر مولانا امرتسری کو خراج تحسین پیش کیا۔

مولانا ثناء اللہ مرحوم اس کتاب کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۲۴ء/ ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی۔

الہامات مرزا

قادیانیت کی تردید میں مولانا ثناء اللہ مرحوم کی یہ پہلی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں مولانا مرحوم نے مرزا قادیانی کے الہامات اور پیش گوئیوں کا جائزہ لیا ہے اور ہر پیش گوئی پر کئی پہلو سے بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ مرزا صاحب کے سارے الہامات اور پیش گوئیاں بناوٹی ہیں اور وہ اپنے دعویٰ میں کذاب ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۱ء/ ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوئی۔

تاریخ مرزا

یہ کتاب مولانا ثناء اللہ مرحوم نے مرزا قادیانی کی سوانح حیات، مرزا صاحب کی تالیفات اور اشتہارات کی روشنی میں مرتب کی اور مرزا صاحب کے حالات از پیدائش تا وفات

درج کیے ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۷ھ میں شائع ہوئی۔

نکات مرزا

اس کتاب کی تالیف کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا محمود قادیانی نے مولانا مرتضی حسن دیوبندی کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ مولانا مرتضی حسن نے خاموشی اختیار کی لیکن مولانا امرتسری نے مرزا محمود کا چیلنج قبول کیا لیکن مرزا محمود نے چپ سادھ لی۔

مولانا امرتسری نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے تفسیری نکات کی نقاب کشائی کی ہے مثلاً مولانا امرتسری لکھتے ہیں کہ

> قرآن مجید میں آتا ہے کہ یاجوج ماجوج زمین میں فساد کرنے والے ہیں لیکن مرزا قادیانی عیسائیوں اور انگریزوں کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہیں۔

یہ کتاب ۱۹۲۶ء/ ۱۳۴۵ھ میں شائع ہوئی۔

تقلید شخصی اور سلفی

اس کتاب میں مسئلہ تقلید (ہر دو نوع) کی تحقیق اور کتاب "حقیقۃ الفقہ" از مولوی انوار اللہ حیدر آبادی اور رسالہ "الاقتصاد" از مولوی اشرف علی تھانوی کا جواب ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ میں شائع ہوئی۔

"معقولات حنفیہ"

معقولات حنفیہ دراصل نامعقولات حنفیہ ہے۔ اس میں حنفی مسلک کے سات مسائل مفقود الخبر، زن مرتدہ، حرمت مصاہرت، خیار بلوغ، دہ دردہ، اقتدائے مقیم یا مسافر اور تفریق بین الزوجین کا ذکر کر کے محاکمہ کیا گیا ہے اور مولانا تھانوی کے رسالہ "الحيلة الناجزة للهية العاجزه" پر بھی ناقدانہ تبصرہ فرمایا ہے۔

یہ رسالہ ۱۹۳۶ء/ ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوا۔

اجتہاد و تقلید

اس رسالہ میں دونوں مسئلوں (اجتہاد و تقلید) نصاب اجتہاد، نصاب تغیر، اجماع، ادلۃ اربعہ اور اصول خمسہ کی معقول اور کافی تحقیق کی گئی ہے۔

یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۱۸ء/ ۱۳۳۶ھ میں شائع ہوا۔

اہلحدیث کا مذہب

اس کتاب میں یہ بتایا ہے کہ اہلحدیث کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریعت ہے۔ ان دونوں کے مقابلہ میں کسی صحابی، پیر فقیر، مفسر، محدث اور امام و ولی کا قول حجت نہیں ہے۔

مولانا فرماتے ہیں، یہ کتاب اہلحدیث کی دستاویز ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۸۹۹ء/ ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوئی۔

شمع توحید

۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو مولانا ثناء اللہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ حملہ آور غالی بریلوی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا کہ مولانا کی جان بچ گئی لیکن زخمی ہو گئے۔ صحت یاب ہونے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ رسالہ لکھا۔ اس میں عقائد فاسدہ کی تردید اور عقائد صحیحہ سے روشناس کرایا گیا ہے۔

یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۳۸ء/ ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا۔

نور توحید

شمع توحید کے جواب میں طائفہ غالیہ نے ”پروانہ تقلید“ کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔

مولانا امرتسری نے اس رسالہ کا جواب ”نور توحید“ سے دیا۔

یہ رسالہ ۱۹۳۸ء/ ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوا۔

خاکساری تحریک اور اس کا بانی

خاکساری تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی حدیث کو حجت شرعی تسلیم نہیں کرتے

تھے اور ان کے مذہبی عقائد سلف صالحین کے عقائد سے بہت زیادہ مختلف تھے۔

اس کتاب میں علامہ مشرقی کے عقائد اور قرآن مجید میں ان کی تحریفات پر بحث فرمائی ہے۔

یہ کتاب ۱۹۳۹ء/ ۱۳۵۸ھ میں امرتسر سے شائع ہوئی۔

خطاب بہ مودودی

اس رسالہ میں مولانا سید مودودی کے نظریہ حدیث پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا مودودی مرحوم نے اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ شکوک وشبہات وارد کیے تھے۔

یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۴۶ء/ ۱۳۶۵ھ میں شائع ہوا۔

خلافت محمدیہ

مسئلہ خلافت شیعہ اور سنی میں ایک عرصہ سے زیر بحث ہے۔ اہل سنت کا موقف یہ ہے کہ خلافت جس طرح قائم ہوئی، وہ بالکل برحق ہے لیکن شیعہ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور ان کی اولاد کو مستحق خلافت سمجھتے ہیں۔ مولانا امرتسری نے اس رسالہ میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح خلافت قائم ہوئی، وہ علیٰ منہاج النبوۃ تھی۔

یہ رسالہ ۱۹۳۱ء/ ۱۳۵۰ھ میں پہلی بار امرتسر سے شائع ہوا۔

تحریک وہابیت پر ایک نظر

اس رسالہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے حالات زندگی اور مسئلہ قبہ جات پر علمائے دیوبند کے فتاوٰی درج کیے ہیں۔

یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۲۹ء/ ۱۳۴۷ھ میں امرتسر سے شائع ہوا۔

حیات مسنونہ

اس رسالہ میں مولانا امرتسری نے بتایا ہے کہ انسان کی زندگی دو قسم کی ہے۔

اول۔ انفرادی

دوم۔ اجتماعی

اور ان دونوں امور پر مختصراً روشنی ڈالی ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی تلقین کی ہے۔

یہ رسالہ ۱۹۳۵ء/ ۱۳۵۴ھ میں امرتسر سے شائع ہوا۔

اسلامی تاریخ

اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طیبہ بطور حکایت قلمبند کئے ہیں اور یہ رسالہ خورد مسلمان بچوں کے لئے لکھا گیا تا کہ وہ اس کو پڑھیں اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے واقف ہوں۔

یہ رسالہ امرتسر سے ۱۸۹۹ء/ ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا۔

السلام علیکم

اس رسالہ میں ”السلام علیکم“ اور دیگر مذاہب کے سلاموں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول میں السلام علیکم کی فضیلت اور اس کی تاکید حدیث نبویؐ سے ثابت کی گئی ہے۔

باب دوم میں دیگر مذاہب کے سلاموں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔

باب سوم میں السلام علیکم کہنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

یہ رسالہ ۱۹۰۵ء/ ۱۳۲۳ھ میں شائع ہوا۔

فتاویٰ ثنائیہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے ۱۹۰۳ء میں اخبار اہلحدیث شائع کیا اور اس میں

ایک صفحہ فتاویٰ کے لئے مخصوص کیا۔ مولانا امرتسری کے فتاویٰ مسلسل ۴۴ سال اخبار اہلحدیث میں شائع ہوتے رہے۔

یہ فتاویٰ مولانا محمد داؤد راز دہلوی نے جمع کر کے اور ان پر مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی سے نظر ثانی کرا کر ۱۹۵۲ء/ ۱۳۷۱ھ میں دو جلدوں میں دہلی سے شائع کئے۔

جلد اول میں عقائد نماز، روزہ، زکوۃ اور حج کے مسائل ہیں۔

اور جلد دوم میں نکاح، طلاق، بیوہ، آداب، فرائض اور متفرق مسائل ہیں۔

☆

آخری ایام

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ اس سے پہلے ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو چکے تھے۔ مشرقی پنجاب میں بہت زیادہ فسادات ہوئے۔

۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو مولانا ثناء اللہ کے اکلوتے فرزند مولوی عطاء اللہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ شہر میں کرفیو نافذ تھا۔ بڑی مشکل سے دس آدمیوں کو جنازہ میں شرکت کی اجازت ملی۔ مولانا ثناء اللہ نے اپنے فرزند ارجمند کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کر کے ۱۴ اگست کو کسمپرسی کی حالت میں امرتسر سے نکلے۔ جیب میں صرف پچاس روپے تھے۔ بڑی مشکل سے لاہور پہنچے اور لاہور سے گوجرانوالہ آ گئے اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے ہاں قیام کیا۔

مولانا ثناء اللہ جب امرتسر سے نکلے تو ان کے نکلنے کے بعد ہندوؤں نے آپ کے مکان پر یلغار کر دی۔ تمام سامان لوٹ لیا اور آپ کا کتب خانہ جو ہزاروں نایاب و نادر کتابوں کا ذخیرہ تھا، جلا کر خاکستر کر دیا۔

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے چند آدمیوں کو مولانا ثناء اللہ کے کتب خانہ کے لئے امرتسر بھیجا تھا لیکن ان آدمیوں کے امرتسر پہنچنے سے پہلے کتب خانہ راکھ کا ڈھیر بن چکا تھا۔

مولانا امرتسری کو سب سے زیادہ رنج اور دکھ کتب خانہ کے ضائع ہو جانے کا تھا۔

مولانا ثناء اللہ جنوری ۱۹۴۸ء میں گوجرانوالہ سے سرگودھا منتقل ہو گئے۔ وہاں آپ کو ثنائی برقی پریس امرتسر کے بدلے ایک پریس الاٹ ہوا تھا۔

مولانا ثناء اللہ سرگودھا سے اخبار اہلحدیث جاری کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے کہ ۱۲ فروری ۱۹۴۸ء کو آپ پر فالج کا حملہ ہوا جس سے آپ بولنے سے معذور ہو گئے۔ آخر اس مرد مجاہد نے جس نے نصف صدی سے زیادہ دین اسلام کی خدمت کی، ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء/ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ کو اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا ثناء اللہ نے ایک بار خاص مناسبت سے ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو اخبار اہلحدیث میں یہ آرزو سپرد قلم کی تھی۔

میرا جنازہ جو اٹھے تو اس طرح نکلے
کہ ہوں جنازے میں سارے موجود مومن

یہ آپ کی آرزو پوری ہوئی۔ سرگودھا کے اہل توحید اور اہل ایمان نے آپ کو سپرد خاک کیا۔ آپ اپنی زندگی میں بکثرت یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

مارا دیارِ غیر میں لا کر وطن سے دور
رکھ لی میرے خدا نے میری بیکسی کی شرم

تاثرات

مولانا ظفر علی خاں نے مولانا ثناء اللہ کے انتقال پر زمیندار میں لکھا کہ

”مولانا ثناء اللہ کے انتقال سے حاضر جوابی کا دور ختم ہو گیا۔“

مولانا سید سلیمان ندوی نے معارف اعظم گڑھ مئی ۱۹۴۸ء میں لکھا۔

مولانا ہندوستان کے مشاہیر علماء میں تھے۔ فن مناظرہ کے امام تھے، خوش بیان مقرر تھے، متعدد تصانیف کے مصنف تھے، مذہباً اہلحدیث تھے۔

اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا، اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انہوں نے عمر بسر کر دی۔

مشہور صحافی اور ادیب قاضی عدیل احمد عباسی لکھتے ہیں۔

قلوب پر فالج گرا دینے والے لرزہ خیز حالات میں ایک مرد کامل نکلا جو ہمہ صفت موصوف تھا۔ عالم تبحر، مفسر، محدث، واعظ، مناظر، محقق، مفکر، مرد آہن اور مستقل مزاجی کا پیامبر تھا اور یہ تھے مجدد عصر، مبلغ اعظم، محقق اکبر حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی مرحوم لکھتے ہیں

اگر پوری دنیائے اسلام کے اکابر علماء کسی ایک مجلس علمی میں جمع ہوں اور بیک وقت عیسائیوں، آریوں، سناتن دھرمیوں، ملحدوں، نیچریوں، قادیانیوں، شیعوں، منکرین حدیث، چکڑالویوں، بریلویوں، دیوبندیوں، ست دھرمیوں سے غرض ہر فرقے سے ایک ایک گھنٹہ مسلسل 9 گھنٹے بحث و مذاکرہ کی نوبت آئے تو عالم اسلام کی طرف سے کون کون ہستیاں ہوں گی، مجھے معلوم نہیں، لیکن پاکستان، ہندوستان، برما، لنکا، جزیرہ جاوا سماٹرا کی طرف سے صرف ایک ہستی پیش ہو سکتی ہے اور وہ حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ کی تھی۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم لکھتے ہیں

مولانا ثناء اللہ دراصل ایک عبقری شخصیت تھے۔ میدان مناظرہ میں تو خصوصاً انہوں نے اپنی حاضر جوابی، شگفتہ بیانی، بذلہ سنجی اور معاملہ فہمی سے اپنی انفرادیت کو ہر طبقہ سے ہمیشہ تسلیم کرایا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

☆☆☆

(۲۱)

ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

یگانہ روزگار عالم، شیریں بیان مقرر اور نکتہ سنج مناظر تھے۔ حدیث و فقہ کی جزئیات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ (محمد حنیف ندویؒ)

تقریر و تحریر میں ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ تدریس اور تصنیف میں بھی بڑا نام پایا۔ عالی دماغ، بلند ذہن اور اونچے فکر و خیال کے عالم تھے۔

(محمد اسحاق بھٹی)

ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

۱۳۰۷ھ............۱۳۶۹ھ

۱۸۹۰ء............۱۹۴۹ء

برصغیر (پاک و ہند) میں ایک دور تھا کہ علمائے اہلحدیث میں تین جلیل القدر علماء کا طوطی بولتا تھا اور ان کے علم و فضل اور ان کی علمی و دینی اور قومی و ملی اور سیاسی خدمات کا ہر شہر اور ہر قریہ میں شہرہ تھا اور یہ تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

مولانا ابوالقاسم بنارسی بلند مرتبہ عالم دین، مورخ، محدث، معلم، متکلم، خطیب، مناظر، صحافی اور مدرس تھے۔ تمام علوم دینیہ میں ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ خاص کر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی ژرف نگاہی اہل علم کے نزدیک مسلم تھی۔ حدیث کے ساتھ ان کو غیر معمولی محبت اور عشق تھا۔ حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ پٹنہ کے ایک غالی اور جاہل مولوی ڈاکٹر عمر کریم نے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ اور ان کی مایہ ناز کتاب ’’صحیح بخاری‘‘ پر تنقید کا سلسلہ شروع کیا اور اس سلسلہ میں ایک کتاب ’’الجرح علی البخاری‘‘ چار جلدوں میں لکھی اور اس کے علاوہ (۶) اشتہارات شائع کئے جن میں امام بخاریؒ کو نشانہ تنقید بنایا گیا تھا۔ مولانا بنارسیؒ نے ’’الجرح علی البخاری‘‘ اور تمام اشتہارات کے جواب لکھے اور ان کو شائع کیا۔

مولانا بنارسی نے مسلک اہلحدیث کی حمایت اور اس کی ترویج و ترقی میں نمایاں خدمات انجام دیں اور اس کے ساتھ ادیان باطلہ کی تردید میں بھی قابل قدر کارنامے انجام دیئے۔

قادیانیوں، آریہ سماج، منکرین حدیث، مقلدین احناف، عیسائیوں اور نیچریوں سے تحریری و تقریری مناظرے کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر میدان میں کامیاب و کامران رہے۔

باطل افکار و نظریات کی تردید میں کئی ایک مضامین اخبار اہلحدیث امرتسر میں لکھے۔

مولانا ابوالقاسم یکم شوال ۱۳۰۷ھ/ ۲۱ مئی ۱۸۹۰ء بنارس میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا محمد سعید بنارسی تھا۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد مختلف علوم دینیہ میں جن اساتذہ کرام سے تحصیل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا سید عبدالکبیر بہاریؒ

مولانا سید نذیر الدین احمد جعفری ہاشمی بنارسیؒ

مولانا حکیم عبدالمجید بنارسیؒ

مولانا محمد سعید بنارسیؒ

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ

مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ

مولانا قاضی محمد مچھلی شہریؒ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانیؒ

۱۶ سال کی عمر میں تعلیم سے فراغت پائی اور اپنے والد کے قائم کردہ "مدرسہ سعیدیہ" میں صحیح بخاری و صحیح مسلم پڑھانے پر مامور ہوئے اور اپنی زندگی میں آپ نے تقریباً (۴۸) مرتبہ صحیحین کا درس دیا۔

مولانا ابوالقاسم نے ایک ماہنامہ "السعید" کے نام سے جاری کیا مگر یہ تھوڑا عرصہ زندہ رہا۔ مدرسہ سعیدیہ میں تدریسی خدمات انجام دینے کے علاوہ آپ اپنے پریس "سعید المطابع" کے بھی انچارج تھے۔

تلامذہ

مولانا بنارسی نے (۴۸) سال تدریس فرمائی۔ اس لئے ان کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں

ہے۔

آپ کے چار بھائی اور تھے اور چاروں ہی عالم تھے اور ان چاروں نے آپ سے ہی اکتساب فیض کیا تھا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالرحمان بناری
مولانا ابومسعود قمر بناری
مولانا عبدالآخر بناری
قاری احمد سعید بناری

سیاسی اعتبار سے مولانا ابوالقاسم بناری آل انڈیا کانگریس سے وابستہ تھے اور دوقومی نظریہ کے مخالف تھے۔

وفات

مولانا ابوالقاسم بناری نے ۲۵ نومبر ۱۹۴۹ء/ ۴ صفر ۱۳۶۹ھ کو بنارس میں وفات پائی۔

ان کے انتقال پر مولانا محمد حنیف ندوی نے الاعتصام کی اشاعت ۹ دسمبر ۱۹۴۹ء میں لکھا۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آب بقائے دوام لے ساقی

۱۔ قیس کی موت تنہا ایک آدمی کی موت نہیں، اس کے مرنے سے تو پوری قوم کی عمارت گر پڑی۔

۲۔ شکوہ اللہ سے ہے، لوگوں سے نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ زمین کی آبادیاں جوں کی توں قائم ہیں اور دوست ہیں کہ چلے جا رہے ہیں۔

۳۔ دوستو! موت کے سوا کوئی اور مصیبت ہوتی تو اس کا گلہ اور چارہ سازی بھی ہوتی۔ موت پر کیا گلہ۔

علمی حلقوں میں بالعموم اور جماعت اہلحدیث میں بالخصوص یہ خبر بڑے حزن و ملال سے سنی جائے گی کہ حضرت العلام ابوالقاسم بناری ۴ صفر ۱۳۶۹ھ کو جمعہ کے روز ۱۲ بجے فالج کے شدید حملے سے چل بسے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم یگانہ روزگار عالم، شیوا بیان مقرر اور نکتہ سنج مناظر تھے۔ حدیث وفقہ کی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے۔ اسلامی تاریخ جس سے علمائے عربی کو بہت کم لگاؤ ہوتا ہے، مولانا کا خاص موضوع تھا اور پھر اسلامی تاریخ کا وہ حصہ جس کا تعلق محدثین کے سیر وسوانح سے ہے، وہ تو گویا انہیں از بر تھا۔ وقت کی تمام علمی وسیاسی تحریکوں میں نمایاں حصہ لیا۔ ابتداء ہی سے جمعیۃ العلماء ہند کے ساتھ رہے اور متعدد بار جیل بھی گئے۔ نظریہ اہلحدیث سے تو مرحوم کو عشق تھا۔ جب تک زندہ رہے، اس کی اشاعت وتبلیغ میں کوشاں رہے۔

مرحوم غنیمت کنجاہی کے تاریخی گاؤں کنجاہ (گجرات پاکستان) کے ایک غیر مسلم خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت اور صلاح وتقویٰ کی بہت مقدار سے نوازا۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا دوگونہ فضل تھا یعنی عقیدہ وعمل کی صحت کے ساتھ علم وفضل کی برکتیں بھی ارزانی ہوئیں۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ

مولانا ابوالقاسم نے اپنے دور میں بڑی شہرت پائی۔ تقریر وتحریر میں ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ تدریس وتصنیف میں انہوں نے بڑا نام پایا۔ بہت سے حضرات نے ان سے تحصیل علم کیا اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کا باعث بنے۔ سیاست میں بھی ان کا دائرہ وسیع تھا۔ آزادئ وطن کے لئے بارہا جیلوں میں گئے اور سزائیں جھیلیں۔ عالی دماغ، بلند ذہن اور اونچے فکر وخیال کے عالم تھے۔ زبان کے میٹھے، دل کے صاف اور عمل وکردار میں اپنی مثال آپ تھے۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

۱۹۳۲ء میں مولانا عبدالمجید نسیم سوہدروی مرحوم نے سوہدرہ میں اہلحدیث کانفرنس کا انعقاد کیا جو تین دن تک جاری رہی۔ اس کانفرنس میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی، مولانا ابوالقاسم بناری اور کئی دوسرے علماء شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں مشہور شاعر نفیس خلیلی بھی تشریف لائے تھے جنہوں نے ایک طویل نظم "مسلمان عورت" کے عنوان سے

پڑھی تھی جس کے دو شعر مجھے ابھی تک یاد ہیں۔

پیاسا کے دریا کا وہ جل پجاری
کہیں ابن مریم کہیں ہے مراری
ہے تقلید مغرب غلام احمدیت
نہ یہ آدمیت نہ وہ آدمیت

کامریڈ عبدالکریم وزیر آبادی نے پنجابی زبان میں ایک نظم "کھینچواں نبی" کے عنوان سے پڑھی تھی جو بڑی دلچسپ نظم تھی۔

تصانیف

مولانا ابوالقاسم بنارسی ایک بلند پایہ عالم دین، مناظر، محقق، مورخ، خطیب و مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے مصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور جو کتاب لکھی، اس کا حق ادا کر دیا۔

آپ کی تصانیف کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ جمع القرآن والحدیث
۲۔ اللؤلؤ والمرجان فی تکلم المراءۃ بآیات القرآن
۳۔ قضیۃ الحدیث فی حجیۃ الحدیث
۴۔ لولوالشرح فی حدیث ام زرع
۵۔ حصول المرام (عربی اردو)
۶۔ اربعین محمدیؐ
۷۔ ترجمہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ
۸۔ حسن البضاعۃ فی صلوٰۃ التراویح بالجماعۃ
۹۔ تحریر الطرفین فی صلوٰۃ التراویح وتکبیر العیدین
۱۰۔ ہدایۃ السائل الی احادیث وائل
۱۱۔ نافع الاحناف

۱۲۔ احسن المسائل

۱۳۔ روزمرہ مسائل ضروریہ

۱۴۔ کسوٹی معیار اسلام

۱۵۔ سوالات از علمائے دین

۱۶۔ السعید

۱۷۔ بارہ سوالات کے جوابات

۱۸۔ حکم الحاکم فی کنیۃ ابی القاسم

۱۹۔ الافکار علی الاذکار

۲۰۔ حل مشکلات بخاری (۳ جلد)

۲۱۔ الامر المبرم لابطال الکلام المحکم

۲۲۔ ماء حمیم للمولوی عمر کریم

۲۳۔ صراط مستقیم لہدایۃ عمر کریم

۲۴۔ الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم

۲۵۔ الخزی العظیم للمولوی عمر کریم

۲۶۔ العرجون القدیم فی افشاء ہفوات عمر کریم

۲۷۔ الجرح علی ابی حنیفہ

۲۸۔ السیر الحثیث فی براءۃ اہل الحدیث

۲۹۔ کتاب الرد علی ابی حنیفہ

۳۰۔ قشف الشر فی رد کشف الشر

۳۱۔ رمی الجمرتین علی ناک کلمۃ الشہادتین (۲ جلد)

۳۲۔ جمع الرسایقن فی النھی عن قراء ۃ الفاتحہ علی القبور و الاطمعہ برفع الیدین مع الضمحتین الکریمتین

۳۳۔ ایضاح الحج لمولف اقامۃ الحج

۳۴۔ ضحور المنجنیق علی صاحب الحق الحقیق

۳۵۔ البرزج فی ردالاغوذج

۳۶۔ علاج درماندہ در کیفیت مباحثہ ٹانڈہ

۳۷۔ شرعی بازپرس در فتوئی جواز عرس

۳۸۔ الصول الشدید علی مصنف القول السدید

۳۹۔ التبدید لما فی التجدید

۴۰۔ ذکر اہل الذکر

۴۱۔ التعقید فی رد التقلید

۴۲۔ تحفۃ الصبور علی منحۃ الغفور

۴۳۔ تبصرہ

۴۴۔ جمع المسائل والعقائد

۴۵۔ الزہر الباسم فی الرخصۃ فی الجمع بین محمد وابی القاسم

۴۶۔ تنقید المعیار

۴۷۔ تذکرۃ السعید

۴۸۔ اجتلاب المنفعۃ لمن یطالع احوال ائمہ اربعہ

۴۹۔ زبان عرب

۵۰۔ عمدۃ التحریر فی جواب المنیر وصاحب التفسیر .... (عربی)

۵۱۔ عمدۃ الرفیق .... (عربی)

۵۲۔ لیکچر

۵۳۔ رد مرزائیت

۵۴۔ مولوی غلام احمد قادیانی کے بعض جوابات پر ایک نظر

۵۵۔ معیار نبوت

۵۶۔ دفع اوہام از ظہور امام

۵۷۔ تعلیم السلام

۵۸۔ سفر بیت اللہ

۵۹۔ الاصباح فی ردالایضاح
۶۰۔ احسن التقریر فی جواب المنیر وصاحب التفسیر (عربی)
۶۱۔ معیار نبوت
۶۲۔ اظہار حقیقت
۶۳۔ قضاء ربانی بردعا قادیانی
۶۴۔ جواب دعوت
۶۵۔ نور اسلام بجواب ظہور اسلام
۶۶۔ سواء الطریق
۶۷۔ الجوائز

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا بنارسی مرحوم کی (۱۰) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

جمع القرآن والحدیث

اس کتاب میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب عہد نبویؐ ہی کی ترتیب ہے۔ اسی طرح کتابت حدیث کی ابتداء بھی عہد نبویؐ میں ہو چکی تھی۔

طبع ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء

حسن الضاعۃ فی صلوۃ التراویح بالجماعہ

اس میں نماز تراویح باجماعت ادا کرنے کے دلائل سنت مطہرہ سے دیے ہیں۔

مطبع ثنائی برقی پریس امرتسر ۱۹۴۴ء/ ۱۳۶۳ھ

حکم الحاکم فی کنیۃ ابی القاسم

اس رسالہ میں کنیت ابوالقاسم کا جواز صحیح احادیث نبویہؐ سے فراہم کیا گیا ہے۔

طبع سعید المطابع بنارس۔ ۱۹۰۷ء/ ۱۳۲۵ھ

الصول الشدید علی مصنف قول السدید

یہ رسالہ ایک بریلوی مصنف ابوالمنظور قادری کے رسالہ ''القول السدید'' کا جواب ہے۔ قادری صاحب نے اپنے رسالہ میں عرس، میلاد اور فاتحہ علی الطعام کا جواز پیش کیا تھا۔

طبع اول سعید المطابع بنارس ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء

ذکر اہل الذکر

یہ رسالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں آیت قرآنی (فاسئلو اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون) کی تفسیر بیان کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ اس سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی۔

دوسری فصل میں اہل الذکر کون لوگ ہیں، ان کا ذکر کیا گیا ہے۔

طبع سعید المطابع بنارس۔ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۱۸ء

تنقید المعیار

اس کتاب میں مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ اور مولانا محمد سعید محدث بنارسیؒ پر مبتدعین کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

طبع سعید المطابع بنارس ۱۹۲۴ء/ ۱۳۴۲ھ

اجتلاب المنفعة لمن يطالع احوال الائمة الاربعه

اس رسالہ میں ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد) رحمہم اللہ اجمعین کے حالات زندگی اور ان کی دینی و علمی خدمات کا تذکرہ ہے۔

طبع آزاد پریس دہلی۔ ۱۹۱۰ء/ ۱۳۲۸ھ

اظہار حقیقت

یہ رسالہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی مسیح موعود، مہدی، اور نبی و رسول ہونے کی

تردید میں ہے۔

طبع سعید المطابع بنارس ۱۹۳۲ء/ ۱۳۵۱ھ

ردمرزائیت

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود ہونے کی تردید اور مسئلہ ختم نبوت پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

معیار نبوت

اس رسالہ میں پہلے نبیؐ کی بشریت قرآن مجید سے ثابت کی ہے۔ اس کے بعد معیار نبوت کی تعریف کی ہے۔

طبع سعید المطابع بنارس۔ ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۲ء

☆☆☆

(۲۲)

محمدؒ ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

بڑے عالم و فاضل، مبلغ و مفسر اور مناظر و مباحث تھے اور بہت بڑے مصنف بھی تھے۔

(محمد اسحاق بھٹی)

عالم دین تھے اور ان میں انتظامی صلاحیتیں بہت زیادہ تھیں۔

(عبداللہ گورداسپوری)

ایک بلند پایہ عالم دین اور جامع کمالات شخصیت تھے۔ تحریر و تقریر پر یکساں عبور رکھتے تھے۔ تمام عمر اسلام کی سربلندی و سرفرازی اور ملت اسلامیہ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے مصروف عمل رہے۔ اسلام سے والہانہ محبت ان کا امتیازی وصف تھا۔

(عنایت اللہ نسیم)

محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ

۱۲۹۱ھ............۱۳۷۵ھ

۱۸۷۴ء............۱۹۵۶ء

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اپنے عہد کے جلیل القدر و بلند پایہ مفسر قرآن، اعلیٰ مرتبت محدث، مورخ، محقق، دانشور، خطیب، مقرر، متکلم، معلم، مناظر، صحافی اور نامور مصنف تھے اور اس کے ساتھ بڑے غیور، جری، بارعب اور صاحب جلال بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازا تھا۔ حق گوئی و بیباکی میں عدیم المثال تھے۔ جس بات کو غلط سمجھتے تھے، اس پر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ حق گوئی ان کا طرہ امتیاز تھی۔

مولانا سیالکوٹی جید عالم دین تھے۔ ان کے تبحر علمی اور علم و فضل کے اعتبار سے ہر طبقے میں ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ بڑے ذہین و فطین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔ چنانچہ رمضان المبارک میں ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔ دن کو روزہ سے ایک پارہ حفظ کرتے اور رات کو نماز تراویح میں سناتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر خاص فضل تھا۔

قرآن مجید سے ان کو بہت زیادہ شغف تھا۔ اس کے ترجمہ و تفسیر کو مرکز توجہ قرار دیئے رکھنا ان کے مقاصد حیات کا لازمی حصہ تھا۔

مولانا ابراہیمؒ کا مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے خاص تعلق تھا۔ دونوں علمائے کرام مذہبی جلسوں میں اکٹھے شرکت کیا کرتے تھے لیکن ان دونوں میں ایک فرق تھا۔ مولانا سیالکوٹی غیور طبیعت اور سراپا جلال تھے اور مولانا امرتسری نرم طبیعت اور سراپا جمال تھے۔

مولانا ابراہیم ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سیٹھ قادر بخش تھا۔

سیالکوٹ شہر علمی و سیاسی لحاظ سے ایک اہم شہر ہے۔ ملا عبدالحکیم سیالکوٹی اور شیخ محمد افضل سیالکوٹی اسی شہر کے باسی تھے۔ شیخ محمد افضل شاہ ولی اللہ دہلوی اور مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے استاد تھے۔ مفکر پاکستان حکیم الامت علامہ محمد اقبال کا وطن بھی سیالکوٹ تھا۔

مولانا ابراہیم نے قرآن مجید گھر پر پڑھا۔ اس کے بعد مشن ہائی سکول گندم منڈی سیالکوٹ میں داخل ہوئے اور ۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اس کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی طرف بھی متوجہ رہے۔

دینی تعلیم میں ان کے پہلے استاد مولانا ابوعبداللہ عبید اللہ غلام حسن تھے جو سیالکوٹ کے ایک قصبہ ساہوالہ کے رہنے والے تھے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد مرے کالج سیالکوٹ میں داخلہ لیا۔ کالج میں علامہ اقبال ان کے ہم جماعت تھے۔ دونوں نے مولوی میر حسن سے خوب استفادہ کیا۔

مولانا محمد ابراہیم کے والد سیٹھ قادر بخش کے استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے دوستانہ مراسم تھے۔ کبھی کبھی حافظ صاحب سیٹھ قادر بخش سے ملنے سیالکوٹ تشریف لے جاتے اور کبھی سیٹھ قادر بخش حافظ صاحب سے ملاقات کے لئے وزیر آباد آ جاتے۔

ایک دفعہ حافظ صاحب وزیر آبادی سیٹھ قادر بخش سے ملاقات کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے اور سیٹھ صاحب سے فرمایا۔

اپنے بیٹے ابراہیم کو میرے پاس وزیر آباد بھیج دو۔ ہم اسے دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم کو کالج میں داخل ہوئے ایک سال ہو چکا تھا۔ چنانچہ سیٹھ قادر بخش نے مولانا ابراہیم کو کالج جانے سے روک دیا اور وزیر آباد استاد پنجاب کی خدمت میں بھیج دیا اور یہ ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء کا واقعہ ہے۔ مولانا سیالکوٹی نے جملہ علوم اسلامیہ میں محدث وزیر آبادی سے استفادہ کیا۔

وزیر آباد میں تکمیل تعلیم کے بعد مولانا سیالکوٹی حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی۔ مولانا سیالکوٹی حضرت میاں صاحب کے آخری دور کے شاگرد ہیں۔

تکمیل تعلیم کے بعد مولانا ابراہیم نے چند ماہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں حدیث کا درس دیا۔ اس کے بعد اپنے وطن سیالکوٹ تشریف لائے اور اپنے محلہ میانہ پورہ کی مسجد جوان کے والد سیٹھ قادر بخش نے تعمیر کرائی تھی، اس میں ''دارالحدیث'' کے نام سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور یہ سلسلہ تدریس مولانا سیالکوٹی کی مصروفیت کی وجہ سے کئی دفعہ جاری ہوا اور کئی دفعہ بند ہوا۔

تلامذہ

مولانا سیالکوٹی سے بے شمار علماء نے استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی	مولوی عصمت اللہ مبارک پوری
مولوی عبیدالرحمان مبارکپوری	مولانا عبدالمجید سوہدروی
مولانا عبدالصمد حسین آبادی مبارکپوری	مولوی عبدالواحد سیالکوٹی
مولوی عبدالعلی اعظم گڑھی	

درس و تدریس کے دوران مولانا سیالکوٹی نے ایک ماہانہ رسالہ ''الہدیٰ'' جاری کیا جو کچھ مدت جاری رہا۔ اس کے بعد ایک دوسرا رسالہ ''الہادی'' کے نام سے جاری کیا۔ ان دونوں رسائل میں بڑے علمی و تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے۔ عیسائیت اور قادیانیت کی تردید میں بڑے معرکہ خیز مضامین شائع ہوتے تھے۔

جماعتی خدمات

۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی آرہ (مدراس) میں تشکیل ہوئی۔ مولانا محمد ابراہیم اس کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ اجلاس میں متفقہ طور پر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کو صدر اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

کانفرنس کو پورے ملک میں متعارف کرانے کے لئے ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے ارکان یہ تھے۔

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی

مولانا ثناء اللہ امرتسری۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

چنانچہ ان تینوں علمائے کرام نے پورے ملک کا دورہ کر کے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو متعارف کرایا۔

انجمن اہلحدیث پنجاب

انجمن اہلحدیث پنجاب کب قائم ہوئی؟

اس کے بارے میں مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں۔

لاہور میں اہلحدیث حضرات کی تعداد کم تھی۔ پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد گرامی منشی فضل الدین مرحوم نے اہلحدیث جماعت کو متعارف کرانے کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ ان ہر دو حضرات نے ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء میں اپنے مکان پر اہلحدیث حضرات کو جمع کیا اور ”حلقہ اہلحدیث“ کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس کا صدر مولوی سلطان احمد مرحوم کو بنایا گیا۔ ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں اس تنظیم کا نام ”حلقہ احباب اہلحدیث“ رکھا گیا اور اس کا پہلا اجلاس بتاریخ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۹ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ منشی فضل الدین کے مکان پر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں پنجاب کے مقتدر علمائے اہلحدیث نے شرکت کی۔ ان علمائے کرام میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی عبدالاحد خان پوری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل تھے۔ اس اجلاس میں متفقہ رائے سے لاہور کی جماعت اہلحدیث کا نام ”انجمن اہلحدیث“ رکھا گیا۔

انجمن اہلحدیث لاہور نے ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء میں ایک دینی مدرسہ بنام ”مدرسۃ القرآن والحدیث“ قائم کیا۔ ”انجمن اہلحدیث لاہور“ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں

انجمن اہلحدیث پنجاب میں مدغم ہو گئی اور انجمن اہلحدیث پنجاب کے پہلے صدر مولانا عبدالقادر قصوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری بنائے گئے اور مجلس عاملہ میں مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولانا قاضی عبدالرحیم، مولانا محمد علی لکھوی اور حکیم نورالدین شامل تھے۔

سیاسی خدمات

برصغیر کی تحریک آزادی میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کے اواخر میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سعی وکوشش سے دہلی میں تمام مکاتیب فکر کے علماء کا اجتماع ہوا جس میں ’’جمعیۃ علمائے ہند‘‘ کے نام سے ایک تنظیم قائم ہوئی۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں۔

> مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سعی و تجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علمائے کرام کی تنظیم ’’جمعیۃ علمائے ہند‘‘ قائم ہوئی تو مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی اس میں شامل تھے اور اسی دور میں انہوں نے ملک کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ سیاسی اعتبار سے وہ ملک کا پرآشوب دور تھا، اس دور میں افق ہند پر بہت سے اہم مسائل ابھر آئے تھے جن کے حل و کشود کے لئے علمائے دین سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری قرار پا گیا تھا۔ مثلاً مسئلہ ہجرت، مسئلہ خلافت، ترک موالات، انگریزی حکومت سے مکمل عدم تعاون، انگریزوں کے سکولوں کالجوں یونیورسٹیوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ اور ولایتی مال کی بجائے ملکی مصنوعات کے فروغ و استعمال کا معاملہ وغیرہ نہایت اہم امور تھے جن کے بارے میں علمائے کرام سے رائے لینا اور ان کا شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری تھا۔ مولانا سیالکوٹی کا شمار چونکہ اس عہد کے اجل علماء میں ہوتا تھا، اس لئے ان مجالس میں ان کی شرکت کو لازمی سمجھا جاتا تھا جن میں اس قسم کے مسائل

زیر بحث آتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں جب جلیانوالہ باغ امرتسر میں خونی ڈرامہ کھیلا گیا تو اس سلسلہ میں مسلم لیگ کا اجلاس امرتسر میں مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں کی صدارت میں منعقد ہوا جس کے صدر مجلس اور استقبالیہ مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے۔ مولانا سیالکوٹی اس اجلاس میں شریک تھے۔ ۱۹۳۰ء/ ۱۳۴۹ھ میں مسلم لیگ کا تاریخی اجلاس الہ آباد میں علامہ اقبال کی صدارت میں منعقد ہوا تھا جس میں حکیم مشرق نے ایک اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا تھا۔ اس اجلاس میں بھی مولانا سیالکوٹی نے شرکت کی تھی۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کا تاریخی اجلاس مسلم لیگ جو لاہور منٹو پارک میں قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، اس اجلاس میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تھی۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اس اجلاس میں شریک ہوئے تھے۔

۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں جب جمعیۃ علمائے ہند نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی اور دو قومی نظریہ کی بجائے متحدہ قومیت کا نعرہ لگایا اور کانگریس کی ہمنوا ہوگئی تو مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے اس سے اتفاق نہ کیا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی بھی مولانا سیالکوٹی کے ہمنوا ہو گئے تو ان دونوں علماء نے کلکتہ میں "جمعیۃ علمائے اسلام" کے نام سے ایک علیحدہ جماعت قائم کی۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کو صدر اور مولانا سیالکوٹی کو نائب صدر بنایا گیا۔ اس کا پہلا اجلاس بھی ۱۹۴۵ء کی آخری تاریخوں میں ہوا تھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی بوجہ علالت اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ اس لئے اجلاس کی صدارت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے کی۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی لکھتے ہیں۔

> جب جمعیۃ علمائے ہند نے قیام پاکستان کی مخالفت کی اور دو قومی نظریے کی بجائے متحدہ قومیت کے سحر کا شکار ہوگئی تو مولانا محمد ابراہیم میر نے مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیۃ علماء اسلام کا قیام عمل میں لائے۔ یہ قیام پاکستان کے حامی علماء کا گروپ تھا اور اس کا تاسیسی کنونشن غالباً اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ میں ہوا۔ اس کی صدارت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے ہی کی تھی کیونکہ مولانا شبیر احمد عثمانی بوجہ ناسازی طبع شریک نہ ہو سکے تھے۔

یہ علماء کا ایک شاندار اور باوقار اجتماع تھا جس میں برصغیر کے کونے کونے سے علماء شریک ہوئے تھے۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے ''تمدن و معاشرت اسلامیہ'' کے موضوع پر صدارتی خطبہ دیا جس میں کتاب وسنت کی روشنی میں آزاد و خودمختار مملکت کے قیام کے لئے پاکستان کو اسلامیان ہند کی سیاسی، اقتصادی، معاشرتی، دینی اور ملی ضرورت قرار دیا۔ مولانا نے اپنے خطبہ میں ہندو ذہنیت کا پوسٹ مارٹم کیا اور کانگرسی وزارتوں کے قیام کے بعد ہندو ازم کے قیام اور مسلمانوں پر مظالم کی تصویر کشی کرتے ہوئے گاندھی کے کردار کو بے نقاب کیا۔ یہ خطبہ کلکتہ کے ''عصر جدید'' کی اشاعت نومبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا جسے اس کی اہمیت کے پیش نظر پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن جو مسلم لیگ کی ذیلی تنظیم تھی، نے کتابی صورت میں شائع کر کے وسیع پیمانے پر تقسیم کیا۔

جب مولانا ابوالقاسم بناری نے قیام پاکستان کے حوالے سے اعتراضات کے لئے اردو مضمون لکھا تو مولانا ابراہیم نے فوراً ہی دلائل و براہین سے بھرپور ایک مضمون کے ذریعے ان اعتراضات کا جامع جواب دیا اور قیام پاکستان کے خلاف اعتراضات کو غیر حقیقت پسندانہ اور غیر منصفانہ و غیر عادلانہ قرار دیا اور ثابت کیا کہ اہل اسلام کی قومیت کی بنیاد دین اسلام ہے۔ مولانا محمد ابراہیم کا یہ مضمون ''روزنامہ احسان'' لاہور دسمبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں چھپا۔ اس سے قبل جولائی ۱۹۴۵ء میں مولانا نے ایک ضخیم رسالہ ''پیغام ہدایت وتائید پاکستان مسلم لیگ'' شائع کیا جس میں قرآن وسنت کے حوالے سے متحدہ قومیت کے حامیوں کے نظریئے اور موقف پر زبردست تنقید کی گئی تھی۔ یہ رسالہ دو قومی نظریہ کے حامیوں کے لئے دلائل کا موثر ہتھیار ثابت ہوا اور مسلم لیگ کے کارکن و حامی اس سے بہت رہنمائی حاصل کرتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں جمعیۃ علماء اسلام کلکتہ کی درخواست پر ''معمولات و معاملات کفار'' کے موضوع پر نصوص قرآنی کی روشنی میں مضمون تحریر کیا جو ''عصر جدید'' کلکتہ اور ''نوائے وقت'' لاہور نے اہتمام کے ساتھ شائع کیا۔ اس مضمون کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے ہوسکتا ہے کہ اسے یوپی اور بنگال کے کئی اخبارات نے نقل کیا۔ اس کا ترجمہ بنگالی، انگریزی میں ہوا اور تقسیم ہوا۔

۱۹۴۶ء کے انتخابات جو قیام پاکستان کے نام پر لڑے گئے تھے اور قوم پرست علماء جن میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی پیش پیش تھے، نئی توجیہہ و توضیح کے ساتھ کانگرسی امیدواروں کی حمایت کے لئے مسلمانوں کو اکساتے رہے تو علماء میں سے مولانا محمد ابراہیم میر اور مولانا شبیر احمد عثمانی نے پورے برصغیر کا دورہ کیا اور دلائل و براہین سے ان کے موقف کو باطل قرار دیا۔

یہ بات بلاشک وشبہ کہی جا سکتی ہے کہ جن علماء نے دامے درمے، قدمے سخنے تحریک پاکستان کی کامیابی کے لئے کام کیا اور شروع ہی سے دوقومی نظریئے کے لئے لکھا، ان میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا نام سرفہرست رہے گا۔ متحدہ قومیت کے حامی علماء کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا۔ ان کی پروپیگنڈا مہم کا مقابلہ کرنا آسان کام نہ تھا کیونکہ علماء کی زیادہ تعداد متحدہ قومیت کے حامی علماء کے ساتھ تھی مگر جن علماء نے اپنی تحریروں اور جادو بیان خطابت سے ان علماء کا سحر توڑا اور مسلم لیگ کی کامیابی کے لئے میدان ہموار کیا، ان میں کوئی مورخ بھی امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا نام نظر انداز نہیں کر سکتا۔

جماعت اہلحدیث نے بھی قیام پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں جماعت اہلحدیث کا ایک بہت بڑا اجلاس کلکتہ میں مولانا سیالکوٹی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مسلم لیگ سے تعاون و اتحاد کا اظہار کیا تھا اور مولانا محمد ابراہیم میر نے اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ اس طرح مسلم لیگ کو برصغیر میں مخلص کارکن میسر آئے۔

ائمہ سلف سے عقیدت

مصلحین امت میں امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ، امام رازی، حضرت سید احمد شہید، مولانا شاہ اسماعیل شہید اور امام محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ اجمعین سے والہانہ محبت رکھتے تھے اور ان ائمہ کرام سے ان کو بہت زیادہ عقیدت تھی اور اپنے ملنے والوں کو ان ائمہ کرام کے حالات اور ان کی تصانیف کے مطالعہ کی ترغیب دیتے رہتے تھے۔ ان کے تلمیذ رشید مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ مولانا سیالکوٹی کی زبان سے اکثر میں نے سنا کہ

ائمہ سلف نے اسلام کی جو تبلیغ کی ہے اور تبلیغ کا جو طریقہ بتلایا ہے، اگر اس کو اپنا لیا جائے تو اسلام کی بہت بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر کبیر سے لگاؤ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کو قرآن مجید سے بہت زیادہ شغف تھا۔ مفسر قرآن تھے اور آپ نے اپنی زندگی میں بیشتر تفاسیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ تفاسیر میں امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر سے ان کو بہت زیادہ عقیدت تھی۔ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

> قرآن مجید کے معارف و لطائف سمجھنے میں جتنی مفید تفسیر کبیر ہے، اور کوئی تفسیر نہیں ہے۔ میں نے اس تفسیر سے خوب استفادہ کیا ہے۔

حدیث نبویؐ سے شغف

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مولانا سیالکوٹی کو بہت زیادہ شغف تھا۔ ان کی ساری زندگی حدیث کی اشاعت و خدمت اور اس کی نصرت و مدافعت اور حمایت میں بسر ہوئی۔ حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم راوی ہیں کہ مولانا سیالکوٹی فرمایا کرتے تھے کہ

> حدیث شریف کی کتابیں (صحاح ستہ) تعلیمات اسلامیہ کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب کا بڑا سرمایہ ہیں۔

علامہ اقبال سے مراسم

مولانا محمد ابراہیم میر مرے کالج سیالکوٹ میں علامہ اقبال کے ہم جماعت تھے اور دونوں نے مولوی میر حسن سے اکتساب فیض کیا تھا۔ مولانا سیالکوٹی علامہ اقبال کی دلآویز شخصیت اور ان کی گرانقدر علمی و سیاسی خدمات کے معترف تھے اور فکر اقبال کے شناسا بھی تھے۔ علامہ اقبال نے حجازی لے میں جو شاعری کی ہے، مولانا سیالکوٹی اس کے معترف اور مداح تھے۔

اعترافِ عظمت

مولانا سیالکوٹی صاحب علم وفضل تھے۔ ان کے صاحب کمال ہونے کا شہرہ پورے برصغیر میں تھا۔ برصغیر کے ممتاز اہل قلم، علمائے کرام، علمی وادبی اکابرین اور سیاستدانوں سے مولانا سیالکوٹی کے تعلقات تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی جو برصغیر کے علاوہ عالم اسلام کی ممتاز علمی شخصیت تھے، بہت بڑے مورخ، محقق اور دانشور ونقاد تھے، جن کی تحقیق وتدقیق کا علمائے مغرب نے بھی اعتراف کیا ہے، مولانا سیالکوٹی کے علم وفضل کے بہت زیادہ معترف تھے اوران سے بہت زیادہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ مولانا سیالکوٹی بھی سید صاحب کے علم وفضل کے معترف تھے۔ مولوی ابوعلی اثری سابق رفیق دارالمصنفین اعظم گڑھ لکھتے ہیں کہ

> ۱۹۴۵ء میں مئوناتھ بھجن میں سالانہ اہلحدیث کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی تشریف لے گئے تھے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے بذریعہ تار مولانا محمد ابراہیم کو اطلاع دی کہ واپسی پر دارالمصنفین اعظم گڑھ ضرور تشریف لایئے اور دارالمصنفین کی رونق کو دوبالا کیجئے۔ مولانا سیالکوٹی کانفرنس کے اختتام پر دارالمصنفین اعظم گڑھ تشریف لائے۔

اثری صاحب لکھتے ہیں کہ

> ان سے اس درجہ ارادت تھی کہ ان کی آمد پر سید صاحب واجب الاحترام قبلہ نے خود اپنے ہاتھوں سے مہمان خانہ تا فرش فروش میز کرسی اور دوسرے سامان آرائش سے سجایا تھا اور اتنا خوش تھے کہ بس دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ جب موصوف کی گاڑی مہمان خانہ کے سامنے پہنچی تو آگے بڑھ کر استقبال کیا۔ دیر تک بغلگیر رہے، خود ہی سامان اتروایا اور گاڑی کا کرایہ اپنی جیب سے ادا کیا۔
>
> یہ منظر بڑا پراثر اور قابل دید تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی جیسا بلند پایہ عالم دین جن کی بہترین اور بلند پایہ تصنیفات، تالیفات اور محققانہ علمی اور جامع مقالات ومضامین کی ساری دنیا میں دھوم تھی، جو ایک طرف

مستشرقین مغرب سے اپنی تحقیقات عالیہ کی داد لیتے تھے اور دوسری طرف اپنی انشاء پردازی، علمی تبحر اور تفقہ واجتہاد پر عالم اسلامی سے خراج تحسین حاصل کرتے تھے، جو جمعیۃ العلماء ہند کے صدر نشین، ندوہ کی کائنات کے حامل اور مولانا شبلی کے علوم و معارف کے ترجمان تھے۔ انہوں نے والہانہ عقیدت کے ساتھ مولانا سیالکوٹی کا استقبال کیا جیسے ایک احسان مند شاگرد اپنے استاد کا استقبال کرتا ہے۔

وفات

مولانا محمد ابراہیم میر نے ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء/ ۲۶۔ جمادی الاولی ۱۳۷۵ھ سیالکوٹ میں انتقال کیا۔ مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ راقم کو بھی جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔

اللهم اغفره و ارحمه و مثواة الجنة الفردوس.

تصانیف

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا شمار نامور مصنفین میں ہوتا ہے۔ آپ نے تفسیر قرآن، سیرۃ نبویؐ، تاریخ اسلام، نصرت حدیث، حجیت حدیث، سیاست اور ادیان باطلہ (عیسائیت، آریہ سماج، قادیانیت) کی تردید میں کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ مترجم پنج سورہ
۲۔ واضح البیان فی تفسیر ام القرآن
۳۔ ریاض الحسنات
۴۔ تفسیر سورۃ کہف
۵۔ تبصیر الرحمان فی تفسیر القرآن (پارہ ۱۔۲۔۳)
۶۔ احسن الخطاب فی تفسیر ام الکتاب
۷۔ عرائس البیان فی تفسیر سورۃ الرحمان
۸۔ نجم الہدیٰ فی تفسیر سورۃ النجم

۹۔ الدر النظیم فی تفسیر بعض سورۃ القرآن العظیم

۱۰۔ فرقہ ناجیہ

۱۱۔ مسائل رمضان

۱۲۔ توحید الٰہی اور مسنون زندگی

۱۳۔ الخیر الجاری فی بیان العلم المخص الباری

۱۴۔ انہتر فضائل ایمان

۱۵۔ انوار الساطعہ فی تفسیر سورۃ الواقعہ

۱۶۔ تبلیغ سنت

۱۷۔ رسالت و بشریت

۱۸۔ بشریت رسولؐ

۱۹۔ برکات الصلوٰۃ

۲۰۔ نماز مسنون

۲۱۔ صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۲۲۔ غازہ رغائب بر جنازہ غائب

۲۳۔ انارۃ المصابیح فی صلوٰۃ التراویح

۲۴۔ برکات محمدیہ

۲۵۔ نماز تہجد

۲۶۔ تبلیغی جنتری

۲۷۔ رسالہ یکروزی

۲۸۔ قرۃ العینین بمسرۃ العیدین

۲۹۔ گلدستہ سنت

۳۰۔ القول المبین من حدیث بالجہر والاخفاء بالتامین

۳۱۔ فضائل شعبان

۳۲۔ فلسفہ ارکان اسلام

۳۳۔ حلاوۃ الایمان بتلاوۃ القرآن

۳۴۔ امان الخائفین

۳۵۔ قنوت نازلہ

۳۶۔ آداب تلاوت قرآن

۳۷۔ تائید القرآن بجواب تاویل القرآن

۳۸۔ اعجاز القرآن

۳۹۔ مناظرہ

۴۰۔ العجالۃ الخضریہ فی الجمع الرسالۃ البشریہ

۴۱۔ اخلاق محمدی

۴۲۔ نعم الرقیم فی مولد النبی الکریم

۴۳۔ سراجاً منیرا

۴۴۔ القول السدید فی حکم الاجتہاد والتقلید

۴۵۔ الکوکب المضیعہ الازالۃ الشبہات الشیعہ

۴۶۔ خلافت راشدہ

۴۷۔ فبہت الذی کفر

۴۸۔ زاد المتقین

۴۹۔ سیرۃ المصطفیٰ

۵۰۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۱۔ احکام المرام باحیاء مآثر علماء الاسلام

۵۲۔ غزوات نبویہ اور فتوحات اسلامیہ

۵۳۔ نین نامہ (پنجابی)

۵۴۔ قوم ومذہب

۵۵۔ پیغام ہدایت وتائید پاکستان مسلم لیگ

۵۶۔ کسر الصلیب

۵۷۔ عصمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۸۔ عصمت انبیاء

۵۹۔ المحقق

۶۰۔ الخبر الصحیح عن قبر المسیح

۶۱۔ رسائل ثلاثہ

۶۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی بدزبانی

۶۳۔ صدائے حق

۶۴۔ کھلی چٹھی نمبر ۱۔۲

۶۵۔ مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ

۶۶۔ فیصلہ ربانی بر مرزا قادیانی

۶۷۔ احتفال المحمود من بلدۃ لاہور (خطبہ صدارت)

۶۸۔ تعلیم القرآن

۶۹۔ آئینہ قادیانی

۷۰۔ بشارات محمدیہ

۷۱۔ اصلاح عرب

۷۲۔ اسوۂ حسنہ

۷۳۔ شرح حدیث غدیر

۷۴۔ تنویر الابصار

۷۵۔ حبیب خدا

۷۶۔ خطبہ رمضان

۷۷۔ علمائے اسلام

۷۸۔ خیر الخلائق والفضائل

۷۹۔ قادیانی مذہب

۸۰۔ عصمت ونبوت

۸۱۔ شہادۃ القرآن

۸۲۔ ختم نبوت اور مرزائے قادیاں

۸۳۔ نزول الملائکہ والروح علی الارض

۸۴۔ نص ختم نبوت بعموم الدعوۃ جامعہ الشریفہ

۸۵۔ سلم العلوم الی اسرار الرسول

۸۶۔ قادیانی حلف کی حقیقت

۸۷۔ کشف الحقائق یعنی روئداد مناظرات قادیانیہ

۸۸۔ تاریخ اہلحدیث

۸۹۔ سیرۃ محمدیہ

۹۰۔ تاریخ نبویؐ

۹۱۔ رحلت قادیانی بر مرگ قادیانی

۹۲۔ اذکار مسنونہ

۹۳۔ شرح اربعین نووی

۹۴۔ اربعین ابراہیمی

۹۵۔ مرقع قادیانی

۹۶۔ احیاء المیت

۹۷۔ الحج والثج

۹۸۔ قرآن امت اور طریق سنت

۹۹۔ ثبوت جنازہ

۱۰۰۔ تائید مودودی در مخاطبہ مولانا مودودی

۱۰۱۔ خطبہ صدارت جمیعۃ علمائے اسلام اجلاس کلکتہ بعنوان تمدن و معاشرت اسلامیہ

۱۰۲۔ عون الباری الی عویصات البخاری (عربی)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کی (۱۵) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

تفسیر واضح البیان

یہ سورہ فاتحہ کی ضخیم تفسیر ہے۔ آج تک اتنی بسیط تفسیر سورہ فاتحہ کی نہیں لکھی گئی۔ یہ تفسیر علمی و تحقیقی نکات پر مشتمل ہے اور اس میں مفید مباحث بیان کیے گئے ہیں۔

طبع اول ۱۹۳۷ء/۱۳۵۶ھ

انارۃ المصابیح لاداء صلوٰۃ التراویح

اس کتاب میں خطبہ رمضان، فضائل رمضان اور ۸ رکعات تراویح پر احادیث صحیحہ مرفوعہ کی روشنی میں بحث فرمائی ہے۔

طبع اول امرتسر ۱۹۳۲ء/۱۳۵۱ھ

سیرۃ مصطفیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی جامع سیرت۔ صحیح اور ثقہ حوالہ جات سے مزین۔

طبع اول امرتسر ۱۹۴۴ء/۱۳۶۳ھ

ازواج النبیؐ

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی اور ان کے فضائل و مناقب۔

طبع اول امرتسر ۱۹۴۴ء/۱۳۶۳ھ

احکام المرام باحیاء مآثر علماء اسلام

اس کتاب میں فقہائے عظام، ائمہ کرام، محدثین، شعرائے علم و ادب اور صوفیائے کرام کے حالات قلمبند کیے ہیں۔

طبع اول سیالکوٹ ۱۹۰۶ء/۱۳۲۴ھ

خلافت راشدہ

اس کتاب میں خلافت راشدہ کی تشریح اور اس کی علمی تحقیق کی گئی ہے اور خلافت

اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) رضی اللہ عنہم پر کتاب وسنت کی روشنی میں بحث فرمائی ہے۔

طبع لاہور ۱۹۴۶ء/ ۱۳۶۵ھ

شہادة القرآن

قادیانیت کی تردید میں یہ لاجواب کتاب ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔ یہ کتاب صرف آیت قرآنی

انی متوفیک و رافعک الی

کی تفسیر ہے۔

یہ کتاب حیات عیسیٰ علیہ السلام پر ایسی گواہی ہے کہ حضرت مسیح کو مردہ بتانے والے بھی

کذالک یحیی اللہ الموتی و یریکم ایتہ لعلکم تعقلون

پکار اٹھے۔

جلد اول میں حیات مسیحؑ پر بحث ہے اور جلد دوم میں مرزا قادیانی کی پیش کردہ ان ۳۰ آیات کا جواب دیا گیا ہے جو اس نے "ازالہ اوہام" میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پیش کیں۔

طبع اول سیالکوٹ جلد اول ۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۱ھ

طبع اول سیالکوٹ جلد دوم ۱۹۰۵ء/ ۱۳۲۳ھ

الخبر الصحیح عن قبر المسیح

مرزا قادیانی حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر سرینگر (کشمیر) میں بتاتے ہیں۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی ان خرافات کا کتاب وسنت کی روشنی میں رد کیا ہے۔

طبع اول امرتسر ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء

تردید عیسائیت

مولانا سیالکوٹی مرحوم نے عیسائیت کی تردید میں درج ذیل کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ تائید القرآن بجواب تاویل القرآن .... طبع ۱۹۰۵ء/ ۱۳۲۳ھ
۲۔ اعجاز القرآن .... طبع ۱۹۰۸ء/ ۱۳۲۶ھ
۳۔ کسر الصلیب .... طبع ۱۹۳۳ء/ ۱۳۵۲ھ
۴۔ عصمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم............ طبع ۱۹۳۲ء/ ۱۳۵۱ھ
۵۔ عصمت انبیاء.......................... طبع ۱۹۲۳ء/ ۱۳۴۱ھ
۶۔ عصمت ونبوت .... طبع ۱۹۱۲ء/ ۱۳۳۰ھ

تاریخ اہلحدیث

یہ کتاب مذہب اہلحدیث کی مکمل تاریخ ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک مذہب اہلحدیث کو ماننے والے موجود رہے ہیں اور اس کے ساتھ مذہب اہلحدیث کے اصول بتاتے ہوئے تقلیدی مذہب سے مقابلہ کیا ہے اور آخری باب میں برصغیر کے مشہور اکابرین اہلحدیث کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

طبع اول لاہور ۱۹۷۴ء/ ۱۳۹۴ھ

☆☆☆

(۲۳)

عبدالسلام ندویؒ

فطری مصنف اور انشاء پرداز تھے۔ قوت اخذ بڑی تیز تھی۔ سرسری مطالعہ سے کتابوں کا جوہر کھینچ لیتے تھے۔ (حبیب الرحمان قاسمی)

مولانا شبلی نعمانی کے تلمیذ رشید تھے اور مولانا شبلی کے مقرب گاہ خاص تھے۔ مولانا شبلی حنفی المسلک تھے لیکن آپ نے مولانا شبلی کا مسلکی اثر قبول نہیں کیا۔ آپ سلفی العقیدہ اور اہلحدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

(ابویحیٰی امان خاں نوشہرویؒ)

عبدالسلام ندویؒ

۱۲۹۹ھ............۱۳۷۶ھ

۱۸۸۲ء............۱۹۵۶ء

مولانا عبدالسلام ندوی دبستان شبلی کے گل سرسبد تھے۔ ندوۃ العلماء نے اپنے مختلف دور میں بے شمار ایسے صاحب علم، صاحب تحقیق، دانشور، محقق، مورخ، ادیب اور صاحب قلم پیدا کئے جنہوں نے ادب و تحقیق کے میدان میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جن کا تذکرہ ان شاء اللہ رہتی دنیا تک رہے گا۔

مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا سید ریاست علی ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبداللہ عباس ندوی، مولانا سید ابوظفر ندوی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہم اللہ اجمعین۔ یہ سب ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل تھے اور ان حضرات کی علمی و دینی خدمات برصغیر کی اسلامی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے جو اہل علم و قلم اور صاحب تحقیق و تدقیق تیار کئے، ان میں مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا عبدالسلام ندوی کو خاص امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا عبدالسلام ندوی ایک ممتاز عالم دین، محدث، فقیہہ، مورخ، محقق، عربی و فارسی کے مایہ ناز ادیب، متکلم، معلم، صحافی، مصنف، مترجم، فلسفی، نقاد، مبصر، دانشور اور اردو ادب میں بلند مرتبہ و مقام کے حامل تھے۔

اللہ تعالٰی نے آپ کو غیر معمولی حافظہ کی نعمت سے نوازا تھا۔ حافظہ بہت قوی تھا۔ جو کتاب ایک دفعہ نظر سے گزر گئی، دوبارہ اس کو دیکھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ اپنے حافظہ کی بناء

پر جو لکھتے، اس میں قطع و برید اور ترمیم و اضافہ کی ضرورت نہ ہوتی اور ان پر کبھی نظر ثانی کی ضرورت محسوس نہ کی۔

مولانا عبدالسلام ندوی علامہ سید سلیمان ندوی کے دست راست تھے۔ ۱۹۱۵ء میں جب سید صاحب نے اعظم گڑھ میں دارالمصنفین قائم کیا تو سید صاحب نے مولانا مسعود علی ندوی کو انتظامی امور کا انچارج بنایا اور مولانا عبدالسلام ندوی سید صاحب کے علمی اشتراک میں معاون ہوئے۔ آپ ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین سے وابستہ ہوئے اور اپنے انتقال ۱۹۵۶ء تک وابستہ رہے یعنی ۴۱ سال تک دارالمصنفین سے وابستہ رہے اور ان کی آخری آرام گاہ بھی دارالمصنفین کے قبرستان میں ہے۔

مولانا عبدالسلام ندوی ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء میں ضلع اعظم گڑھ کے قصبہ پٹی علاؤ الدین میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ کے علماء سے حاصل کی۔ بعد ازاں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے اور ندوہ میں آپ نے جن اساتذہ سے مختلف علوم میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا سید علی زینبیؒ

مولانا شبلی جیراج پوریؒ

مولانا حفیظ اللہ اعظمیؒ

مولانا شبلی نعمانیؒ

۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں ندوۃ العلماء سے فارغ التحصیل ہوئے تو مولانا شبلی نعمانی نے آپ کو ندوہ میں عربی ادب کا استاد مقرر کر دیا اور اس کے ساتھ ندوہ کے آرگن ''الندوہ'' کا سب ایڈیٹر بھی مقرر کر دیا۔ آپ مارچ ۱۹۱۰ء تا اپریل ۱۹۱۱ء تک سب ایڈیٹر رہے۔

۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے ہفت روزہ ''الہلال'' جاری کیا تو مولانا عبدالسلام ندوی ''الہلال'' کے عملہ ادارت میں شامل ہو گئے۔ مولانا سید سلیمان ندوی بھی ان دنوں ''الہلال'' کے عملہ ادارت میں شامل تھے۔

۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین کے قیام پر سید صاحب کی دعوت پر اعظم گڑھ تشریف لے آئے۔

صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں۔

> **ثم سارا الی اعظم کرہ وصار رفیقا من رفقاء دار المصنفین.**

مولانا عبدالسلام ندوی علوم اسلامیہ کے تبحر عالم تھے اور تمام علوم پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔

مولانا حبیب الرحمان قاسمی لکھتے ہیں۔

> مولانا عبدالسلام ندوی فطری مصنف اور انشاء پرداز تھے۔ قوت اخذ بڑی تیز تھی۔ سرسری مطالعہ سے کتابوں کا جوہر کھینچ لیتے تھے۔ قلم برداشتہ لکھتے تھے۔ اس پر نظر ثانی اور حک واصلاح کی ضرورت بہت کم پیش آتی تھی۔ ان کا مسودہ اولی ہی مبیضہ ہوتا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ میں حاصل کی تھی۔ کان پور، آگرہ اور غازی پور میں بھی کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ ندوۃ العلماء سے تکمیل کی۔ ندوہ میں آپ نے زیادہ مولانا شبلی نعمانی سے استفادہ کیا۔

مولانا سید حکیم عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں۔

> **کان من کبار تلامیذ العلامہ شبلی بن حبیب اللہ**
>
> مولانا عبدالسلام ندوی علامہ شبلی کے تلامذہ میں سے تھے۔

علامہ شبلی حنفی المسلک تھے اور اپنے مسلک میں سخت متشدد تھے۔ اپنے نام کے ساتھ ''نعمانی'' کا اضافہ اس پر شاہد ہے لیکن مولانا عبدالسلام ندوی سلفی العقیدہ اور اہلحدیث تھے۔

مولانا ابوعلی اثری مرحوم لکھتے ہیں۔

> مولانا عبدالسلام ندوی خاندانی اہلحدیث تھے۔ ان کی شادی چاند پاڑے کے ایک اہلحدیث خاندان میں ہوئی تھی۔ ان کے خسر جن کی زیارت کا شرف راقم السطور کو حاصل ہے، مذہب اہلحدیث کے ایک اچھے اور ممتاز عالم تھے۔ اس دیار کے مشہور اہلحدیث عالم مولانا سلامت اللہ جیراج پوری سے بھی ان کی قرابت تھی۔ وہ خود بھی اسی مسلک کے تھے۔ سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ اہل حدیثوں کے مسلک کے مطابق آٹھ رکعت تراویح کے قائل تھے اور اسی کو صحیح

سمجھتے تھے اور اسی پر ان کا عمل بھی تھا۔

مولانا کی ابتدائی تعلیم مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور میں ہوئی تھی۔ یہاں کے تعلیمی سٹاف میں اہلحدیث اساتذہ بھی تھے۔ ندوہ میں مولانا شبلی کی ترغیب سے آئے تھے اور اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بدولت بہت جلد مولانا شبلی نعمانی کے مقرب گاہ ہو گئے لیکن اس تقرب واختصاص کے باوجود انہوں نے مولانا شبلی کا مسلکی اثر قبول نہیں کیا۔ سید سلیمان ندوی جس مسئلے میں بھی ان سے تبادلہ خیالات فرماتے تھے، اس میں ہمیشہ اہلحدیث مسلک ہی کے مطابق رائے دیتے تھے۔

مولانا عبدالسلام ندوی تحمل، بردباری اور انکساری کا پیکر تھے۔ دارالمصنفین کی ۴۵ سالہ زندگی میں ان کا اثاثہ چند جوڑے کپڑے، دو بکس، ایک بستر اور ایک پلنگ تھا۔

مقالات

مولانا عبدالسلام ندوی نے مضامین لکھنے کی ابتداء ''الندوہ لکھنؤ'' سے کی۔ ''الندوہ'' اگست ۱۹۰۴ء میں جاری ہوا اور ۱۹۱۶ء تک افق صحافت پر چھایا رہا اور آپ ''الندوہ'' کے ۱۴ مہینے سب ایڈیٹر بھی رہے۔ الندوہ میں آپ کے ۲۹ مقالات شائع ہوئے جو مذہب، قرآن، حدیث، تاریخ اسلام، تصوف، فلسفہ وکلام، تعلیمات اور تذکرہ سے متعلق تھے۔ آپ کا پہلا مقالہ ''مذاہب۔۔۔ تناسخ'' تھا جو مئی وجون ۱۹۰۶ء کے ''الندوہ'' میں شائع ہوا۔

الہلال کلکتہ میں بھی آپ کے علمی وتحقیقی، دینی وتاریخی مقالات شائع ہوئے۔ الہلال میں مقالہ نگاروں کے نام شائع نہیں کیے جاتے تھے۔ ''الحرب فی الاسلام'' جو الہلال میں کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا، وہ آپ ہی کا تھا۔

جولائی ۱۹۱۷ء میں مولانا سید سلیمان ندوی نے اعظم گڑھ سے ماہنامہ ''معارف'' جاری کیا۔ معارف آج تک جاری ہے اور دین اسلام کی خدمت میں کوشاں ہے۔ آپ دارالمصنفین میں تشریف لا چکے تھے۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں

مولانا شبلی مرحوم نے اپنے جن تلامذہ کو تصنیف و تالیف کے لئے تیار کیا، ان میں مولانا عبدالسلام ندوی نہایت ممتاز تھے۔ وہ الہلال کلکتہ کے عملہ ادارت میں شامل تھے مگر الہلال بند ہو چکا تھا اور مولانا ابھی تک کلکتہ میں مقیم تھے۔ اس لئے دارالمصنفین کے قیام کے بعد ان کو بلا لیا اور مئی ۱۹۱۵ء میں دارالمصنفین آ ئے۔

آپ نے معارف اعظم گڑھ میں بے شمار مذہبی و دینی، علمی و ادبی، تنقیدی و تحقیقی، تاریخی و سیاسی مقالات لکھے۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ "شمیم" تخلص کرتے تھے۔ ان کی بے شمار غزلیں معارف اعظم گڑھ میں شائع ہوئیں۔ کبھی کبھی معارف کے شذرات بھی لکھتے تھے۔

تصانیف

مولانا عبدالسلام ندوی ایک بلند پایہ مصنف تھے۔ عربی، فارسی سے اردو میں ترجمہ کرنے میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی بعض تصانیف عربی سے ترجمہ ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تصانیف

۱۔ اسوۂ صحابہ .... (۲ جلد)
۲۔ اسوۂ صحابیات
۳۔ اقبال کامل
۴۔ القضاء فی الاسلام
۵۔ امام رازی
۶۔ تاریخ اخلاق اسلامی .... (۲ جلد)
۷۔ حکمائے اسلام .... (۲ جلد)
۸۔ سیرت عمر بن عبدالعزیز
۹۔ شعر الہند .... (۲ جلد)
۱۰۔ فقرائے اسلام

۱۱۔ شعر العرب .... (غیر مطبوعہ)
۱۲۔ حیات شبلی .... (غیر مطبوعہ)
۱۳۔ تاریخ التقلید .... (غیر مطبوعہ)
۱۴۔ ابن الیمین .... (غیر مطبوعہ)

تراجم

۱۔ ابن خلدون .... (مقدمہ ابن خلدون کا ترجمہ)
۲۔ انقلاب الامم .... (گستاولی بان کی عربی کتاب کا ترجمہ)
۳۔ التربیۃ الاستقلالیہ .... (انفوس ایگروس کی عربی کتاب کا ترجمہ)
۴۔ تاریخ الحرمین الشریفین .... (مجیب شوقی کی الرصد الحجابہ کا ترجمہ)
۵۔ اسلامی قوانین وفوجداری .... (کتاب الاختیار کا ترجمہ)
۶۔ تاریخ فقہ اسلامی .... (محمد خضری کی کتاب التشریع الاسلامی کا ترجمہ)
۷۔ فطرت انسانی .... (ہنری مارٹن کی کتاب کا ترجمہ)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالسلام ندوی کی (۶) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

اسوہ صحابہ

یہ کتاب ۲ جلدوں میں ہے۔ جلد اول میں صحابہؓ وصحابیاتؓ کے عقائد، عبادات، معاملات، طرز معاشرت، حسن معاشرت اور اخلاق پر سبق آموز واقعات قلمبند کئے ہیں اور جلد دوم میں صحابہ کرام کے علمی وادبی اور سیاسی وعملی کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔

اسوۂ صحابہؓ کے متعدد ایڈیشن دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہو چکے ہیں۔

اقبال کامل

یہ کتاب شاعر مشرق حکیم الامت علامہ محمد اقبال کے حالات، زندگی، اخلاق و کردار

اوران کی شاعری پر محیط ہے اور اس کے ساتھ ان کی تصانیف کا بھی تذکرہ کیا ہے اور اس کے علاوہ اس کتاب میں مصنف علام نے علامہ اقبال کے نظریہ ملت وتعلیم وسیاست پر بھی ناقدانہ تبصرہ کیا ہے۔

یہ کتاب بھی متعدد بار دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہو چکی ہے۔

امام رازی

یہ کتاب صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کے حالات اوران کی تصانیف، ان کے فلسفہ علم وکلام اوران کے نظریات پر مشتمل ہے۔

مولانا عبدالسلام ندوی نے اس کتاب میں امام صاحب کے نظریات پر بڑے اچھے انداز میں نقد وتبصرہ کیا ہے۔ یہ کتاب بھی دارالمصنفین اعظم گڑھ نے شائع کی ہے۔

القضاء فی الاسلام

اس کتاب میں شہادت اور فصل مقدمات کے اسلامی اصول وقوانین قلمبند کئے ہیں اور اس کے ساتھ ان کی تشریح وتوضیح کی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۲۹ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔

سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ

یہ کتاب پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات زندگی اوران کے علمی و دینی اور سیاسی کارناموں پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب متعدد بار دارالمصنفین اعظم گڑھ نے شائع کی ہے۔

تاریخ فقہ اسلامی

یہ کتاب مصری عالم محمد خضری کی کتاب ’’تشریع الاسلامی‘‘ کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں فقہ اسلامی کی مکمل تاریخ بیان کی گئی ہے اور ہر عہد کے فقہاء کے حالات اوران کے مذاہب کی

خصوصیات اور فقہ کی ترقی کے اسباب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یہ کتاب متعدد بار دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی ہے۔

وفات

۱۹۵۶ء میں مولانا عبدالسلام ندوی کی کتاب "حکمائے اسلام" کی دوسری جلد شائع ہوئی تو آپ یہ کتاب اپنے دیرینہ دوست مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے دہلی جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ علیل ہو گئے اور آپ سفر کرنے کے قابل نہ رہے۔

آخر آپ نے ۲۸ صفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۴۔ اکتوبر ۱۹۵۶ء کو دارالمصنفین میں انتقال کیا اور دارالمصنفین کے قبرستان میں مولانا شبلی نعمانی کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

☆☆☆

(۲۴)

ابوالکلام آزادؒ

فطرتاً عبقری تھے۔

(شاہ معین الدین احمد ندوی)

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس میں جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

(ظفر علی خاں)

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

(حسرت موہانی)

اگر قرآن مجید عربی زبان میں نازل نہ ہوتا تو پھر ابوالکلام کی نثر یا اقبال کی نظم میں نازل ہوتا۔ (رشید احمد صدیقی)

علم و فضل، حقائق دین، فلسفہ و حکمت، شعر و ادب، تصنیف و تالیف، تقریر و خطابت، اخبار نویسی، صحیفہ نگاری، سیاست و ملک داری میں انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ (غلام رسول مہر)

تفسیر میں، حدیث میں، فقہ واصول میں، فلسفہ وحکمت میں، علوم جدید اور فنون قدیم میں، تحقیق وکاوش کے مختلف زاویوں میں، معاملہ فہمی اور سیاسی جدوجہد میں، ادب ودانش میں اپنے انداز کی وہ واحد اور منفرد ہستی تھے۔

(محمد اسحاق بھٹی)

شہسوار علم تھے۔

(شورش کاشمیری)

جلیل القدر عالم اور آزادی کے علمبردار تھے۔

(عنایت اللہ نسیم)

ابوالکلام آزادؒ

۱۳۰۵ھ............۱۳۷۷ھ

۱۸۸۸ء............۱۹۵۸ء

مولانا ابوالکلام آزاد جیسی جلیل القدر اور عہد آفرین شخصیتیں مدتوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ وہ ایک نامور عالم دین، مفسر قرآن، محدث، مورخ، متکلم، مجتہد، فقیہہ، ادیب، حکیم و مفکر، مدیر، نقاد، دانشور، مبصر، مصنف اور بلند مرتبہ سیاستدان تھے۔ خطابت، تحریر، تقریر، ذہانت و فطانت، ذکاوت اور فہم و فراست میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ وہ فطرتاً عبقری تھے۔ مولانا ظفر علی خاں فرماتے ہیں۔

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

مولانا ابوالکلام آزاد حق و صداقت کی آواز اور عزم و استقلال کے پہاڑ تھے۔ جنگ آزادی کے میر کارواں تھے اور آزاد ہندوستان کے معمار اعظم تھے۔

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں کہ

> مولانا مرحوم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ جنگ آزادی کی ابتداء سے لے کر اس وقت تک جتنے نازک مراحل پیش آئے اور جس قدر اندرونی و بیرونی مشکلات و مسائل پیدا ہوئے، ان کے حل کرنے میں ان کا بڑا دخل تھا۔

مولانا آزاد علوم اسلامیہ کے بحر ذخار تھے۔ دین اسلام اور عالمی سیاست پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا اور صحیح معنوں میں بہت بڑے عالم دین اور راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔

مولانا آزاد کے علمی تبحر، فہم و فراست، ذہانت و فطانت، تحریر و تقریر اور ان کے علم و فضل کا ممتاز علمائے کرام اور علمی و ادبی اکابرین اور بلند مرتبہ سیاستدانوں نے اعتراف کیا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

ابوالکلام امام و مجتہد ہیں

مولانا ظفر علی خاں نے بھی انہی الفاظ میں ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت اور حافظہ کی غیر معمولی دولت اور قوت اظہار و بیان کی بے مثال فراوانی عنایت فرمائی ہے اور یہی ان کے خداداد فضل و کمال کے ایوان کے ستون ہیں۔ ان کو جو کچھ بھی ملا ہے، وہ سراسر عطا و موہبت ہے۔ سچ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حقیقت میں انہی کی دعوت تھی جس نے نوجوان نسل کو دین کی طرف متوجہ کیا تھا اور کتاب و سنت کے پیغام سے ان کے کان آشنا ہوئے۔ اقبال، محمد علی اور ابوالکلام تھوڑے فرق سے ایک ہی منزل رجوع الی الاسلام کے منادی تھے۔

مولانا سید مودودی نے لکھا کہ

مولانا آزاد کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کے مخالفین نے ان کو گالیاں دیں لیکن انہوں نے کبھی بھی کسی کو گالی نہ دی۔ وہ بہت زیادہ شریف النفس اور ذہین الفطرت انسان تھے۔

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں کہ

مولانا ابوالکلام آزاد امام و مجتہد تھے۔ ان کا دماغ کئی ہزار دماغوں کو نچوڑ کر بنایا گیا۔

مولانا حسرت موہانی فرماتے ہیں

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی لکھتے ہیں

الشیخ الفاضل، نوابغ الرجال، نوادر العصر، ابوالکلام محی الدین آزاد الدہلوی

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام فطرتاً عبقری تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا۔ ملکی سیاست کے علاوہ عالمی سیاست پر بھی ایک وسیع نظر تھی۔ بڑے سے بڑے مشکل اور دقیق مسائل منٹوں میں حل کر دیتے تھے۔ بہت زیادہ کم سخن تھے۔ خطابت و تقریر میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اپنے دور کے امام و مجتہد تھے۔ مولانا ظفر علی خاں نے ان کے بارے میں سچ فرمایا تھا۔

جہانِ اجتہاد میں سلف کی راہ گم ہو گئی
ہے تجھ کو اس کی جستجو تو پوچھ ابوالکلام سے

مولانا ابوالکلام آزاد اپنی فطری افتاد، اپنے فکر و تصور، اپنے رجحانات و میلانات اور ذہنی اکتسابات کے تنوع کے لحاظ سے اس قدر غیر معمولی انسان تھے کہ بیک وقت نہ ہم ان کے جملہ فضائل و خصائل کا حصار کر سکتے ہیں نہ ان کے دماغ کو مختلف خانوں میں تقسیم کر کے ان کی ادبی، مذہبی و صحافتی خصوصیات کے درمیان کوئی حد فاصل قائم کر سکتے ہیں۔

ابوالکلام آزاد بطور صحافی

مولانا آزاد نے کئی علمی و ادبی رسائل جاری کئے اور کئی اخبارات و رسائل کے مدیر رہے مگر ان کی صحافتی خدمات ہفتہ وار ”الہلال“ کلکتہ کے ذریعے افق صحافت پر نمودار ہوئیں۔

الہلال اردو صحافت میں ایک نیا باب تھا۔ وہ صحیح معنوں میں ہماری سیاسی، صحافتی اور ادبی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔ الہلال عصری صحافت میں محض ایک اور اخبار کا اضافہ نہ تھا بلکہ درحقیقت وہ اپنی ذات میں ایک مستقل تحریک تھا جس نے طوفان و حوادث میں اسلامیان عالم اور بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی ناخدائی کا فریضہ انجام دیا۔

الہلال محض ایک اخبار نہیں دراصل ایک صور قیامت تھا جس کی صدائے رعد آسائے غفلت شکن نے مردہ دلوں میں ایک نئی جان ڈال دی۔ سرگشتگان خواب ذلت و خواری کو بیدار

کیا۔ وہ شعلہ قیامت جو سرد ہو رہا تھا، اس کو بھڑکا دیا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال کے ذریعے کلمۂ حق کو بلند کیا اور جرأت حق گوئی اور راست بازی کی وہ مثال قائم کی جس کی مثال تاریخ صحافت میں ملنی مشکل ہے۔

بیگم ڈاکٹر سید عبداللہ "الہلال کے کارناموں پر روشنی ڈالتے ہوئی لکھتی ہیں:

> یہ اخبار مسلمانان ہند کی انقلابی سیاست کا آئینہ دار تھا۔ مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے ملکی اور بین الاقوامی امور کی آزاد ترجمانی کا شرف اس کو حاصل تھا۔ چنانچہ ترکی کے جدید انقلابات، طرابلس اور بلقان کی لڑائیوں کے واقعات اور پھر جنگ عظیم میں ترکی کی حکمت عملی کے متعلق "الہلال" میں طویل بحثیں موجود ہیں۔
>
> اسی طرح ملکی سیاست میں مسلم لیگ اور کانگریس کے جھگڑے، حقوق و مراعات کے قصے اور انگریزوں کی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی تشریحیں بھی الہلال کے اوراق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ تعلیمی معاملات میں ندوہ اور علی گڑھ کی سرگرمیاں اور ان کی سرکار پرستوں کی دسیسہ کاریاں بھی الہلال نے اسی طرح کھول کر واضح کی ہیں۔

الہلال کو بدر کامل بنانے میں ابوالکلام آزاد کی نابغہ شخصیت کو بڑا دخل ہے لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ الہلال کے ادارہ تحریر میں ایسے اہل علم و قلم اکٹھے ہو گئے تھے جو اپنی علمی شہرت کی وجہ سے ایک خاص مقام کے حامل تھے یعنی

مولانا سید سلیمان ندوی

مولانا عبدالسلام ندوی

مولانا عبداللہ عمادی

خواجہ عبدالواجد ندوی

حامد علی صدیقی

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی

اتنا بڑا اسٹاف اردو صحافت کی تاریخ میں کسی اور اخبار یا رسالہ وغیرہ کو نصیب نہ ہوا۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

الہلال کے تمام کارناموں سے قطع نظر اس کی اہمیت اور معیار کا اندازہ لگانے کے لئے صرف اس کا حیرت انگیز ادارۂ تحریر کافی ہے جو ملک کے صف اول کے ادیبوں، انشاء پردازوں پر مشتمل تھا۔ ہفتہ وار تو درکنار کسی اردو ماہنامے کو بھی آج تک ایسا شاندار ایڈیٹوریل سٹاف نہ ملا ہوگا۔

الہلال کا پہلا شمارہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے شائع ہوا۔

حیات ابوالکلام ماہ و سال کے آئینہ میں

۱۷ اگست ۱۸۸۸ء کو مکہ معظمہ میں ولادت ہوئی۔ ۱۸۹۸ء میں ہندوستان تشریف لائے اور اسی سال آپ کی والدہ کا انتقال ہوا اور اسی سال آپ نے کلکتہ سے ماہنامہ ”نیرنگ خیال“ جاری کیا۔ ۱۹۰۱ء میں شادی ہوئی اور ۲۲ جنوری ۱۹۰۱ء کو ہفتہ وار ”المصباح“ جاری کیا اور اس کے ساتھ ہی رسالہ محمدیہ کان پور کی ادارت بھی آپ کے سپرد کی گئی۔ ۱۹۰۳ء میں ہفتہ وار ”احسن الاخبار“ کلکتہ کی ادارت سنبھالی اور اسی سال مارچ ۱۹۰۳ء میں ماہنامہ ”خدنگ نظر“ لکھنؤ کے مدیر معاون مقرر ہوئے اور اس کے ساتھ ہی ایڈورڈ گزٹ شاہ جہان پور کی ادارت بھی سونپی گئی اور ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کو آپ نے ماہنامہ ”لسان الصدق“ جاری کیا جو مئی ۱۹۰۵ء تک جاری رہا۔ اس کا آخری شمارہ مفید عام پریس آگرہ سے شائع ہوا۔ ۱۹۰۵ء کے اوائل میں سہ روزہ وکیل امرتسر کے ادارۂ تحریر میں شامل ہوئے اور ستمبر ۱۹۰۵ء میں علیحدہ ہو گئے۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں ماہنامہ الندوہ لکھنؤ کے مدیر معاون مقرر ہوئے اور مارچ ۱۹۰۶ء میں علیحدہ ہو کر کلکتہ تشریف لے گئے۔ اپریل ۱۹۰۶ء میں دوبارہ سہ روزہ وکیل امرتسر کی ادارت سنبھالی اور نومبر ۱۹۰۶ء میں علیحدہ ہو کر کلکتہ چلے گئے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ڈھاکہ میں شرکت کی اور اسی اجلاس میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی۔ جنوری ۱۹۰۷ء میں ہفتہ وار دارالسلطنت کلکتہ کی ادارت سنبھالی اور دسمبر ۱۹۰۷ء میں تیسری بار سہ روزہ وکیل امرتسر کی ادارت ان کو سونپی گئی اور اگست ۱۹۰۸ء میں والد مولانا خیر الدین کی شدید علالت کے باعث سہ روزہ وکیل سے مستعفی ہو گئے۔

۱۵ اگست ۱۹۰۸ء کو ان کے والد نے انتقال کیا۔ ۱۹۰۹ء میں مغربی ایشیا اور فرانس کا سفر کیا۔

۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو کلکتہ سے ہفتہ وار الہلال جاری کیا۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۳ء کو الہلال میں ایک مضمون مشہد اکبر کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون کا تعلق حادثہ مسجد کان پور سے تھا۔ اس مضمون کی اشاعت پر الہلال سے دو ہزار کی ضمانت طلب کی گئی جو ۲۳ ستمبر ۱۹۱۳ء کو جمع کروادی گئی۔ ۱۴۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۴ء کے الہلال کے مشترکہ شمارہ میں ایک مضمون کی اشاعت پر الہلال کی ضمانت ضبط کر لی گئی۔ ۱۶ نومبر ۱۹۱۴ء کو نئی دس ہزار کی ضمانت طلب کی گئی جو ادا نہ ہو سکی، اس لئے الہلال کا آخری شمارہ ۱۶ نومبر ۱۹۱۴ء کو شائع ہوا۔ اس کے بعد اس کی اشاعت بند ہو گئی۔

۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو آپ نے ہفتہ وار ''البلاغ'' جاری کیا۔ ۸ مارچ ۱۹۱۶ء کو آپ کو حکومت بنگال نے صوبہ بدر کر دیا اور آپ رانچی (بہار) چلے گئے۔ اپریل ۱۹۱۶ء میں ''البلاغ'' کی مشترکہ اشاعت (۱۷۔ ۲۴۔ ۳۱ مارچ) کے بعد ''البلاغ'' بند ہو گیا۔

رانچی میں مرکزی حکومت نے آپ کو اسیر زنداں کر دیا۔ ۱۹۱۹ء میں آپ کی تصنیف ''تذکرہ'' شائع ہوئی اور اس کے ساتھ دوسری کتاب ''جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد'' بھی منظر عام پر آئی۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو آپ رہا ہوئے۔

۲۸۔ ۲۹ فروری ۱۹۲۰ء کو بنگال پراونشل خلافت کانفرنس کی صدارت فرمائی اور خطبہ صدارت بعنوان ''مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب'' ارشاد فرمایا۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۱ء کو ہفتہ وار پیغام آپ کی نگرانی میں جاری ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی تھے۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اجلاس پراونشل خلافت کانفرنس آگرہ کی صدارت فرمائی۔ ۱۸ تا ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس منعقدہ لاہور کی صدارت فرمائی۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۲۱ء کو ایک سال قید کی سزا ہوئی اور یہ قید آپ نے علی پور جیل میں کاٹی۔ اسی مقدمہ میں آپ نے وہ تاریخی بیان بھی دیا جو ''قول فیصل'' کے نام سے مشہور ہوا اور بعد میں کتابی شکل میں بھی شائع ہوا۔

۶ جنوری ۱۹۲۲ء کو رہائی ہوئی۔ یکم اپریل ۱۹۲۳ء کو اپنی نگرانی میں ۱۵ روزہ الجامعہ (عربی) جاری کرایا۔ ایڈیٹر مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی تھے۔

۱۵ ستمبر ۱۹۲۳ء کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کے اجلاس دہلی کی صدارت فرمائی۔ ۲۹ دسمبر ۱۹۲۵ء کو آل انڈیا خلافت کانفرنس کان پور کی صدارت کی۔ ۱۰ جون ۱۹۲۷ء کو دوبارہ الہلال جاری کیا جو ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء تک جاری رہا۔ ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے قائم مقام

صدر بنائے گئے۔ ۲۱ اگست ۱۹۳۰ء کو آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور ۲۷ جنوری ۱۹۳۱ء کو رہا ہوئے۔

ستمبر ۱۹۳۱ء میں ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع ہوئی۔

۱۳ مارچ ۱۹۳۲ء کو دوبارہ گرفتار ہوئے اور ۱۱ مئی ۱۹۳۲ء کو رہائی ملی۔ اپریل ۱۹۳۶ء میں ترجمان القرآن کی دوسری جلد شائع ہوئی۔ ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے قائم مقام صدر مقرر ہوئے۔

۱۹۴۰ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۴۶ء تک مسلسل صدر رہے۔

۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو رام گڑھ کے اجلاس کانگریس کی صدارت فرمائی۔ ۳ جنوری ۱۹۴۱ء کو دو سال کی سزا ہوئی اور یہ قید نینی تال کی جیل میں کاٹی۔ ۴ دسمبر ۱۹۴۱ء کو رہا ہوئے۔ مارچ اپریل ۱۹۴۲ء کو کرپس مشن سے گفتگو ہوئی۔ ۸۔ اگست ۱۹۴۲ء کو اجلاس کانگریس منعقدہ بمبئی کی صدارت فرمائی۔ ۹۔ اگست ۱۹۴۲ء کو گرفتار ہوئے اور قلعہ احمد نگر میں نظر بند کئے گئے۔ ۱۹ اپریل ۱۹۴۳ء کو آپ کی زوجہ محترمہ زلیخا بیگم کا کلکتہ میں انتقال ہوا۔ حکومت نے آپ کو پیرول پر رہا کرنا چاہا لیکن آپ نے منظور نہ فرمایا۔

جون ۱۹۴۳ء کو آپ کی دو بہنوں خدیجہ بیگم اور حنیفہ بیگم کا بھوپال میں انتقال ہو گیا۔

اپریل ۱۹۴۵ء کو احمد نگر جیل سے بالکوڑا جیل منتقل کر دیئے گئے اور ۱۵ جون ۱۹۴۵ء کو رہا ہوئے۔

۲۶ جون ۱۹۴۶ء کو شملہ کانفرنس میں شرکت کی اور ۱۹۴۶ء کے اوائل میں آپ کے مکاتیب کے دو مجموعے ''غبار خاطر'' اور ''کاروان خیال'' شائع ہوئے۔

جون ۱۹۴۶ء میں وزارتی مشن سے گفتگو کی۔

۱۵ جنوری ۱۹۴۷ء کو عبوری حکومت میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔

۱۴ جنوری ۱۹۵۱ء کو پارلیمانی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر بالاتفاق منتخب ہوئے۔ ۱۸ مئی ۱۹۵۱ء کو یونیسکو کی ۶ ویں کانفرنس منعقدہ پیرس (فرانس) میں شرکت کی اور واپسی پر لندن، روم، ایران ہوتے ہوئے کراچی تشریف لائے اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے مزار پر دعا کے لئے حاضری دی۔

فروری ۱۹۵۲ء کے پہلے عام انتخابات میں لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوئے اور آپ کو تعلیم، قدرتی ذرائع اور سائنسی تحقیقات کی وزارت کا قلمدان سونپا گیا۔

۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو قائم مقام وزیر اعظم مقرر ہوئے۔

۱۵ جون ۱۹۵۵ء کو لندن کا دورہ بسلسلہ انڈیا آفس لائبریری کیا اور واپسی پر فرانس اور مغربی جرمنی کا بھی دورہ کیا۔

مئی تا جولائی ۱۹۵۶ء یورپ اور مغربی ایشیا کا خیر سگالی دورہ کیا۔

۱۱ مارچ ۱۹۵۷ء کو گوڑگانواں کے حلقہ سے لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوئے اور تعلیم اور سائنسی تحقیقات کی وزارت کا قلمدان سونپا گیا۔

۱۵ فروری ۱۹۵۸ء کو ''انجمن ترقی اردو ہند'' کی عظیم الشان کانفرنس دہلی میں آخری تقریر کی۔

۱۹ فروری ۱۹۵۸ء کو فالج کا حملہ ہوا۔

۲۲ فروری ۱۹۵۸ء (۲ شعبان ۱۳۷۷ھ) دہلی میں انتقال کیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواۃ الجنۃ الفردوس۔

مولانا آزاد اور تقسیم ہند

مولانا ابوالکلام آزاد تقسیم ہند کے مخالف تھے۔ انہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح کے نظریہ سے اختلاف کیا تھا لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب پاکستان کا قیام عمل میں آ گیا تو مولانا آزاد نے مخالفت نہیں کی بلکہ انہوں نے یہ نظریہ قائم کر لیا کہ اب پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنانا چاہئے اور اس کے مضبوط ہونے سے ہندوستان میں مقیم مسلمانوں کی بقاء و تحفظ ہے۔

چنانچہ مولانا آزاد نے اس وقت ہندوستان میں مقیم مسلمان افسروں کو یہ مشورہ دیا کہ آپ پاکستان جائیں اور پاکستان کو مضبوط بنانے میں کام کریں۔ ڈاکٹر محمد باقر مرحوم جو ۱۹۴۷ء میں حکومت ہند کے محکمہ تعلیم میں ڈائریکٹر تھے، انہوں نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ

''مجھے مولانا ابوالکلام نے مشورہ دیا تھا کہ اب پاکستان بن گیا ہے۔ پاکستان

> میں آپ جیسے آدمیوں کی ضرورت ہے، اس لئے آپ کو پاکستان جانا چاہئے۔“

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں

> قیام پاکستان کے بارے میں ان کی رائے ڈھکی چھپی نہیں۔ وہ اس کے قیام کے سخت مخالف تھے۔ وہ پاکستان کی سکیم کو کل ۹ کروڑ مسلمانوں کے مسئلے کا صحیح حل نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ملکی اور کل قومی سطح پر سب کا اتفاق ہو گیا تو پھر انہوں نے مخالفت ترک کر دی۔ پھر اگر تذکرہ ہوا بھی تو تاریخ کے واقعے اور اس سے عدم اتفاق اور اپنی رائے کی صحت پر بعد کے واقعات سے استدلال کا آیا۔ انہوں نے کبھی پاکستان کے ختم ہو جانے، اسے کمزور کرنے، اس کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرنے، اس کے انتشار کو بڑھانے کی خواہش نہیں کی بلکہ اس کے استحکام، اس میں جمہوریت کے فروغ، اس کے مختلف طبقوں اور فرقوں میں مفاہمت اور ہندوستان سے اس کے خوشگوار تعلقات کے آرزومند رہے بلکہ اس کے لئے انہوں نے بہترین کوششیں بھی کیں۔ (آثار و نقوش ص ۲۹)

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی جو ایک مشہور طبیب، ادیب، دانشور اور تحریک پاکستان کے مخلص کارکن تھے، مولانا آزاد کے بڑے مداح، عقیدت مند اور ان کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ راقم سے کئی بار فرمایا کہ

> میں جولائی ۱۹۴۷ء میں مولانا آزاد سے دہلی میں ملا اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں ہندوستان میں رہ کر مسلمانوں کی خدمت کروں۔ مولانا نے مجھ سے فرمایا۔ آپ کے بیوی بچے کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے بیوی بچے اپنے وطن گوجرانوالہ میں ہیں تو مولانا نے فرمایا۔
>
> میرے بھائی ہوش کی بات کرو۔ بیوی پاکستان میں اور میاں ہندوستان میں۔ آپ جیسے آدمیوں کو پاکستان جانا چاہئے اور اس کو مضبوط بنانے میں کام کرنا چاہئے۔ پاکستان کی مضبوطی پر ہندوستان کے مسلمانوں کی بقاء و تحفظ کا دارومدار ہے۔ اس لئے آپ کو پاکستان جانا چاہئے۔

چنانچہ حکیم صاحب مرحوم اگست ۱۹۴۷ء میں پاکستان آ گئے۔

نادرۂ روزگار شخصیت

مولانا ابوالکلام آزاد ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ امام و مجتہد تھے اور فطرتاً عبقری تھے اور صحیح معنوں میں شہسوار علم تھے۔ مولانا غلام رسول مرحوم لکھتے ہیں۔

> مولانا آزاد یقیناً ایک نادرۂ روزگار شخصیت کے مالک تھے اور ایسے گوناگوں اوصاف اور محاسن ایک وجود میں بہت ہی کم جمع ہوتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے اتنے دائروں میں انتہائی بلند مقام حاصل کیا، ان کا حصر مشکل ہے اور ان میں کسی ایک دائرے میں ایسی بلندی کا حاصل کر لینا بڑے سے بڑے انسان کے لئے بھی دائمی فخر کا سامان ہو سکتا ہے۔ علم و فضل، حقائق دین، فلسفہ و حکمت، شعر و ادب، تصنیف و تالیف، تقریر و خطابت، اخبار نویسی، صحیفہ نگاری، سیاست و ملک داری، الغرض کون سا دائرہ اور کون سا حلقہ ہے جس میں ان کی یگانگی ابتدا ہی سے سب کے نزدیک مسلم نہ تھی اور آج تک اس کی تصدیق و توثیق نہ ہوتی رہی۔ عربی، فارسی، انگریزی اور دینی علوم کا شاید ہی کوئی قابل توجہ مطبوع یا مجموعہ کم یاب ذخیرہ ہو جو ان کی نظر سے نہ گزر چکا تھا اور اس ذخیرے کی ہر مستحق قیمتی چیز ان کے گنجینہ حفظ و ضبط میں محفوظ نہ تھی۔ لوگوں نے مختصر کتابیں پڑھیں اور ان کے وہ مطالب ذہن میں بٹھا لئے جو انہیں پسند آئے۔ مولانا کے حافظہ میں نہ صرف تمام مطالب ہی محفوظ تھے بلکہ مشہور مصنفوں کے اسلوب پر بھی حد درجہ گہری نظر تھی۔ جب اس موضوع پر گفتگو کرتے تو ایسے حقائق بیان فرماتے جو اس فن میں درجہ اختصاص حاصل کرنے والوں کی زبان سے کم سنے گئے۔ حیرت اس بات پر ہوتی تھی کہ یہ کمال انہوں نے کیونکر حاصل کر لیا۔

تصانیف

مولانا آزاد ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے۔ نثر و نظم میں ان کو خداداد قدرت حاصل تھی۔

جب سے دیکھی ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں کچھ مزا نہ رہا

پروفیسر رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں کہ

اگر قرآن مجید عربی زبان میں نازل نہ ہوتا تو پھر ابوالکلام کی نثر یا اقبال کی نظم میں نازل ہوتا۔

مولانا آزاد نے جو تصانیف یادگار چھوڑی ہیں، وہ اہل علم کے لئے ایک رہنما کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مولانا آزاد کی بیشتر تصانیف طبع نہیں ہوسکیں۔ بہت سی تصانیف کے مسودے جب آپ گرفتار ہوتے تھے تو پولیس اٹھا کر لے جاتی تھی جو انہیں دوبارہ نہیں ملتے تھے۔ تاہم آپ نے اپنی بیشتر مطبوعات کا ذکر اپنی مطبوعہ کتب اور اپنے اخبار "الہلال" میں کیا ہے۔

آپ کی غیر مطبوعہ کتب کی جو فہرست دی جارہی ہے، وہ آپ کے اخبار الہلال اور دو کتب "تذکرہ" اور "آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی" سے مرتب کی گئی ہے۔

آپ کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

مطبوعہ

۱۔ ترجمان القرآن
۲۔ باقیات ترجمان القرآن
۳۔ تصورات قرآن
۴۔ اصحاب کہف
۵۔ ام الکتاب
۶۔ القول المتین فی تفسیر سورۃ والتین
۷۔ رہنمائے حریت
✓ ۸۔ حقیقت الصلوٰۃ
✓ ۹۔ جامع الشواہد فی دخول غیر المسلم فی المساجد
۱۰۔ مقالات الہلال

✓ ۱۱۔ عیدین
✓ ۱۲۔ حقیقت الزکوۃ
✓ ۱۳۔ جہاد اور اسلام
۱۴۔ تبرکات آزاد
۱۵۔ مضامین ابوالکلام
۱۶۔ نگارشات آزاد
۱۷۔ مضامین ابوالکلام
✓ ۱۸۔ ایلاء و تخییر
۱۹۔ مسلمان عورت
۲۰۔ امر بالمعروف
۲۱۔ بائیکاٹ
۲۲۔ اتحاد اسلامی
۲۳۔ الفرق بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان
۲۴۔ مواعظ ربیع الاول
۲۵۔ مقالات آزاد
۲۶۔ خطبات آزاد
۲۷۔ صدائے حق
۲۸۔ کاروانِ خیال
۲۹۔ رسول رحمتؐ
۳۰۔ ولادت نبویؐ
۳۱۔ انبیائے کرامؑ
۳۲۔ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی
۳۳۔ انسانیت موت کے دروازے پر
۳۴۔ تذکرہ

۳۵۔ شہید اعظم
۳۶۔ البیرونی و جغرافیہ عالم
۳۷۔ درس وفا
۳۸۔ اسلام اور آزادی
۳۹۔ پابندی عہد اور قرآن حکیم
۴۰۔ صدائے اخوت
۴۱۔ ذکریٰ
۴۲۔ عزیمت و دعوت
۴۳۔ شہادت حسینؓ
۴۴۔ دعوت حق
۴۵۔ ہجر و وصال
✓ ۴۶۔ مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب
۴۷۔ فوجی ملازمت
۴۸۔ عدالت ناانصافی کا قدیم ذریعہ
۴۹۔ حزب اللہ
۵۰۔ مکمل تحریری بیان
۵۱۔ مولانا آزاد کا مکمل مقدمہ
۵۲۔ پاکستان کی اسکیم مولانا آزاد کے قلم سے
۵۳۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے برصغیر پاک و ہند کے بارے میں کیا کہا تھا۔
۵۴۔ تحریک آزادی
۵۵۔ الحریۃ فی الاسلام
۵۶۔ انسان کی حیات صالحہ
۵۷۔ قول فیصل
۵۸۔ مضامین الہلال

۵۹۔ انتخاب الہلال

۶۰۔ طنزیات آزاد

۶۱۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کا فیصلہ اور مالیر کوٹلہ کا نزاع

۶۲۔ تصریحات آزاد

۶۳۔ افکار آزاد

۶۴۔ غبار خاطر

۶۵۔ مکاتیب ابوالکلام

۶۶۔ میرا عقیدہ

۶۷۔ مکاتیب ابوالکلام آزاد

۶۸۔ تبرکات آزاد

۶۹۔ نوادر ابوالکلام

۷۰۔ مضامین لسان الصدق

۷۱۔ خطبہ صدارت .... (خلافت کانفرنس آگرہ فروری ۱۹۲۰ء)

۷۲۔ خطبہ صدارت .... (اجلاس کانگریس دہلی ۱۵ ستمبر ۱۹۲۳ء)

۷۳۔ خطبہ صدارت .... (اجلاس کانگریس رام گڑھ ۱۹۴۰ء)

۷۴۔ ختم نبوت

۷۵۔ انڈیا ونز فریڈم

۷۶۔ نقش آزاد

غیر مطبوعہ تصانیف

۱۔ تفسیر سورۃ واقعہ

۲۔ امثال القرآن

۳۔ تفسیر البیان

۴۔ شرح حدیث غربت

۵۔ حقیقت معجزات

۶۔ حقیقت فنا و بقا

✓ ۷۔ ترجمہ نور اللمعہ فی فضائل الجمعہ

✓ ۸۔ طریقہ حج

✓ ۹۔ قربانی

۱۰۔ خصائص مسلم

۱۱۔ القول الثابت

۱۲۔ قرآن کا قانون

✓ ۱۳۔ اسلامی مسائل

۱۴۔ عروج و زوال

۱۵۔ اتحاف الخلف

۱۶۔ ایک مستقل رسالہ

۱۷۔ تحصیل السعادتین

۱۸۔ الکلم الطیب

۱۹۔ احسن المالک

۲۰۔ خصائص محمدیہ

۲۱۔ سیرۃ طیبہ ماخوذ از قرآن مجید

۲۲۔ نفحات الانس

۲۳۔ حکیم خاقانی شیروانی

۲۴۔ حافظ شیرازی

۲۵۔ عمر خیام

۲۶۔ ترجمہ تذکرہ آب حیات

۲۷۔ شاہ ولی اللہ

۲۸۔ مجدد الف ثانی

۲۹۔ امام احمد بن حنبلؒ

۳۰۔ امام ابن تیمیہؒ

۳۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام

۳۲۔ حیات سرمد

۳۳۔ تاریخی شخصیتیں

۳۴۔ چہار مقالہ

۳۵۔ شرف جہاں قزوینی کے دیوان پر تبصرہ

۳۶۔ دیوان غزلیات

۳۷۔ مثنوی ونل دمن

۳۸۔ دیوان غالب اردو پر تبصرہ

۳۹۔ صبح امید

۴۰۔ فرہنگ جدید

۴۱۔ کشش مادہ اور کشش عشق

۴۲۔ العلوم الجدیدہ

۴۳۔ الہیئۃ

۴۴۔ معارف الصحات

۴۵۔ تہافتہ الفلاسفہ

۴۶۔ فلسفہ

۴۷۔ اسلام کا نظریہ جہاد

۴۸۔ اعلان الحق (محمڈن لا)

۴۹۔ خلافت اسلامیہ

۵۰۔ اسلام کے سیاسی تصورات

۵۱۔ مضمون

۵۲۔ اسلامی توحید اور مذاہب عالم

۵۳۔ عیسائیت کا مسئلہ

۵۴۔ تاریخ معتزلہ

تعداد تصانیف

مطبوعہ = ۷۶

غیر مطبوعہ = ۵۴

میزان = ۱۳۰

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا ابوالکلام آزاد کی (۷) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

ترجمان القرآن

ترجمان القرآن مولانا آزاد کی قرآن کی تفسیر ہے۔ یہ دو جلدوں میں ہے۔

جلد اول از سورۃ الفاتحہ تا الانعام

جلد دوم۔ از سورۃ الاعراف تا المومنون

قرآن مجید کا یہ ترجمہ و تفسیر مولانا آزاد کے علمی تبحر اور قرآنی علوم و معارف میں اعلیٰ فہم و بصیرت اور ژرف نگاہی اور نکتہ رسی کی آئینہ دار ہے اور سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کے مطالعہ سے مصنف کی وسعت نظر، وسعت مطالعہ اور علوم دینیہ میں وسیع المعلومات ہونے کی شہادت ہے۔

ترجمان القرآن کے شائع ہونے پر ملک کے ممتاز اہل علم و قلم نے اس کی تعریف و توصیف کی۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

ترجمان القرآن وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اس کو گھر گھر پھیلایا جائے اور نوجوانوں کو اس کے مطالعہ کی ترغیب دی جائے اور ہر اسلامی دارالمطالعہ میں اس کا ایک نسخہ منگوا کر رکھا جائے۔

مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

میری اردو معلومات میں ترجمان القرآن پہلی کتاب ہے جسے لوگوں نے اس قدر ذوق اور شوق کے ساتھ خریدا اور پڑھا ہو۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

> مولانا آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن اردو تفاسیر میں ایک شاہکار ہے اور میرا ایمان ویقین ہے کہ یہ تفسیر مولانا آزاد کی نجات کا ذریعہ ہوگی۔

ترجمان القرآن کی پہلی جلد ستمبر ۱۹۳۱ء/ ۱۳۴۹ھ اور دوسری جلد اپریل ۱۹۳۶ء/ ۱۳۵۵ھ میں شائع ہوئی۔

تذکرہ

یہ کتاب مولانا کے اپنے خاندان اور اپنے ذاتی حالات پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین اور دوسرے اصحاب دعوت و عزیمت کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

پروفیسر ضیاء احمد بدایونی لکھتے ہیں:

> کہا جاتا ہے کہ "تذکرہ" مولانا آزاد کے خاندان اور "غبار خاطر" ان کی ذات کا آئینہ ہے مگر سچ پوچھئے تو "تذکرہ" کے ایک ایک لفظ سے ان کی ذات کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ آخری فصل میں تو اپنے بارے میں کچھ نہ کہنے پر بھی سب کچھ کہہ گئے ہیں اور چھپنے کی انتہائی کوشش کے باوجود نمایاں ہو گئے ہیں۔

تذکرہ ۱۹۱۹ء/ ۱۳۳۷ھ میں البلاغ پریس کلکتہ سے شائع ہوئی۔

غبار خاطر

یہ کتاب مولانا آزاد کے ۲۱ خطوط کا مجموعہ ہے جو آپ نے اپنے ایام اسیری ۱۹۔ اگست ۱۹۴۲ء تا ۱۵ جون ۱۹۴۵ء قلعہ احمد نگر میں مولانا حبیب الرحمان خاں شیروانی رئیس بھیکم پور (علی گڑھ) کے نام لکھے۔ ان دنوں حکومت کی طرف سے یہ پابندی تھی کہ کوئی تحریر جیل سے باہر نہیں جا سکتی تھی۔ مولانا آزاد یہ خط تحریر کر کے ایک فائل میں جمع کرتے رہے اور جب رہا

ہوئے تو یہ تمام خطوط مولانا حبیب الرحمان خاں شیروانی کو پہنچائے گئے۔

غبار خاطر اردو ادب کی ایک لافانی کتاب ہے۔

شورش کاشمیری مرحوم لکھتے ہیں:

غبار خاطر کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مولانا کی طرز تحریر کا جادو بولتا چالتا اور ان کے حسن بیان کا آہو چوکڑیاں بھرتا دکھائی دیتا ہے۔

غبار خاطر پہلی بار مئی ۱۹۴۶ء/ ۱۳۶۵ھ میں حالی پبلشنگ ہاؤس دہلی سے شائع ہوئی۔

رسول رحمت

پروفیسر ضیاء احمد بدایونی لکھتے ہیں کہ:

مولانا آزاد کا ارادہ تھا کہ پوری سیرۃ النبی قرآن مجید سے مرتب کی جائے اور اس سلسلہ میں انہوں نے خاصی پیش رفت بھی کی تھی مگر زندگی نے وفا نہ کی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے انتقال کے بعد مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے مولانا کے مقالات اور تحریرات جو سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھیں، ان کو جمع کیا اور جہاں تشنگی محسوس کی، وہاں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

یہ کتاب پاکستان میں پہلی بار ۱۹۷۰ء/ ۱۳۹۰ھ میں لاہور سے شائع ہوئی اور ہندوستان میں ۱۹۸۲ء/ ۱۴۰۲ھ میں دہلی سے شائع ہوئی۔

کاروان خیال

یہ کتاب مولانا آزاد کے مکاتیب کا مجموعہ ہے۔

۱۹۴۶ء/ میں مدینہ پریس بجنور سے شائع ہوئی۔

تحریک آزادی

یہ کتاب مولانا ابوالکلام آزاد کے سات مقالات کا مجموعہ ہے۔

(۱) تحریک آزادی اور مسلمان

(۲) لکھنؤ کانفرنس
(۳) مسلمان اور کانگریس
(۴) ایک تاریخی خطبہ
(۵) مسئلہ زکوٰۃ
(۶) مذہب کی دوکان
(۷) مرزائیت

یہ کتاب محبوب المطابع دہلی سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

الحریۃ فی الاسلام

اس کتاب میں اسلامی جمہوریت اور حریت اسلامی پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور آزادیٔ یورپ پر سخت تنقید کی ہے۔

یہ کتاب ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ میں ہاشمی پریس میرٹھ سے شائع ہوئی۔

☆☆☆

(۲۵)

عبدالمجید سوہدرویؒ

نجیب الطرفین تھے۔

پنجاب کے نامی گرامی واعظ اور مبلغ تھے۔ ان کے خاندان نے سوہدرہ اور اس کے گردونواح میں توحید وسنت کی اشاعت اور شرک وبدعت کی تردید میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ (ابوالمحمود ہدایت اللہ)

عمدہ واعظ اور مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب حاذق اور کئی طبی کتابوں کے مصنف تھے۔ ملکی سیاست میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ بڑے متواضع اور وضعدار تھے۔ (عنایت اللہ نسیم)

عبدالمجید سوہدرویؒ

۱۳۱۸ھ............۱۳۷۹ھ

۱۹۰۱ء............۱۹۵۹ء

سوہدرہ ایک مشہور تاریخی قصبہ ہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس قصبہ کو سلطان محمود غزنوی کے غلام ملک ایاز نے آباد کیا تھا۔ تاریخ فرشتہ اور تو زک جہانگیری میں بھی سوہدرہ کا ذکر آیا ہے۔ مغل فرمانرواؤں کے عہد حکومت میں اس کو خاص حیثیت حاصل تھی۔ اکبر ملک نے اپنی کتاب "دیس پنجاب" میں لکھا ہے کہ سوہدرہ مغل بادشاہوں کے دور میں فوجی چھاؤنی تھی اور شہنشاہ جہانگیر جب کشمیر گیا تھا تو اس نے سوہدرہ میں قیام کیا تھا۔ بہرحال یہ حقیقت ہے کہ سوہدرہ ایک تاریخی قصبہ ہے۔

مولانا عبدالمجید اسی تاریخی قصبہ کے باسی تھے۔ آپ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ آپ کے آباؤ اجداد میں کئی بزرگ ایسے گزرے ہیں جو کہ مقام ولایت تک پہنچے ہوئے تھے۔

مولانا عبدالمجید حضرت مولانا غلام نبی الربانی المعروف عبداللہ کے پوتے، مولانا عبدالحمید کے صاحبزادے اور استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے نواسے تھے۔ آپ نجیب الطرفین تھے۔

مولانا عبدالمجید کے حالات زندگی اور ان کی خدمات علمی کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ کے والد، دادا اور نانا کا تذکرہ کیا جائے۔

مولانا غلام نبی الربانی

مولانا غلام نبی الربانی کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۹ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ وزیر آباد، جلال پور اور سیالکوٹ میں بالترتیب مولوی قادر بخش فقیہہ، شیخ عبدالباقی

اور مولانا غلام مرتضیٰ سیالکوٹی سے مختلف علوم وفنون میں اکتساب فیض کیا۔

ان علماء سے استفادہ کے بعد مولانا حافظ محمد لکھوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ میں تعلیم حاصل کی۔ حافظ محمد لکھوی سے استفادہ کے بعد ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء میں حضرت عارف باللہ شیخ عبداللہ غزنوی کی خدمت میں امرتسر حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں تین ماہ رہ کر علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ امرتسر سے آپ دہلی تشریف لے گئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔

دہلی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا غلام نبی الربانی واپس اپنے وطن سوہدرہ تشریف لائے اور وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ شرک و بدعت کی تردید کی۔ اس سلسلہ میں آپ کو مصائب و آلام کا شکار بھی ہونا پڑا۔ اہل بدعت مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے لیکن آپ نے اس کی پروا نہیں کی اور پوری تندہی سے قرآن و سنت کی اشاعت کرتے رہے۔

صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں۔

> آپ بڑے متضرع، متوکل اور باہمت تھے۔ اللہ سے بہت زیادہ مدد طلب کرتے تھے۔ آپ کسی مخصوص مذہب کا التزام نہیں کرتے تھے بلکہ جس بات پر ٹھوس دلیل مل جاتی، اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ آپ کو اس سلسلہ میں بڑی اذیتیں بھی احناف کی طرف سے اٹھانا پڑیں۔ ان لوگوں نے ان کے خلاف ایسا محاذ قائم کیا تھا جس سے بڑا محاذ کوئی کیا بنائے گا۔ ان کو بدعتی قرار دیا گیا، مناظرہ کیا اور ہٹ دھرمیاں بھی کیں لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے نہ تو مداہنت برتی اور نہ کسی چیز کی پرواہ کی۔

مولانا غلام نبی الربانی علم و فضل، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، امانت و دیانت، عدالت و ثقاہت اور حفظ و ضبط میں بلند مرتبہ تھے۔ توحید الٰہی اور سنت نبویؐ کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت و محدثات کی تردید میں ان کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ آپ مرجع خلائق اور عالم باعمل اور بہت بڑے متبع سنت تھے اور اس کے ساتھ صاحب کرامات بھی تھے۔

تصنیف میں ان کے تین رسالے پنجابی نظم میں ملتے ہیں اور یہ تینوں مطبوع ہیں۔

۱۔ تحفۃ الوالدین

۲۔ تحفۃ المعجزات

۳۔ تحفۃ العجلاء

مولانا غلام نبی الربانی نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ/ ۳ مئی ۱۹۳۰ء کو سوہدرہ میں انتقال کیا اور اپنے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواۃ الجنہ الفردوس۔

مولانا عبدالحمید سوہدرویؒ

مولانا عبدالحمید بن مولانا غلام نبی الربانی ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ اس کے بعد استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم میں استفادہ کیا۔ استاد پنجاب نے ان کی خوش خصالی کو دیکھتے ہوئے اپنی دامادی میں لے لیا۔

وزیر آباد میں تحصیل علم کے بعد دہلی حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کی۔ حضرت میاں صاحب سے تحصیل علم کے بعد علامہ شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود اور علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری استاد محی السنتہ نواب صدیق حسن خان سے بھی اکتساب فیض کیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد واپس اپنے وطن سوہدرہ آئے اور "مدرسہ حمیدیہ" کے نام سے ایک دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ اس درسگاہ میں صرف ونحو اور تفسیر وحدیث کے اسباق پڑھائے جاتے تھے۔ اندرونی طلباء کے علاوہ بیرونی طلباء بھی حاضر ہوتے۔ بیسیوں افراد نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولوی نظام الدین کٹھوروی

مولوی مراد علی کٹھوروی

مولوی امام خاں نوشہروی

مولوی ہدایت اللہ سوہدروی

مولوی حافظ محمد حیات

(ساکنین از سوہدرہ)

مولوی عبدالعزیز از خونی چک ضلع گجرات

مولانا عبدالحمید ایک بلند پایہ مدرس تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وعظ و تبلیغ میں بھی بلند مرتبہ تھے۔ آپ کا وعظ بڑا جامع اور پر اثر ہوتا تھا۔

توحید الٰہی اور سنت نبویؐ کی اشاعت اور شرک و بدعت کی تردید میں آپ کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ ان کے وعظ و تبلیغ سے سوہدرہ کی ککے زئی برادری اور سوہدرہ کی نواحی بستی تلواڑہ نے مسلک اہلحدیث قبول کیا۔ اس سلسلہ میں ان کے والد بزرگوار مولانا غلام نبی الربانی کی خدمات بھی سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

مولانا عبدالحمید وعظ فرماتے تو وعظ سے پہلے عموماً یہ شعر پڑھتے۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

مولانا عبدالحمید مطالعہ کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ میں نے اپنے بزرگوں سے کئی بار سنا کہ ان کا سارا وقت کتب خانہ میں گزرتا تھا۔ تصنیف میں ان کی صرف ایک کتاب ہے۔

”عمدۃ الاحکام عن سید الانام“ از شیخ تقی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالغنی بن عبدالواحد بن سرور الجماعیلی (م ۶۱۰ھ) کا ترجمہ و شرح بنام ”عمدۃ الاحکام“

مولانا عبدالحمید نے ۷ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۱۲ء کو ۳۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی لکھتے ہیں۔

عمر بہت تھوڑی پائی تھی۔ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مرحوم ہو گئے۔ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۳۰ھ میں دنیا سے سدھار گئے۔ ۳۰ سال کو ابتدائے عمر کے طبعی مشاغل میں تقسیم کیجئے تو عملی زندگی کے ۵۔۶ سال سے زیادہ نہ آئیں گے۔ مہلت ملتی تو دنیا میں نام پیدا کرتے۔

حضرت وحشت کلکتوی نے آپ کا قطعہ تاریخ وفات لکھا۔

جہاں زماتم عبدالحمید گشتہ سیاہ
شکستہ شد کمر مولوی غلام نبی
زمانہ دیدہ کم و میگونہ صلح و تقویٰ را
ہمیشہ بودہ وش در رہ خدا طلبی
زمان زندگی او تمام وقف شدہ
بہ اطباع طریق پیمبر عربی
چہ خور ستم من تاریخ رحلتش وحشت
بگفتار ہاتف غیبی چراغ دین نبی

۱۳۳۰ھ

مولانا عبدالحمید مرحوم زہد و تقویٰ، پرہیز گاری، للٰہیت، کسر نفسی، اخلاص اور غریب پروری میں نمونہ تھے۔ بقول وحشت کلکتوی اپنے زمانہ کے مجدد تھے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے درس و تدریس میں شہرت حاصل کی، ان میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری اور مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سرفہرست تھے۔ ان دونوں علمائے کرام کی ساری زندگی درس و تدریس میں صرف ہوئی اور ان کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں۔

صاحب نزہۃ الخواطر نے حافظ وزیر آبادی کے حالات میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی کا یہ قول نقل کیا ہے۔

لا اعلم احدا فی تلامذۃ السید نذیر حسین المحدث اکثر تلامذۃ منہ قد ملاء بنجاب بتلامذۃ.

میں نے میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگردوں میں کسی کے شاگرد

ان سے زیادہ نہیں دیکھے۔ آپ نے پنجاب کو شاگردوں سے بھر دیا۔

حافظ عبدالمنان ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء موضع قرولی تحصیل پنڈ دادنخاں ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کی عمر میں مکفوف البصر ہو گئے۔ تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ جن اساتذہ کرام سے آپ نے مختلف علوم دینیہ میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا شیخ عبدالجبار ناگوریؒ

شیخ عبدالحق محدث بنارسیؒ

مولانا حکیم محمد احسن حاجی پوریؒ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ

مولانا شیخ عبداللہ غزنویؒ

مولانا شیخ عبداللہ غزنوی کی صحبت میں دو سال تک رہ کر ان سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ تکمیل تعلیم کے بعد بماںوالہ ضلع سیالکوٹ تشریف لائے اور وہاں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

۱۲۹۲ھ/ ۱۸۷۵ء میں وزیر آباد آ گئے اور وزیر آباد میں "دارالحدیث" کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی اور اپنے انتقال ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء تک درس وتدریس فرماتے رہے۔

آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا عبدالحمید سوہدروی

مولانا ثناء اللہ امرتسری

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

مولانا ابوالقاسم بنارسی

مولانا فقیر اللہ مدراسی

مولانا محمد علی لکھوی

مولانا عبدالعزیز قلعوی

مولانا حافظ محمد گوندلوی

مولانا محمد اسماعیل سلفی

مولانا حکیم عبدالرحمان خلیل نظام آبادی

حافظ صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، لغت اور نحو میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اسماء الرجال، جرح وتعدیل اور فنون حدیث پر بھی مکمل عبور تھا۔ آپ نے اپنی زندگی میں ۵۰ مرتبہ سے زیادہ صحاح ستہ کا درس دیا۔

حافظ صاحب نے ۱۶۔ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ/ ۱۶ جولائی ۱۹۱۶ء کو وزیر آباد میں وفات پائی۔ آپ کے سدھی مولانا غلام حسن سیالکوٹی نے نماز جنازہ پڑھائی اور اسلام آباد روڈ کے قریب قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے۔ مولانا ثناء اللہ مرحوم نے آپ کے انتقال پر فرمایا کہ آج زمانے کا امام بخاری انتقال کر گیا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ

مولانا عبدالمجید کا سن ولادت ۱۹۰۱ء/ ۱۳۱۹ھ ہے۔ دس سال کے تھے کہ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے۔ ان کی تعلیم وتربیت ان کے دادا مولانا غلام نبی الربانی نے کی۔ بعد ازاں مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

۲۰ سال کی عمر میں علوم متداولہ سے فراغت پائی اور واپس اپنے وطن سوہدرہ آ کر توحید و سنت کی اشاعت میں مشغول ہوئے اور اس سلسلہ میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنی پڑی کیونکہ آپ کے آباؤ اجداد نے اس سے قبل توحید وسنت کی زمین کو بہت زیادہ زرخیز کر دیا تھا۔ اس کی آبیاری میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی۔

تبلیغ کا ایک ذریعہ اخبار بھی ہے۔ چنانچہ آپ نے اشاعت اسلام، توحید وسنت کی ترقی وترویج اور شرک وبدعت کی تردید وتوبیخ کے لئے اخبار کو اپنا ذریعہ بنایا۔

مولانا عبدالمجید نے ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ میں ''مسلمان'' کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا۔ مسلمان کچھ عرصہ لاہور سے بھی شائع ہوتا رہا، اس لئے کہ مولانا سوہدروی کچھ عرصہ اچھرہ لاہور میں بھی مقیم رہے۔ بعد ازاں آپ واپس سوہدرہ آ گئے اور ''مسلمان'' بھی سوہدرہ سے شائع ہونے لگا۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا اخبار اہلحدیث بند ہو گیا جو ۱۹۰۳ء/

۱۳۲۰ھ میں جاری ہوا تھا اور ۱۹۴۷ء/ ۱۳۶۶ھ تک متواتر ۴۴ سال کتاب وسنت کی نشر و اشاعت، شرک وبدعت کی تردید اور ادیان باطلہ کا قلع قمع کرنے میں مصروف رہا۔

مولانا عبدالمجید نے ”جریدہ اہلحدیث“ کے نام سے شعبان ۱۳۶۸ھ مطابق جون ۱۹۴۹ء ہفت روزہ جاری کیا اور ہفت روزہ ”مسلمان“ ماہنامہ کی صورت میں شائع ہونے لگا۔

مولانا عبدالمجید ایک طبیب حاذق بھی تھے چنانچہ آپ نے ایک طبی رسالہ بنام ”طبی میگزین“ بھی جاری کیا۔

جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں بھی ان کی خدمات قابل قدر ہیں۔ ۱۹۲۰ء/ ۱۳۳۸ھ میں انجمن اہلحدیث قائم ہوئی۔ اس کے صدر مولانا عبدالقادر قصوری اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ منتخب ہوئے اور مجلس عاملہ کے ارکان مندرجہ ذیل علمائے کرام تھے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی
مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری
مولانا سید داؤد غزنوی
مولانا محمد اسماعیل سلفی
مولانا قاضی عبدالرحیم
مولانا محمد علی لکھوی
حکیم نورالدین فیصل آبادی

۸ سال بعد ۱۹۲۸ء/ ۱۳۴۷ھ میں انجمن اہلحدیث پنجاب کے انتخابات ہوئے تو قاضی محمد سلیمان پوری کو صدر اور مولانا عبدالمجید سوہدروی کو ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔

مولانا عبدالمجید ایک بلند پایہ خطیب اور مبلغ تھے۔ ان کی تقریر بڑی جامع ہوتی تھی۔ صحافی بھی تھے۔ ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے۔ شروع میں کانگریس میں شامل رہے اور بعد میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۵۳ء کی قادیانی تحریک میں اسیر زنداں ہوئے۔ ۶ ماہ کی سزا ہوئی لیکن ایک ماہ بعد رہا کر دیئے گئے۔ صحافتی دنیا سے ۳۸ سال تک تعلق رہا۔

دین اسلام کی نشر واشاعت کے لئے ”مسلمان کمپنی“ کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ مولانا قاضی محمد سلیمان کی تصانیف اور اپنی اسلامی وطبی کتب اس اشاعتی ادارہ سے

شائع کیں۔

تصانیف

مولانا عبدالمجید صحافی اور مبلغ و واعظ ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ مصنف بھی تھے۔

آپ کی تصانیف دو حصوں میں تقسیم ہیں۔

اسلامی کتب

طبی کتب

ان کی فہرست و تفصیل درج ذیل ہے۔

اسلامی کتب

۱۔ خلاصہ تفسیر المنار (سورۃ فاتحہ)

۲۔ تفسیر سورۃ فاتحہ

۳۔ حدیث کی پہلی تا چوتھی کتاب

۴۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۵۔ رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم

۶۔ سیرۃ الائمہ

۷۔ سیرۃ عائشہؓ

۸۔ سیرت امام ابوحنیفہؒ

۹۔ سیرت فاطمہؓ

۱۰۔ سیرت ثنائی (مولانا ثناء اللہ امرتسری کے حالات زندگی)

۱۱۔ دولت مند صحابہ

۱۲۔ نقوش آزاد (مولانا ابوالکلام آزاد کے حالات زندگی)

۱۳۔ انگریز اور وہابی

۱۴۔ سفرنامۂ حجاز

۱۵۔ انتخاب صحیحین

۱۶۔ داستان مرزا

۱۷۔ شرح اربعین نووی

۱۸۔ شرح اربعین ابراہیمی

۱۹۔ ہندو شعراء کا نعتیہ کلام

۲۰۔ مباحثہ گوشت خوری

۲۱۔ استاد پنجاب (حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے حالات)

۲۲۔ تحریک وہابیت

۲۳۔ خطبات ثنائی

طبی کتب

۱۔ بچوں کا حکیم

۲۔ جیبی حکیم

۳۔ عورتوں کا حکیم

۴۔ دیہاتی حکیم

۵۔ انمول حکیم

۶۔ دانتوں کا حکیم

۷۔ فوری حکیم

۸۔ مشرقی نسخے

۹۔ مغربی نسخے

۱۰۔ شاہی نسخے

۱۱۔ باہی نسخے

۱۲۔ الہامی نسخے

۱۳۔ شہوانی نسخے

۱۴۔ آسان نسخے
۱۵۔ لذیذ نسخے
۱۶۔ گھریلو نسخے
۱۷۔ خواص منڈی بوٹی
۱۸۔ خواص ارنڈ
۱۹۔ خواص بادیاں
۲۰۔ مجربات مکو
۲۱۔ مجربات نیلوفر بنفشہ
۲۲۔ مجربات فلفل دراز
۲۳۔ مجربات سیاہ پوش
۲۴۔ مجربات آب شیریں
۲۵۔ مجربات ترپھلا
۲۶۔ مجربات زنجبیل
۲۷۔ مجربات اجمل
۲۸۔ مجربات تلسی
۲۹۔ مجربات حکیم ارزانی
۳۰۔ مجربات حکیم ابوالفتح گیلانی
۳۱۔ پانچ ہزار مجربات (۳ جلد)
۳۲۔ پانچ سو جڑی بوٹیاں
۳۳۔ اکسیری مجربات
۳۴۔ اکسیری دوائیں

تعداد تصانیف

اسلامی کتب	۲۳

طبی کتب	۳۴
میزان	۵۷

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالمجید کی (۴) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

تفسیر سورۃ فاتحہ

یہ کتاب سورۃ الفاتحہ کی تفسیر ہے اور عمدہ علمی نکات پر مشتمل ہے۔

طبع اول ۱۹۲۳ء/ ۱۳۴۱ھ

داستان مرزا

بانی فرقہ مرزائیہ مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات زندگی، ان کے عقائد اور ان کے دعاوی مسیح موعود، مہدی اور نبی ہونے پر دلچسپ انداز میں تبصرہ۔

طبع اول ۱۹۲۷ء/ ۱۳۴۵ھ

رہبر کامل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر مولانا سوہدروی کی مقبول ترین کتاب ہے۔ اب تک اس کے ۱۶۔ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اس کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

طبع اول مئی ۱۹۴۷ء/ ۱۳۶۶ھ

سیرت ثنائی

یہ کتاب شیخ الاسلام، فاتح قادیان مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی اور سیاسی خدمات پر مشتمل ہے۔

طبع اول ۱۹۵۴ء/۱۳۷۳ھ

وفات

۱۹۵۹ء کے اوائل میں مولانا عبدالمجید ذیابیطس کے موذی مرض میں مبتلا ہوئے۔ علاج و معالجہ ہوتا رہا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ ۳ نومبر ۱۹۵۹ء کو بسلسلہ علاج لاہور تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے ۶ نومبر ۱۹۵۹ء/۴ جمادی الاولی ۱۳۷۹ھ کو انتقال کیا۔ نعش سوہدرہ لائی گئی۔ ان کی نماز جنازہ مولوی حافظ محمد یوسف (صاحبزادہ) نے پڑھائی اور اپنے دادا مولانا غلام نبی الربانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

> مولوی ابوالحمود ہدایت اللہ سوہدروی نے ان کے انتقال پر فرمایا۔
>
> مولانا عبدالمجید ایک بلند مرتبہ خطیب، مقرر اور واعظ تھے۔ ان کے وعظ و تبلیغ سے سوہدرہ اور اس کے گرد و نواح میں مسلک اہلحدیث کی خوب اشاعت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔
>
> پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے ان کے انتقال پر فرمایا۔
>
> مولانا عبدالمجید بڑے عمدہ واعظ اور مبلغ تھے۔ ملکی سیاست سے بھی دلچسپی رکھتے تھے اور طب اسلامی سے بھی ان کو شغف تھا اور کئی طبی کتابوں کے مصنف تھے۔ بڑے ملنسار، خوش اخلاق اور وضع دار تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے اور علیین میں جگہ دے۔

☆☆☆

(۲۶)

ابوسعید شرف الدین دہلویؒ

علمائے فحول میں سے تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نظر یکساں تھی۔ حدیث اور متعلقات حدیث پر ان کو عبور کامل تھا۔ (محمد عطاء اللہ حنیفؒ)

ابو سعید شرف الدین دہلویؒ

المتوفی ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء

علمائے اہلحدیث میں جن علمائے کرام نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں یکساں شہرت حاصل کی اور اہل علم وقلم سے ان ہر دو نوع میں خراج تحسین حاصل کیا، ان میں مولانا ابو سعید شرف الدین محدث دہلوی بھی شامل ہیں۔

مولانا کا اصل وطن گجرات تھا۔ والد کا نام چودھری امام دین تھا اور راجپوت اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا سن ولادت معلوم نہیں ہو سکا۔ ۶ سال کے تھے کہ ان کی والدہ نے رحلت فرمائی تو ان کی خالہ ان کو اپنے ساتھ شاہ پور ضلع سرگودھا لے گئیں۔ شاہ پور میں ہی ان کی تعلیم کا آغاز ہوا۔

آپ نے جن اساتذہ کرام سے جملہ علوم اسلامیہ میں تحصیل کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالحق محدث ملتانیؒ

مولوی سلطان محمود مرحوم

مولوی خلیل الرحمان مظفر گڑھیؒ

ان علمائے کرام سے استفادہ کے مولانا ابو سعید شرف الدین نے دہلی کا رخت سفر باندھا اور دہلی میں آپ نے جن علمائے کرام سے استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

حافظ عبداللہ بیگ

مولوی حکیم ابراہیم سنبھلی

ڈاکٹر حافظ نذیر احمد خاں دہلوی

حکیم عبدالرشید خاں

حکیم حافظ عبدالوہاب نابینا دہلوی

مولوی منفعت علی

مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ

شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی ؒ

علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی ؒ

تکمیل کے بعد مولوی عبدالغفور مرحوم سے شرف مصاہرت نصیب ہوا اور اس کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ موضع تاؤلی ضلع علی گڑھ سے شروع کیا۔

ان کے پہلے دو شاگرد خانصاحب مولانا محمد یونس کے دونوں صاحبزادگان عالی مقام مولوی محمد انس خاں اور مولوی محمد مونس خاں تھے۔ اس کے بعد دہلی واپس تشریف لائے اور مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں حدیث کی تدریس پر مامور ہوئے۔

ربیع الاول ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۱ء میں مسجد پل بنگش دہلی میں اپنا ایک مدرسہ بنام "مدرسہ سعیدیہ" قائم کیا اور یہ مدرسہ قیام پاکستان ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

قیام پاکستان کے بعد کراچی تشریف لائے اور کراچی میں بھی اپنے انتقال ۱۹۶۱ء تک درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ مولانا ابوسعید شرف الدین کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری۔ ان کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے، ان کا شمار ممکن نہیں۔ مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی ؒ

مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی ؒ

مولانا عبدالرحمان عتیق وزیر آبادی ؒ

مولانا ابوسعید شرف الدین کا شمار علمائے فحول میں ہوتا ہے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی مساوی نظر تھی۔ حدیث نبوی ؐ پر ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

تصانیف

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی غافل نہیں رہے۔ ان کی تمام تصانیف حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں۔ ان کی تصانیف کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ تخریج آیات الجامع الصحیح البخاری .... (عربی)

۲۔ شرح سنن ابن ماجہ .... (عربی)

۳۔ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ ...... (عربی) (نصف ثانی)

۴۔ نصب الدایۃ فی تخریج الہدایہ .... (عربی)

۵۔ دفع الوسواس عن حجیۃ الاجماع والقیاس

۶۔ برق اسلام

۷۔ خدا پرستی فی رد شخصیت پرستی

۸۔ کتاب الاکراہ

۹۔ کشف الحجاب عما فی البرہان العجاب

۱۰۔ تبویب وشرح مسند امام احمد بن حنبل .... (عربی)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کی (۲) مشہور تصانیف کا تعارف درج ذیل ہے۔

تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوۃ

تنقیح الرواۃ مولانا سید احمد حسن دہلوی کی تصنیف ہے۔ انہوں نے نصف اول لکھی اور نصف ثانی اپنی نگرانی میں مولانا ابوسعید شرف الدین سے لکھوائی اور طباعت کے لئے مطبع مجتبائی دہلی کے حوالہ کی گئی۔ مطبع مجتبائی کے مالکان نے اس کی طباعت میں تاخیر کر دی تا آنکہ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم ہوگئی اور مطبع مجتبائی کے مالکان دہلی سے کراچی مع ساز و سامان منتقل ہو گئے۔ ان کے سامان میں تنقیح الرواۃ کا مسودہ بھی تھا۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ مرحوم کے علم میں یہ بات تھی چنانچہ جب ان کو اس کی اطلاع ملی کہ مطبع مجتبائی دہلی کے مالکان دہلی سے کراچی مع ساز و سامان آگئے ہیں تو مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کراچی پہنچے اور مطبع مجتبائی کے مالکان سے زر کثیر خرچ کر کے تنقیح الرواۃ کا مسودہ حاصل کیا لیکن یہ مسودہ کرم خوردہ ہو چکا تھا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے سالہا سال محنت کر کے اس کو دوبارہ ایڈٹ کیا اور اشاعت کے قابل بنایا اور نصف ثانی کا ربع اول اور مشکوۃ

المصابیح کا ربع ثالث مولانا عطاء اللہ حنیف ؒ نے الدار الدعوۃ السّلفیہ کے زیر اہتمام شائع کیا۔ ربع رابع پر کام جاری تھا کہ مولانا عطاء اللہ حنیف پر فالج کا حملہ ہوا۔ تا آنکہ آپ نے ۳۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو انتقال کیا۔ ان کے انتقال کے بعد آپ کے دو لائق ترین تلامذہ حافظ صلاح الدین یوسف اور قاری نعیم الحق مرحوم نے اس کو ایڈٹ کیا اور الدار الدعوۃ السّلفیہ کے زیر اہتمام شائع کیا۔ اب یہ مکمل کتاب ۴ جلدوں میں الدار الدعوۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے دستیاب ہے۔

کشف الحجاب عمانی البرہان العجاب

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کے استاد علامہ محمد بشیر سہسوانی نے ’’البرہان الحجاب فی فریضۃ ام الکتاب‘‘ تصنیف کی جس میں دو مسئلوں کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ جیسے امام منفرد پر مطلق قراۃ فرض ہے ویسے ہی مقتدی پر۔

۲۔ امام منفرد اور مقتدی سب پر سورۃ فاتحہ فرض ہے۔

مولانا ابوسعید شرف الدین کی یہ کتاب البرہان الحجاب پر تعلیق کی حیثیت رکھتی ہے۔

’’البرہان الحجاب فی فریضۃ ام الکتاب‘‘ مطبع محمدی دہلی سے ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کے بعد مولانا علی محمد سعیدی مرحوم آف خانیوال نے شائع کی۔ مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی کی کتاب بھی مطبوع ہے۔

وفات

مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی نے ربیع اولال ۱۳۸۱ھ مطابق اگست ۱۹۶۱ء کراچی میں انتقال کیا۔

اللھم اغفرہ وارحمہ.

(۲۷)

حافظ عبداللہ روپڑیؒ

حافظ عبداللہ روپڑی علم و فضل میں حافظ عبداللہ غازی پوری کے ہم پلہ ہیں۔

(ابو سعید محمد حسین بٹالویؒ)

حافظ عبداللہ روپڑی جیسا ذی علم اور لائق استاد تمام ہندوستان میں کہیں نہیں ملے گا۔ ہندوستان میں ان کی نظیر نہیں۔

(ابو العلی عبدالرحمان مبارکپوریؒ)

حضرت العلام روپڑی فقہ الحدیث میں یک گونہ مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے۔ علوم قرآن اور علوم حدیث کے علاوہ فقہ و اصول فقہ، صرف و نحو، معانی و ادب، عقائد و کلام اور فنون حکمت، منطق و فلسفہ وغیرہ میں تدریساً و تحریراً ید طولیٰ حاصل تھا۔

(محمد عطاء اللہ حنیفؒ)

حافظ عبداللہ روپڑیؒ

۱۳۰۳ھ............۱۳۸۴ھ

۱۸۹۴ء............۱۹۶۴ء

مولانا حافظ عبداللہ روپڑیؒ کا شمار ان علمائے حدیث میں ہوتا ہے جو اپنے علم و فضل، ذوق تحقیق، قوت استحضار اور وسعت مطالعہ میں بے مثال تھے۔ حافظ صاحب مرحوم کو علوم قرآن و حدیث کے علاوہ فقہ، اصول فقہ، صرف ونحو، ادب و معانی، تاریخ و سیر، اسماء الرجال، عقائد و کلام، فلسفہ و منطق اور انشاء و تحریر میں یدطولیٰ حاصل تھا اور اس کے ساتھ فقہ الحدیث میں ان کو مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ مسائل کی تحقیق و تدقیق اور فتاویٰ میں ان کو یدطولیٰ حاصل تھا۔ ان کے فتاویٰ بڑے طویل ہوتے تھے اور فتاویٰ میں قرآن و حدیث کے علاوہ محدثین اور ائمہ کرام کے اقوال تک پیش کرتے تھے۔ ذوق عبادت اور اتباع سنت میں سلف صالحین کی تصویر کا مجسمہ تھے۔

حافظ صاحب ۱۳۰۳ھ/۱۸۹۴ء میں ضلع امرتسر کے قصبہ کیر پور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں روشن دین تھا۔ تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا۔ حفظ قرآن مجید میں آپ کے استاد مولوی عبداللہ تھے۔ حفظ قرآن مجید کے بعد حافظ صاحب نے جملہ علوم اسلامیہ کی تحصیل جن اساتذہ کرام سے کی، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر لکھوی

مولوی معصوم علی ہزاروی

مولوی محی الدین حنفی

مولوی عبدالصمد

مولانا سید عبدالاول غزنوی

مولانا سید عبدالجبار غزنوی

مولانا محمد امین پشاوری

مولوی فضل حق رام پوری

مولانا محمد اسحاق منطقی

شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

حافظ صاحب مرحوم خود لکھتے ہیں کہ

> میں نے تفسیر و حدیث اور فنون کی کتابیں امرتسر مدرسہ غزنویہ میں پڑھیں۔ فنون کی تکمیل باقی تھی، اس لئے میں عازم دہلی ہوا۔ میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی میرے دہلی پہنچنے سے (۸) سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ میں ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء کو دہلی پہنچا۔ ان کی وفات ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔ میں نے دہلی میں (۳) سال قیام کیا۔ ۱۹۱۳ء کے آخر میں یکا یک مولانا سید عبدالجبار غزنوی کی خبر وفات پہنچی۔ چونکہ شروع ہی سے میرے مربی تھے، تقریباً دس سال کی عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، سات آٹھ سال ان کے پاس گزارے، ظاہری و باطنی فیوض پائے۔ دینیات کی تکمیل کر کے سند لی۔ ان کی جدائی کا صدمہ میرے لئے خصوصیت سے ناقابل برداشت تھا۔ آخر رضا بالقضا کا مسئلہ دل کی ڈھارس بنا اور طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا۔ اس لئے طبیعت نے فیصلہ کیا کہ جلد واپس ہونا چاہیے۔ فنون کی کچھ کتابیں باقی تھیں۔ دہلی میں ان کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ سے ریاست رام پور چلا گیا۔ وہاں مدرسہ عالیہ (نواب صاحب) میں ایک سال تعلیم پائی اور درس نظامی کی دو ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۱۴ء میں فارغ ہو کر امرتسر آیا اور اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں روپڑ میں مقیم ہو گیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد حافظ عبداللہ صاحب نے ۱۹۱۵ء میں روپڑ ضلع انبالہ میں سکونت اختیار کی۔ وہاں آپ نے ”دارالحدیث“ کے نام سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ۱۹۳۸ء تک آپ اس مدرسہ میں تدریس فرماتے رہے۔ روپڑ کے

قیام کے دوران آپ نے ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ/ ۵ فروری ۱۹۳۳ء کو جاری کیا جو آپ کی یاد میں آج تک جاری ہے اور دین اسلام کی اشاعت، توحید الٰہی اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید و توبیخ میں مصروف ہے۔

پاکستان میں تنظیم اہلحدیث پہلے مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی کی زیر سرپرستی جاری رہا۔ آج کل مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی اور ان کے برادر اصغر حافظ عبدالوہاب روپڑی کی نگرانی میں اشاعت دین اسلام میں مصروف عمل ہے۔

۱۹۳۸ء میں حافظ عبداللہ روپڑ سے امرتسر منتقل ہو گئے اور روپڑ میں مدرسہ اور مسجد کا انتظام اپنے بھتیجے مولانا حافظ عبدالقادر کے سپرد کر دیا۔

جمعیۃ تنظیم اہلحدیث

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی تاسیس ہوئی۔ اس وقت حافظ صاحب کی عمر ۱۵،۱۶ سال تھی اور آپ اس وقت طالب علم تھے، اس لئے کانفرنس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ۱۹۲۰ء میں انجمن اہلحدیث پنجاب قائم ہوئی۔ اس وقت حافظ صاحب ۲۳،۲۴ سال کے تھے۔ انجمن اہلحدیث پنجاب سے بھی کوئی تعلق نہ تھا۔ بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی قیام پاکستان ۱۹۴۷ء تک کانفرنس کے کسی اجلاس میں بھی شرکت نہ کی۔

۱۹۳۱ء جمعیۃ تنظیم اہلحدیث متحدہ پنجاب کے نام سے حافظ روپڑی صاحب کی مساعی سے قائم ہوئی۔ اس جمعیت کا امیر مولانا سید محمد شریف گھڑیالوی اور ناظم اعلیٰ مولانا قاضی عبدالرحیم (گوجرانوالہ) کو بنایا گیا اور اس کا دفتر گوجرانوالہ میں قائم کیا گیا اور ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث روپڑ کو اس کا ترجمان بنا دیا گیا۔

اس تنظیم نے سب سے پہلے گوجرانوالہ میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ اس مدرسہ میں شروع میں دو اساتذہ کی تقرری ہوئی اور وہ تھے مولانا عبداللہ بھوجیانی اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہم اللہ اجمعین۔ لیکن یہ مدرسہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

دارالحدیث رحمانیہ دہلی

دارالحدیث رحمانیہ دہلی شیخ عطاء الرحمان رئیس دہلی نے قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ اپنے وقت میں اہلحدیث کی یونیورسٹی تھی۔ شیخ عطاء الرحمان مرحوم حافظ عبداللہ روپڑی کے علم وفضل کے معترف تھے۔ اس لئے انہوں نے حافظ صاحب کو دارالحدیث رحمانیہ کا تاحیات ممتحن مقرر کیا چنانچہ حافظ صاحب ۱۹۴۷ء تک دارالحدیث رحمانیہ کے ممتحن رہے۔

تلامذہ

حافظ صاحب روپڑ، امرتسر اور لاہور میں درس وتدریس فرماتے رہے۔ بے شمار طلباء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی
مولانا حافظ محمد حسین روپڑی
مولانا حافظ اسماعیل روپڑی
مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی
مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز (سرگودھا)
مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی
مولانا حکیم محمد اشرف سندھو
مولانا حافظ عبدالرحمان مدنی
مولانا سید بدیع الدین شاہ راشدی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
مولانا عبدالسلام کیلانی

پاکستان

۱۹۴۷ء میں حافظ عبداللہ روپڑی امرتسر سے لاہور تشریف لائے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور میں رہائش اختیار کی اور چوک دالگراں میں ''جامع القدس اہلحدیث'' کے نام سے ایک مسجد تعمیر کی

اور اس کے ساتھ "جامعہ اہلحدیث" کے نام سے ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی اور یہ مدرسہ آج تک جاری ہے اور دین اسلام کی خدمت میں مشغول ہے۔ مولانا حافظ عبدالغفار صاحب روپڑی شیخ الحدیث اور ناظم ہیں۔

مولانا حافظ عبداللہ روپڑی ایک جلیل القدر عالم دین تھے۔ ان کے تبحر علمی اور صاحب کمال ہونے کا اعتراف اجلہ علمائے کرام نے کیا ہے۔

تصانیف

حافظ صاحب جہاں ایک بلند پایہ مدرس، محقق، مفتی تھے، وہاں آپ ایک عمدہ مصنف بھی تھے۔

آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ درایت تفسیری
۲۔ تفسیر القران الکریم
۳۔ حواشی مشکوٰۃ المصابیح (عربی)
۴۔ ترجمہ وتشریح مشکوٰۃ المصابیح
۵۔ ارسال الیدین بعد الرکوع
۶۔ اطفاء الشمعہ فی ظہر الجمعہ (۳ جلد)
۷۔ لاؤڈ سپیکر اور نماز
۸۔ ارشاد الوریٰ فی جمعۃ القریٰ
۹۔ ریڈیو اور رویت ہلال
۱۰۔ حج مسنون
۱۱۔ شرعی نظام
۱۲۔ بکرا دیوی
۱۳۔ اسلامی داڑھی
۱۴۔ بیمہ کی زندگی

۱۵۔ انسانی زندگی کا مقصد
۱۶۔ مودودیت اور احادیث نبویہؐ
۱۷۔ کلمۂ توحید
۱۸۔ عرس اور گیارہویں
۱۹۔ وسیلہ بزرگان
۲۰۔ نور محمدؐ کی پیدائش
۲۱۔ حکومت اور علمائے ربانی
۲۲۔ المرشد والامام
۲۳۔ اہلحدیث کے امتیازی مسائل
۲۴۔ تکبیرات عیدین
۲۵۔ تعلیم الصلوٰۃ (۲ جلد)
۲۶۔ رسالہ نیت نماز
۲۷۔ وتروں کی تعداد اور کیفیت
۲۸۔ تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح
۲۹۔ الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب (عربی)
۳۰۔ احسن الکلام
۳۱۔ نکاح شغار
۳۲۔ لڑکی شادی کیوں کرتی ہے؟
۳۳۔ نکاح اور نسوانیت
۳۴۔ رسالہ طلاق ثلاثہ
۳۵۔ وراثت اسلامی
۳۶۔ زیارت قبر نبویؐ
۳۷۔ بدعات مروجہ کی تردید
۳۸۔ توحید الرحمان بجواب استمداد عباد الرحمان

۳۹۔ تقلید علمائے دیوبند

۴۰۔ اہل سنت کے امتیازی مسائل

۴۱۔ مسئلہ شرکیہ پر دم جھاڑ کی بحث

۴۲۔ امامت مشرک

۴۳۔ رسالہ امارت

۴۴۔ نبیؐ معصوم

۴۵۔ مرزائیت اور اسلام

۴۶۔ اہلحدیث کی تعریف (۲ جلد)

۴۷۔ اہل سنت کی تعریف

۴۸۔ طیور ابراہیمی

۴۹۔ آمین و رفع الیدین

۵۰۔ سماع موتی

۵۱۔ رفع الابہام فی جواب دلیل التام

۵۲۔ ٹھیٹھ اسلام

۵۳۔ دعا بحرمت انبیاء

۵۴۔ پردہ نساء، ماتک، داڑھی اور ختنہ کی فلاسفی

۵۵۔ فتاویٰ اہلحدیث (۲ جلد)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

حافظ صاحب کی (۱۱) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب

یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور مولانا سید انور شاہ کشمیری (دیوبندی) کی کتاب "فصل الخطاب" کا جواب ہے۔ مولانا کشمیری نے اپنی کتاب میں حدیث "لاصلوٰۃ لمن لم یقراء

بفاتحة الکتاب" کی تاویل کی ہے۔

یہ کتاب امرتسر سے ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔

تحقیق التراویح فی جواب تنویر المصابیح

یہ کتاب "تنویر المصابیح" مولفہ ابوالناصر زبیدی کا جواب ہے۔ زبیدی صاحب نے اپنی کتاب میں (۲۰) رکعت تراویح کے ثبوت میں ۳۴ دلائل دیئے تھے۔ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی نے ان ۳۴ دلائل کا ۳۴ دلائل سے رد کیا ہے اور (۸) رکعات تراویح کا ثبوت احادیث صحیحہ مرفوعہ سے دیا ہے۔ (طبع امرتسر سن اشاعت ندارد)

اطفاء الشمعه فی ظهر الجمعه

یہ کتاب (۲) جلد میں ہے اور مولوی احمد علی پروفیسر عربی لاہور کی کتاب "نور الشمع فی ظہر الجمعہ" کا جواب ہے۔ اس کی پہلی جلد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت "لا جمعہ ولا تشریق" پر بحث ہے اور دوسری جلد میں شرائط جمعہ پر بحث کرتے ہوئے ظہر احتیاطی کو ناجائز بتایا ہے۔

طبع امرتسر ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۳ء

طلاق ثلاثه

اس رسالہ میں ایک مجلس میں تین طلاق پر بحث کی ہے اور حنفیہ کے دلائل کا رد کیا ہے اور اس کے ساتھ ایک مجلس میں تین طلاق کا ایک ہونے کا قرآن و حدیث سے ثبوت فراہم کیا ہے۔

طبع امرتسر ۱۹۳۳ء/ ۱۳۵۲ھ

اہلحدیث کے امتیازی مسائل

یہ کتاب مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب "الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد" کا جواب

ہے۔ اس میں تقلید شخصی کا رد کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کتاب میں ظہر کی نماز کا وقت ایک مثل، فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر اور (۸) رکعات تراویح پر پوری تحقیق سے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بحث کی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۲۶ء/ ۱۳۴۵ء میں امرتسر سے شائع ہوئی۔

تقلید علمائے دیوبند

اس کتاب میں علمائے دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمود الحسن، مولانا مرتضیٰ حسن اور مولانا مفتی محمد شفیع وغیرہ کی تحریرات جو انہوں نے تقلید شخصی کی تائید میں لکھیں، ان کا جواب دیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۳۳ء/ ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوئی۔

حج مسنون

اس کتاب میں حج کے مسائل، اہمیت، حج کرنے کا طریقہ اور دوران حج دعائیں، تاریخی مقامات کی کتاب و سنت کی روشنی میں کیفیت بیان کی ہے اور اس کے ساتھ عمرہ کے مسائل بھی بیان کئے ہیں۔

طبع لاہور ۱۹۵۰ء/ ۱۳۷۵ھ

مودودیت اور احادیث نبویہ

اس رسالہ میں مولانا سید مودودی کے نظریہ حدیث پر بحث کی ہے اور حدیث سے متعلق ان کے شبہات کا جواب دیا ہے۔

طبع کراچی ۱۹۵۵ء/ ۱۳۷۵ھ

تکبیرات عیدین

اس رسالہ میں عیدین کی نماز میں رفع الیدین اور تکبیرات کے درمیان کوئی دعا یا ذکر

وغیرہ کرنے پر کتاب و سنت کی روشنی میں بحث کی ہے۔

طبع لاہور ۱۹۶۳ء/۱۳۸۳ھ

فتاویٰ اہلحدیث

مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی ایک بلند پایہ مفتی اور مجتہد العصر تھے اور اپنے علم و فضل کے اعتبار سے بلند مقام و مرتبہ کے حامل تھے۔ مسائل کی تحقیق اور فتاویٰ میں حضرت العلام روپڑی عدیم المثال تھے۔ تنظیم اہلحدیث روپڑ میں آپ کے فتاویٰ شائع ہوتے تھے۔ آپ کے تلمیذ رشید مولانا محمد صدیق بن عبدالعزیز (سرگودھا) نے آپ کے فتاویٰ بڑی محنت اور عرق ریزی سے تنظیم اہلحدیث سے جمع کر کے ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا سے شائع کیے۔

توحید الرحمان

یہ کتاب ایک بریلوی مصنف کے رسالہ ''استمداد از عباد الرحمان'' کا جواب ہے۔ ''استمداد از عباد الرحمان'' شرک کی ترویج اور توحید کی تردید پر مبنی تھا۔ حضرت العلام روپڑی نے اس کا جواب ''توحید الرحمان'' کے نام سے دیا۔

یہ کتاب محدث روپڑی نے مکمل کر لی تھی لیکن اس کی اشاعت سے پہلے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اب یہ کتاب مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی نے اپنے اشاعتی ادارہ محدث روپڑی اکیڈمی لاہور سے شائع کی ہے۔

طبع اول لاہور ۲۰۰۱ء/۱۴۲۲ھ

وفات

حضرت العلام حافظ عبداللہ روپڑی نے ۲۰ اگست ۱۹۶۴ء/ مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ کو انتقال کیا۔ اللھم اغفرہ و ارحمہ۔

☆☆☆

(۲۸)

نذیر احمد رحمانیؒ

دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ سات سال دارالحدیث میں تعلیم حاصل کی اور ہر جماعت میں اول آئے۔

علم و فضل کے اعتبار سے ایک عظیم عالم دین تھے۔ تحریر و تقریر میں بلا کی اثر انگیزی تھی۔ ان کی مشہور تصنیف ''اہلحدیث اور سیاست'' ہے۔

(آزاد رحمانی)

نذیر احمد رحمانیؒ

۱۳۲۳ھ..........۱۳۸۵ھ

۱۹۰۶ء..........۱۹۶۵ء

مولانا نذیر احمد رحمانی کا شمار علمائے فحول میں ہوتا ہے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی یکساں نظر تھی۔ ان کی ساری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی۔ ان کی علمی ودینی، قومی اور ملی اور تدریسی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا نذیر احمد ضلع اعظم گڑھ کے شہر املو میں ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق عراقی خاندان سے تھا۔ ان کے دادا شیخ جعفر علی زمیندار تھے اوران کے والد شیخ عبدالشکور عراقی بھی زمینداری کرتے تھے۔

مولانا نذیر احمد نے ابتدائی تعلیم مبارک پور میں حاصل کی۔ اس کے بعد ''مدرسۃ الاصلاح'' سرائے میر میں داخلہ لیا لیکن زیادہ عرصہ اس مدرسہ میں نہ ٹھہر سکے اور مدرسہ فیض عام مئو چلے گئے۔ اس مدرسہ میں آپ نے مولانا محمد احمد مرحوم سے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

شوال ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء دہلی کے رئیس شیخ عطاء الرحمان مرحوم نے ''دارالحدیث رحمانیہ'' کے نام سے دہلی میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور یہ مدرسہ شیخ عطاء الرحمان نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تحریک پر قائم کیا۔

دارالحدیث رحمانیہ کے قیام کے وقت مولانا نذیر احمد کی عمر ۱۵۔۱۶ سال تھی۔ آپ دارالحدیث رحمانیہ میں داخل ہو گئے اور سات سال تک اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ (۱۳۳۹ھ تا ۱۳۴۶ھ)۔ مولانا نذیر احمد رحمانی خود رقمطراز ہیں۔

> مدرسہ رحمانیہ دہلی کا افتتاح ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں ہوا اور اسی سال تقریباً دو مہینے بعد ذی الحجہ میں مدرسہ میں بغرض تعلیم داخل ہوگیا۔ ابتداء سے انتہا تک اپنی

دینی تعلیم کا بیشتر حصہ یہیں تکمیل کرنے کے بعد شعبان ۱۳۴۶ھ/ جنوری ۱۹۲۸ء میں، میں نے مدرسہ سے سند فراغت حاصل کی اور پھر اسی سال مدرس کی حیثیت سے مدرسہ کی خدمت پر مامور ہو گیا اور اب تک بحمد اللہ اسی درجے پر فائز ہوں۔ اس ۱۸ سالہ زندگی میں ایک آدھ سال مدرسہ سے غیر حاضر رہا ورنہ اکثر حصہ اسی گلشن علم کی بلبلوں، باغ حکمت کے پھولوں اور ریاض ملت کی کیاریوں میں گزارا ہے۔

(ماہنامہ محدث دہلی جولائی ۱۹۳۹ء/ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ)

دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں مولانا نذیر احمد رحمانی نے جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم و فنون میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی

۲۔ مولانا عبدالرحمان نگرنہسوی

دارالحدیث رحمانیہ سے بے شمار جلیل القدر علمائے کرام فارغ التحصیل ہوئے لیکن دو نامور اور جید عالم دین ایک سال کے وقفہ کے بعد اس مدرسہ سے فارغ ہوئے یعنی شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۰ء میں فارغ ہوئے اور مولانا نذیر احمد رحمانی دہلوی ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۱ء میں فارغ ہوئے۔

مولانا نذیر احمد نے مسند تدریس سنبھالی تو بے شمار علماء آپ سے مستفیض ہوئے۔ مولانا عبیداللہ رحمانی نے تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا تو ”مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح“ لکھی۔

مولانا نذیر احمد رحمانی جب دارالحدیث رحمانیہ سے فارغ ہو کر اپنے وطن املو تشریف لے گئے تو ان کے والد شیخ عبدالشکور عراقی نے ایک جلسہ وعظ و تبلیغ منعقد کیا۔ اس جلسہ میں جن جلیل القدر علمائے کرام کو مدعو کیا گیا اور وہ تشریف لے گئے، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوریؒ

مولانا عبدالغفور جے راج پوریؒ

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں ۲۳ سال کی عمر میں مدرس مقرر ہوئے۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں معقولات وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ صرف واجبی تعلیم دی جاتی تھی۔

شیخ عطاء الرحمان مالک و مہتمم نے محسوس کیا کہ دارالحدیث رحمانیہ میں معقولات کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہونا چاہئے۔ چنانچہ شیخ صاحب نے مولانا نذیر احمد کو معقولات اور علم ریاضی کی تحصیل کے لئے مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل مولانا فضل حق کے پاس بھیجا لیکن رام پور میں بھی ریاضی کی تعلیم کا کوئی سلسلہ نہ تھا تو مولانا نذیر احمد بدایوں چلے گئے۔ بدایوں میں مولانا عبدالسلام مرحوم اس فن میں فرد یگانہ تھے۔ مولانا نذیر احمد نے ان سے معقولات اور ریاضی کی کتابیں پڑھیں اور سند فراغ حاصل کی اور اس کے بعد واپس دارالحدیث رحمانیہ دہلی تشریف لائے اور تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور اکتوبر ۱۹۴۷ء تک دارالحدیث رحمانیہ قائم رہا اور مولانا نذیر احمد برابر اس سے وابستہ رہے۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں دارالحدیث رحمانیہ تقسیم ملک کی وجہ سے ختم ہو گیا اور مولانا نذیر احمد اپنے وطن املو چلے گئے اور اپنے وطن میں کچھ عرصہ قیام کے بعد جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں تدریس پر مامور ہوئے۔ آپ اپنے فرائض منصبی بڑی خوش اسلوبی سے انجام دے رہے تھے کہ کسی دشمن کی غلط اطلاع پر حکومت بھارت نے آپ کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا کہ آپ پاکستانی ہیں۔ کسٹوڈین کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا اور بڑی مشکل سے مولانا نذیر احمد اس مقدمہ سے بری قرار دیئے گئے۔

نومبر ۱۹۴۷ء سے نومبر ۱۹۴۸ء تک اپنے وطن املو میں قیام پذیر رہے۔

دسمبر ۱۹۴۸ء تا دسمبر ۱۹۴۹ء تک دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں تدریس فرمائی۔

جنوری ۱۹۵۰ء تا مئی ۱۹۶۵ء جامعہ رحمانیہ بنارس سے متعلق رہے اور اس مدرسہ میں ۱۶ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

درس و تدریس کے ساتھ مختلف دینی رسائل میں مضامین کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

ماہنامہ محدث جو دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا آرگن تھا اور جو محرم ۱۳۵۳ھ/ مئی ۱۹۳۴ء تا ستمبر ۱۹۳۷ء تک شائع ہوتا رہا، اس کے مدیر رہے۔

جب مدرسہ احمدیہ سلفیہ میں مدرس تھے تو مدرسہ کے آرگن ہفت روزہ الہدیٰ دربھنگہ کے

بھی مدیر رہے۔ آپ کے دینی و علمی، مذہبی و تاریخی، تحقیقی و تنقیدی، ادبی و سیاسی مقالات اہلحدیث امرتسر، اخبار محمدی دہلی، اہلحدیث گزٹ دہلی، محدث دہلی، الہدیٰ دربھنگہ، زندگی رامپور، اخبار مدینہ بجنور، مصباح شہتاں انصاف الہ آباد، اہلحدیث دہلی، ترجمان دہلی اور الاعتصام لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

تصانیف

مولانا نذیر احمد رحمانی ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ انوار المصابیح بجواب رکعات التراویح
۲۔ رد عقائد بدعیہ (جلد اول)
۳۔ اہلحدیث اور سیاست
۴۔ چمن اسلام (۴ جلد)
۵۔ جواب تنقید

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا نذیر احمد رحمانی کی (۳) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

انوار المصابیح بجواب رکعات التراویح

یہ کتاب مولوی حبیب الرحمان اعظمی (دیوبندی) کے رسالہ ''رکعات التراویح'' کا جواب ہے۔ اس میں دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح کی ۸ رکعتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور اس کے ساتھ مخالفین کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۷۸ھ/ ۱۹۵۸ء میں دربھنگہ سے شائع ہوئی۔

رد عقائد بدعیہ

اس کتاب میں قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں قبوری شریعت کے عقائد کی تردید کی گئی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۳ء/۱۳۷۳ھ میں بنارس سے شائع ہوئی۔

اہلحدیث اور سیاست

یہ کتاب برصغیر میں حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی کی تحریک تجدید دین اور ان کے بعد اس تحریک کو زندہ رکھنے والے اور میدان سیاست میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے مشہور اہلحدیث علماء کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں جن جلیل القدر علماء کی تجدیدی و اصلاحی اور سیاسی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا سید احمد حسن عرشی، مولانا نواب صدیق حسن خان، مولانا خرم علی بلہوری، حکیم مومن خاں مومن، مولانا ولایت علی عظیم آبادی وغیرہ اور اس کے ساتھ علمائے تقلید کی طرف سے حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی پر جو طعن و تشنیع کی گئی، اس کا مدلل جواب دیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ میں جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہوئی۔

وفات

مولانا نذیر احمد رحمانی نے سرطان کی بیماری سے اپنے وطن املو میں ۳۰ مئی ۱۹۶۵ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۸۵ھ انتقال کیا۔

اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواۃ الجنۃ الفردوس؛

☆☆☆

(۲۹)

ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ

جن علمائے کرام کے علم وفضل سے میں متاثر ہوا، ان میں پہلا نمبر مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی مرحوم کا ہے۔ (امین احسن اصلاحی)

وسیع المطالعہ اور وسیع المعلومات تھے اور چوٹی کے علمی و ادبی رسائل ان کے مطالعہ میں آتے تھے۔ بڑی خوبیوں کے مالک انسان تھے۔

(عنایت اللہ نسیم)

ابو یحییٰ امام خاں نوشہرویؒ

المتوفی=۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی جماعت اہلحدیث کے ممتاز اہل قلم، ادیب، مورخ، محقق، مصنف، نقاد، صحافی، دانشور، مبصر، شاعر اور نثر نگار تھے۔ عربی و فارسی پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ ان کے دینی و مذہبی، علمی و تحقیقی، تاریخی و ادبی، تنقیدی اور تحقیقی مقالات، اہلحدیث امرتسر، اہلحدیث گزٹ دہلی، اخبار محمدی دہلی، محدث دہلی، معارف اعظم گڑھ، برہان دہلی، زمانہ لکھنو، اردوئے معلیٰ علی گڑھ، سہ ماہی اردو حیدر آباد دکن، ریاض توحید دہلی، توحید امرتسر، تنظیم اہلحدیث روپڑ اور قیام پاکستان کے بعد ہفت روزہ الاعتصام لاہور، رحیق لاہور، ثقافت لاہور، الرحیم حیدر آباد سندھ، ادبی دنیا لاہور، روزنامہ زمیندار لاہور اور روزنامہ امروز لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

ان کے مطالعہ کا ذوق بہت عمدہ تھا۔ بلند مرتبہ علمی اور تحقیقی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ اردو ادب سے خاص لگاؤ تھا اور شعر و سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ خود بھی شعر کہتے اور ”امام“ تخلص کرتے تھے۔ ان کی غزلیں زیادہ تر مولانا حسرت موہانی کے ”اردوئے معلیٰ“ میں شائع ہوتی تھیں۔ قیام پاکستان کے بعد مولانا صلاح الدین احمد کے ماہنامہ ”ادبی دنیا“ لاہور میں ان کی غزلیں شائع ہوتی تھیں۔

مولوی امام خاں نوشہروی کا اصل نام عبدالغنی تھا۔ والد کا نام محمد بخش تھا۔ ان کے دادا ملک کالے خاں قصبہ نوشہرہ سے ہجرت کر کے سوہدرہ میں آباد ہو گئے تھے۔ نوشہرہ دریائے چناب کے کنارے آباد تھا۔ اب یہ قصبہ صفحۂ ہستی سے مٹ گیا ہے۔ مولوی امام خاں کی پیدائش نوشہرہ کی ہے۔ سن ولادت معلوم نہیں ہو سکا۔

مولوی امام خاں کمسن ہی تھے کہ ان کے والد ملک محمد بخش نے انتقال کیا۔ ان کا ابتدائی زمانہ مفلسی میں گزرا۔ جب ہوش سنبھالا تو تعلیم کا آغاز کیا۔ فارسی کی تعلیم پنڈت دینا ناتھ سے

حاصل کی۔ دینی تعلیم مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی اور ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالحمید سوہدروی سے حاصل کی۔ مولانا عمرالدین وزیر آبادی سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے بعد امرتسر جا کر مدرسہ غزنویہ (تقویۃ الاسلام) میں مولانا ابواسحاق نیک محمد اور مولانا محمد حسین ہزاروی سے بھی اکتساب فیض کیا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں کہ

> ملک امام خاں امرتسر میں مدرسہ غزنویہ میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ اور مدارس سے بھی استفادہ فرماتے رہے۔ ۱۹۱۹ء کے بعد امرتسر سے آ گئے۔ ان دنوں کانگریس کا بہت زور تھا۔ ملک صاحب کے خیالات بھی اسی قسم کے تھے۔ اساتذہ سے استفادہ بھی فرماتے۔ قومی مجالس میں آتے جاتے تھے۔ ان کا سیاسی ذوق اپنے اکثر رفقاء سے بہتر تھا۔ عمر کے لحاظ سے وہ بہت معاملہ فہم تھے۔
>
> ملک صاحب کے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سے دیرینہ تعلقات تھے۔ میرا مولانا امرتسری سے تعارف انہی کی وساطت سے ہوا۔ ملک صاحب اور بعض دوسرے طلباء مدرسہ غزنویہ میں مولانا ثناء اللہ مرحوم سے ملتے تھے۔ مولانا احمد علی مرحوم جو مدرسہ غزنویہ کے مہتمم تھے، نے مولانا ثناء اللہ صاحب سے ملنے کی پاداش میں طلباء کو مدرسہ سے نکال دیا۔ ان میں ملک صاحب بھی شامل تھے۔

فراغت تعلیم کے بعد مولوی امام خاں بسلسلہ کاروبار برصغیر کے مختلف شہروں میں مقیم رہے۔ کاروبار کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

۱۹۲۵ء میں مولوی صاحب نے سوہدرہ سے ''ماہنامہ افغان ککے زئی'' جاری کیا۔ مولوی امام خاں اس کے مدیر اعلیٰ تھے اور اس کے نائب مدیران مولوی ہدایت اللہ سوہدروی مؤلف تاریخ ککے زئی اور ملک محمد عبداللہ بی اے سابق ہیڈ ماسٹر عطاء محمد اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ تھے۔ ماہنامہ افغان ککے زئی کچھ مدت علی گڑھ سے بھی شائع ہوتا رہا۔

مولوی امام خاں کا شمار برصغیر کے ممتاز اہل قلم میں ہوتا تھا۔ مولانا حسرت موہانی مرحوم نے ایک دفعہ اپنے رسالہ ''اردوئے معلیٰ'' میں برصغیر (پاک وہند) کے نامور اہل قلم کی فہرست شائع کی تھی۔ ان میں مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی کا نام بھی شامل تھا۔

مولوی امام خاں کے برصغیر کے ممتاز علمائے کرام، مشاہیر اسلام، سیاسی اکابرین اور علمی وادبی شخصیات سے تعلقات تھے جن میں چند ایک یہ تھے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری
حافظ حمید اللہ دہلوی
مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی
مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی
مولانا محمد اسماعیل سلفی
مولانا حسرت موہانی
مولانا سید سلیمان ندوی
سید رئیس احمد جعفری
مولانا غلام رسول مہر

مولانا محمد بن ابراہیم جونا گڑھی
شیخ عطاء الرحمان بانی دارالحدیث رحمانیہ دہلی
مولانا ابوالقاسم بنارسی
مولانا سید داؤد غزنوی
مولانا محمد حنیف ندوی
مولانا ظفر علی خاں
مولانا عطاء اللہ حنیف
مولانا صلاح الدین احمد
مولانا عبدالمجید سالک

اور سوہدرہ میں آپ کے زیادہ مراسم اور تعلقات جن اصحاب سے تھے، ان کے نام یہ ہیں۔

ملک کرامت اللہ انور
ملک محمد عبداللہ بی اے
مولوی ہدایت اللہ سوہدروی
ملک نواب خاں نوشہروی
حکیم عنایت اللہ نسیم

حکیم عبداللہ خاں نصر
مولوی مراد علی کھوروی
مولوی سید رفیع الدین شاہ بخاری
ملک عبدالغنی ولد ملک تاج الدین

تصانیف

مولوی امام خاں نوشہروی بلند مرتبہ مصنف تھے۔ عربی اور فارسی سے ترجمہ کرنے میں ان کو کافی مہارت حاصل تھی۔ ان کی تصانیف میں بعض عربی و فارسی کتابوں کے تراجم بھی ہیں۔

آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں۔

تراجم

۱۔ فتنہ خلق قرآن .... (ترجمہ کتاب الحیدہ)

۲۔ فقر و تصوف .... (فتویٰ صوفیہ ابن تیمیہ)

۳۔ فقہ عمرؓ .... (رسالہ مذہب در فاروق اعظم شاہ ولی اللہ)

۴۔ حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم .... (محمد حسین ہیکل مصری)

۵۔ افکار ابن قیم در فقہ و اصول فقہ ... (تلخیص اعلام الموقعین)

۶۔ افکار ابن قیم در سیاست شرعیہ .... (الطرق الحکمیہ)

۷۔ ترجمہ بدایۃ المجتہد ابن رشد

۸۔ ترجمہ نزہۃ الخواطر .... (سید عبدالحی الحسنی) جلد ۱ تا ۴

۹۔ سیاسی وثیقہ جات .... (الوثائق السیاسۃ ڈاکٹر حمید اللہ حیدر آبادی)

تصانیف

۱۰۔ دربار مامون کے فیصلے

۱۱۔ ہندوستان میں علم حدیث

۱۲۔ ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات

۱۳۔ تراجم علمائے حدیث ہند (۲ جلد)

۱۴۔ قرآنی دستور حیات

۱۵۔ زندگی کے نمونے

۱۶۔ حرف آخر

۱۷۔ مکالمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۸۔ چہ خوش گفت

۱۹۔ دستور المجاہدین

۲۰۔ حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے

۲۱۔ مکالمات صحابہؓ

۲۲۔ نقوش ابوالوفا (۲ جلد)

۲۳۔ تذکرہ مصنفین گوجرانوالہ

۲۴۔ سخنوران ہند

۲۵۔ اہلحدیثوں کے دس مسئلے

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولوی امام خاں نوشہروی کی (۴) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات

یہ مقالہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی (۵۰) سال جوبلی پر ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء بمقام دہلی پڑھا گیا۔ (طبع دہلی جید برقی پریس ۱۹۳۷ء)

تراجم علمائے حدیث ہند

اس کتاب میں خاندان ولی اللہی دہلوی اور ان کے علاوہ علمائے دہلی، بنارس، سہسوان، قنوج، اعظم گڑھ، لکھنؤ اور غازی پور کے حالات زندگی اور تصانیف کا تذکرہ ہے۔ اس کا مقدمہ علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

مکالمات نبویؐ

اس کتاب میں صلح حدیبیہ کو مکالمے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۶ء/ ۱۳۷۶ھ میں شائع ہوئی۔

حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریئے

اس کتاب میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی اور ان کے

دور خلافت کے بے شمار واقعات کو مختلف عنوانات کے تحت قلمبند کیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۹ء/ ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوئی۔

وفات

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے ۲۶ جنوری ۱۹۶۶ء/ ۱۳۸۶ھ سوہدرہ میں انتقال کیا۔ مولانا علم الدین مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے استاد مولانا غلام نبی الربانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

اناللّٰہ و انا الیہ راجعون.

حکیم عنایت اللہ نسیم کے تاثرات

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم اکثر مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی امام خاں نوشہروی بلند پایہ محقق اور ادیب تھے۔ وسیع المطالعہ اور وسیع المعلومات تھے۔ ان کے پاس برصغیر کے چوٹی کے علمی وادبی رسائل آتے تھے جن کے مطالعہ کے بعد وہ ان کی خوبصورت جلدیں خود بناتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا سید سلیمان ندوی سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان کی دینی وعلمی اور سیاسی خدمات کے معترف تھے۔ مجھے ہمیشہ یہ تلقین کرتے رہتے تھے کہ عمدہ اور بلند پایہ تحقیقی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو۔ شعر وسخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

☆☆☆

(۳۰)

ہدایت اللہ سوہدرویؒ

ادیان باطلہ کی تردید میں ان کے مقالات بڑی دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے اور ان کے یہ مقالات بڑے جامع، مدلل اور معلوماتی ہوتے تھے اور ان کے علمی تبحر، وسیع المطالعہ اور وسیع المعلومات ہونے کی شہادت دیتے تھے۔ شعرو سخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے اور اپنے مقالات میں برمحل اشعار استعمال کرنے سے ان کے ادبی ذوق کا اندازہ ہوتا تھا۔ (عنایت اللہ نسیم)

بڑے کریم النفس، متواضع، ملنسار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔

(عبدالعزیز فاروق)

ہدایت اللہ سوہدرویؒ

۱۳۱۰ھ............۱۳۸۷ھ

۱۸۹۳ء............۱۹۶۷ء

مولوی ابو المحمود ہدایت اللہ جماعت اہلحدیث کے ممتاز اہل قلم تھے۔ ان کی تحریری و تصنیفی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ مولوی صاحب کو تمام علوم آلیہ و عالیہ پر دسترس حاصل تھی۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور بڑی بڑی تاریخی کتابیں ان کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ادیان باطلہ، عیسائیت، آریہ سماج، قادیانیت پر ان کو بہت زیادہ عبور حاصل تھا۔ شیعہ مذہب پر بھی ان کا مطالعہ وسیع تھا اور اس مذہب کے بارے میں ان کو کافی معلومات حاصل تھیں۔

مولوی صاحب نے فراغت تعلیم کے بعد کاروبار کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ عیسائیت، آریہ سماج، قادیانیت، انکار حدیث، شیعیت اور بریلویت کی تردید میں ان کے مقالات اہلحدیث امرتسر، اہلحدیث گزٹ دہلی، اخبار محمدی دہلی، اخبار مدینہ بجنور، زمیندار لاہور، الجمعیۃ دہلی، احسان لاہور، انقلاب لاہور، مسلمان سوہدرہ، جریدہ اہلحدیث سوہدرہ، الاعتصام لاہور اور رحیق لاہور میں شائع ہوئے۔

حالات حاضرہ پر بھی ان کے مضامین زمیندار لاہور، انقلاب لاہور اور نوائے وقت لاہور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

مولوی ہدایت اللہ بہت زیادہ شریف، ملنسار اور بہت زیادہ محبت کرنے والے انسان تھے۔ بڑے خاموش طبع اور مہمان نواز تھے اور اس کے ساتھ بڑے ذہین، فطین اور سمجھدار تھے۔

مولوی صاحب پر جناب ملک عبدالعزیز فاروق سابق ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ کا ایک مفصل مضمون "سوہدرہ گزٹ" کی اشاعت (نمبر۲) جولائی ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔

اس مضمون کے ضروری اقتباسات "سوہدرہ گزٹ" کے حوالہ سے یہاں نقل کئے جاتے

ہیں۔

مولوی ہدایت اللہ کا تعلق سوہدرہ کے ''میر دہائے'' خاندان سے تھا۔ ''میر دہائے'' خاندان کے سربراہ کا نام ملک دولت خاں تھا۔

مولوی صاحب ۱۶ مئی ۱۸۹۳ء/ ۱۳۱۰ھ بروز منگل سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام ''ملک حاکم الدین'' تھا جو ''مولوی حاکم الدین'' کے نام سے معروف تھے۔ بڑے دیندار اور نیک بزرگ تھے۔ پیر میر حیدر آف خان پور ضلع جہلم کے فیض یافتہ تھے۔ مولوی حاکم الدین حق گوئی و بیباکی میں اپنی مثال آپ تھے۔ خلاف شریعت امور میں سینہ سپر ہو جاتے تھے۔ بڑے متبع سنت تھے۔

مولوی ہدایت اللہ نے دینی تعلیم مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی اور ان کے فرزند ارجمند مولانا عبدالحمید سوہدروی سے حاصل کی۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ بسلسلہ کاروبار ہندوستان تشریف لے گئے۔ ۱۹۱۲ء میں آپ کی شادی ملک موجدین مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ملک موجدین بڑے نیک، شریف اور صوفی منش بزرگ تھے۔ مولوی صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> ملک موجدین مرحوم و مغفور سوہدرہ کے عظیم الشان رئیس تھے۔ ۱۷ فروری بروز پیر نماز صبح کے لئے گھر سے بخیریت مسجد گئے۔ وضو کیا، جماعت کے ساتھ کھڑے ہوئے، سبحان اللہ پڑا، بس یہی پڑھا، بار بار اسی کو پڑھا، زبان کھنچ گئی، بیٹھ گئے۔ آخر گھر چلے گئے۔ تین روز یہی کیفیت رہی۔ کبھی زبان کھل گئی اور کبھی بند۔ آخر ۱۹ فروری ۱۹۱۳ء بدھ وار کو ساڑھے چار بجے شام عالم بالا کو سدھار گئے۔ چونکہ اولاد نرینہ نہ تھی لہذا دختران کو خصوصاً اور عوام الناس کو بہت غم والم ہوا۔ عجیب امر ہے کہ آپ نے وفات سے پانچ روز پہلے اپنے بھانجے کو جائے مرقد بتلاتے ہوئے فرمایا کہ یہ امر کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

مولوی ہدایت اللہ عالم دین ہونے کے علاوہ شعر و سخن کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ملک موجدین کے انتقال پر آپ نے درج ذیل اشعار کہے۔

آہ ہمارے آقا مالک قبلہ کعبہ موجدین
کیوں کیا روپوش چادر میں یہ آہ ماہ جبین

ہاں کرو نظر مبارک دیکھئے اہل و عیال
کس طرح ہے نیم بسمل رو رہے اندوہ گیں

☆

خون برسے گا ہمیشہ ابر سا ہر آنکھ سے
دل ہوئے گا پارہ پارہ جان ہماری روئے گی
گو مرے ہیں آپ لیکن ہم کو مارا ساتھ ہی
بدترین ہے مرنے سے ایسی ہماری زندگی

☆

آہ رئیس سوہدرہ قمر و ستارہ شاندار
رعب و داب و دبدبہ اب تک ہے تیرا آشکار

☆

مولوی صاحب کے ہاں پہلا بیٹا ہوا تو اس کا نام ”عبیداللہ“ رکھا۔ اس کا شیرخوارگی میں انتقال ہوا تو مولوی صاحب نے اس کے غم میں مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

آہ عبیداللہ پیارے لاڈلے سن صغیر
روٹھ کر کیوں چلا یوں مار کر فرقت کا تیر
آہ کہاں وہ شادمانی اور یہ رنج و الم
کس طرح کی آمد آمد اور یہ کیسی آشیر

اور بچے کی معصومیت اور اس پر ان کا انداز بیاں دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔

فرماتے ہیں۔

آہ وہ تیرا ننھا سا مرقد جس پر ہووے ساں ساں
کل کہاں تھے کھیلے کودے آج آ سویا کہاں
اور وہ چھوٹا گڑھا کہ دو ہی ہاتھوں میں کھدا
پھر وہ ننھی سی لحد کہ جس میں تیرا آشیاں

آخر میں مولوی صاحب نے ملک موجدین اور اپنے بیٹے کی تاریخ وفات ایک شعر میں نکالی کیونکہ دونوں کا انتقال ایک ہی سال کے اندر ہوا۔ فرماتے ہیں۔

کیا نکالی ہے ہدایت باپ دو بچے کی تاریخ
عبیداللہ موج دیں تھے، غرق آبی و خاکسار

مولوی صاحب کا شعری مجموعہ کلام "یادعدم" کے نام سے مطبوع ہے۔

۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم میں حیدر آباد دکن اور ریاست میسور میں بسلسلہ کاروبار مقیم رہے مگر ایک سال بعد ۱۹۱۵ء میں مراد آباد واپس آ گئے اور ایک سال بعد ۱۹۱۶ء سیہور چھاؤنی بھوپال میں ٹھیکہ داری کے کام کا آغاز کیا اور نومبر ۱۹۱۷ء تک وہیں مقیم رہے۔

بھوپال کے زمانہ قیام کے دوران "فلسفہ اور معجزہ" کے عنوان سے مولوی عبدالعزیز تحصیلدار "وردہ" (سی پی) سے ایک بحث چل نکلی۔ اسی بحث کی خط و کتابت کو ۱۹۲۲ء میں کتابی شکل میں شائع کیا۔

اس کتاب "فلسفہ اور معجزہ" پر برصغیر پاک و ہند کے چوٹی کے اخبارات و رسائل نے تبصرے کیے اور اس کتاب کی بہت تعریف کی۔

علامہ اقبال نے اپنی تقریظ میں فرمایا۔

> آپ کی کتاب فلسفہ اور معجزہ نہایت مفید اور دلچسپ ہے۔ جن لوگوں کو اس مسئلہ میں دلچسپی ہے، مجھے یقین ہے کہ وہ اس کتاب کو شوق سے پڑھیں گے اور اس کے مضمون سے مستفیض ہوں گے۔

جس دوران مولوی صاحب نے "فلسفہ اور معجزہ" شائع کی، آپ سوہدرہ میں مقیم تھے۔ اسی دوران شیخ نیاز احمد جنرل ہائیڈ مرچنٹ وزیر آباد نے آپ کو اپنی فرم میں بطور منیجر ملازم رکھ لیا۔

۲۷ نومبر ۱۹۱۷ء کو آپ ملازم ہوئے اور پورے گیارہ سال بعد ۲۷ نومبر ۱۹۲۸ء کو ذاتی وجوہ کی بناء پر ملازمت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس عرصہ میں آپ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "شبیر نامہ" لکھی اور ساتھ ہی مولوی ابو یحیٰی امام خان نوشہروی کے رسالہ "سہ ماہی افغان" کے

زئی“ کے نائب مدیر مقرر ہوئے اور اس میں اصلاحی وتنقیدی مضامین لکھنے کا آغاز کیا۔

آپ کی کتاب ”شبیر نامہ“ ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ایک ماہ میں ختم ہوگیا۔ اس کتاب میں آپ نے واقعہ کربلا پر محققانہ نظر ڈالی ہے۔

دوران قیام وزیر آباد مولوی صاحب نے ۱۹۱۸ء میں انجمن اہلحدیث کی بنیاد رکھی جس کے آپ جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ ۱۹۲۸ء میں شیخ نیاز احمد صاحب کی فرم سے استعفیٰ دے کر حاجی بابو امام الدین وزیر آبادی کی شراکت سے ”فرم حاجی امام الدین ہدایت اللہ آڑھتیان چرم وزیر آباد“ کا اجراء کیا۔ اسی شراکت کے دوران ہی اپریل ۱۹۳۲ء میں وزیر آباد میں قادیانیوں کا مناظرہ ہوا، جس کی مختصر روئیداد یہ ہے۔

> ۱۰۔ اپریل ۱۹۳۲ء بروز اتوار وزیر آباد میں ایک معرکہ خیز مناظرہ ہوا۔ قادیانیوں کی طرف سے ایک نوجوان پروفیسر سلیم کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے سامنے لایا گیا اور پہلے قادیانی مناظر کو تقریر کا موقع دیا گیا۔ مناظرہ کا موضوع ”صداقت مرزا“ تھا۔ قادیانی مناظر مولانا امرتسری کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور اس نے دوسری تقریر میں مناظرہ کا موضوع ”اشتہار مرزا“ کی طرف پھیر دیا۔
>
> مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی دوسری تقریر میں فرمایا۔
>
> > مسیح موعود کی مدت ۴۰ سال مرزا صاحب بتاتے ہیں مگر خود ۱۸ سال بعد اس دنیا سے کوچ کر گئے لہٰذا مرزا صاحب اپنے دعویٰ کے مطابق جھوٹے ٹھہرے۔
>
> مولانا کی ضرب اتنی شدید تھی کہ قادیانی مناظر بوکھلا گیا۔
>
> اس مناظرہ کے بارے میں مولوی ہدایت اللہ لکھتے ہیں۔
>
> ہمارا یقین ہے کہ اس قسم کے دو تین مناظرے مختلف مقامات پر ہو جائیں تو پنجاب سے قادیانیت کا بیج اکھڑ جائے۔

مئی ۱۹۳۳ء میں مولوی صاحب کی کتاب ”تاریخ ککے زئی“ شائع ہوئی۔ ۲۱ جولائی ۱۹۳۲ء کو آپ کی دوسری بیوی کا انتقال ہوا جس سے آپ برگشتہ خاطر ہوئے۔ وزیر آباد کا کاروبار خسارے میں جا رہا تھا، اس لئے آپ اس فرم میسرز حاجی امام الدین ہدایت اللہ کو بند کر

کے کشن گڑھ ریاست چلے گئے۔ وہاں جنگلات خریدے اور لکڑی و کوئلہ تیار کر کے بڑودہ، احمد آباد اور بمبئی بھیجتے تھے اور اس کے ساتھ مضمون نویسی کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

۱۹۴۲ء میں آپ نے "اخلاق حسنہ" کے متعلق احادیث کا انتخاب کیا اور یہ کتاب آپ نے ۱۹۴۷ء تک مکمل کر دی۔ ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہو گیا اور مولوی صاحب اپنے وطن سوہدرہ (پنجاب) واپس آ گئے۔ یہ کتاب صرف غیر مسلموں کے لئے لکھی گئی تھی جس میں صرف عام اخلاق حسنہ کی احادیث جمع کی گئی تھیں۔ پھر پاکستان کے قیام سے حالات بدل گئے تو آپ نے اس کتاب میں ضروری ترمیم کر کے اس میں حکومت، امامت اور جہاد وغیرہ کے باب بڑھا دیئے اور بعض ابواب میں رشوت، خیانت اور اسراف وغیرہ کے مسائل شامل کر دیئے گئے۔ مولوی صاحب نے اس کتاب کا نام "اسلامی اخلاق" رکھا اور یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلے حصہ میں ایک ہزار آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ اخلاق حسنہ سے متعلق ہیں اور دوسرے حصہ میں غیر مسلموں پر مزید حجت قائم کرنے کے لئے ۲۳ عنوانات کے تحت غیر مسلم اکابرین اور محققین کی ان تحریرات کو جمع کیا گیا ہے جو کہ انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تحریر کی ہیں۔

یہ کتاب ۱۹۵۱ء میں مسلمان کمپنی سوہدرہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔

۱۹۵۲ء میں کراچی بسلسلہ کاروبار تشریف لے گئے اور تقریباً پانچ سال کراچی، حیدر آباد، لاڑکانہ میں بسلسلہ کاروبار مقیم رہے مگر قسمت نے یاوری نہ کی اور واپس سوہدرہ تشریف لے آئے اور وزیر آباد میں ایک دکان کرایہ پر لے کر گزر اوقات کا سہارا بنا لیا۔

ستمبر ۱۹۶۱ء میں آپ کی کتاب "اسلام اور عیسائیت" شائع ہوئی۔ یہ کتاب آپ نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی کی تحریک پر لکھی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ایک سال میں ختم ہو گیا۔ دوسرا ایڈیشن مارچ ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا۔ اس کتاب کے ناشر مولوی حافظ محمد یوسف سوہدروی خلف الصدق مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ تھے۔

غالباً ۱۹۶۳ء میں مولوی صاحب مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان سے وابستہ ہو گئے اور اس کے ساتھ الاعتصام اور دوسرے رسائل وغیرہ میں مضامین لکھتے رہے۔

وفات

اپریل ۱۹۶۷ء کے آخر میں سوہدرہ آئے ہوئے تھے۔ چھت پر سوئے ہوئے تھے کہ بارش آ گئی اور سیڑھیوں سے اترتے ہوئے پاؤں پھسل گیا جس سے صاحب فراش ہو گئے۔ آخر اس جلیل القدر صاحب قلم انسان نے ۱۶ مئی ۱۹۶۷ء کو اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

مولانا محمد سلیمان انصاری مرحوم سابق مدیر انتظامی ہفت روزہ الاعتصام لاہور نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے آبائی قبرستان میں اپنے والد مولوی حاکم الدین مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔ حافظ شیرازی نے غالباً یہ شعر ان جیسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

تصانیف

مولوی ہدایت اللہ مرحوم نے جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی فہرست بہ سن اشاعت درج ذیل ہے۔

۱۔	یادِ عدم (شعری مجموعہ)	۱۹۱۳ء/۱۳۳۱ھ
۲۔	فلسفہ و معجزہ	۱۹۲۲ء/۱۳۴۰ھ
۳۔	شبیر نامہ	۱۹۲۴ء/۱۳۴۳ھ
۴۔	تاریخ گکھڑ زئی	۱۹۳۳ء/۱۳۵۲ھ
۵۔	اسلامی اخلاق	1951ء/۱۳۷۰ھ
۶۔	اسلام اور عیسائیت	۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولوی صاحب کی (۳) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

فلسفہ و معجزہ

اس کتاب میں معجزہ اور لا آف نیچر (قانون قدرت) پر محققانہ بحث کے ضمن میں سائنس اور فلسفہ قدیم و جدید کے آپس میں حیرت انگیز تناقض دکھا کر معجزہ کو ممکن اور دلیل نبوت ثابت کیا گیا ہے۔ فلاسفروں کے جاہلانہ اقوال و افعال، نور، پانی، ہوا وغیرہ کے متعلق تحقیق معجزات خصوصاً معجزہ عصائے موسیٰ پر فلسفیانہ بحث کی گئی ہے جس کے ضمن میں مسمریزم اور معجزہ کی تفریق اور واقعات و عجائبات کی تفصیل دی گئی ہے۔

یہ کتاب ۱۹۲۲ء/ ۱۳۴۰ھ میں شائع ہوئی۔

شبیر نامہ۔

اس کتاب میں واقعہ کربلا پر محققانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ

میں جس طرح خلفائے راشدین کے مخالفوں کو فاسق و فاجر جانتا ہوں، میرا ایمان ہے کہ دشمنان حسینؓ بھی اسی پایہ کے فاسق و فاجر ہیں۔

اور یزید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

یزید کا ارادہ امام حسینؓ کے ساتھ لڑائی کا ہرگز نہ تھا بلکہ وہ ابن زیاد پر سخت خفا ہوا کہ میں نے اس کو امام کے قتل کرنے کو نہیں بھیجا تھا بلکہ صلح کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

آپ کی شہادت سے اس کو نہایت قلق ہوا تھا، بہت رویا۔

یہ کتاب ۱۹۲۴ء/ ۱۳۴۳ھ میں شائع ہوئی۔

اسلام اور عیسائیت

مولوی ہدایت اللہ مرحوم اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

گزشتہ چند سالوں میں عیسائی مشنریوں کے ذریعہ پاکستان میں ایک کتاب موسومہ "اسلام میں مسیح" کی بڑی اشاعت ہو رہی ہے۔

یہ کتاب صرف مسلمانوں کے لئے لکھی گئی ہے جس میں بزعم خود قرآنی آیات

اور بائبلی حوالہ جات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت مسیح علیہ السلام اور اسلام پر عیسائیت کو ترجیح دے کر برحق ثابت کیا گیا ہے۔ مگر افسوس کہ عیسائی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ناجائز حملے کرنے سے نہیں چوکتے۔

جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ہفت روزہ چٹان لاہور مجریہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۵ پر لکھا کہ

> عیسائیت کی مدافعت صرف علماء کی طرف سے ہو رہی ہے۔ امراء و حکام کی طرف سے نہیں۔ علماء کا طرز عمل بھی کسی حد تک اس پھیلاؤ کا ذمہ دار ہے اور حکام کی اکثریت بجائے خود صاحب لوگوں پر مشتمل ہے۔ وہ عام مسلمانوں کو پہلے سیاسی طور پر غلام سمجھتے تھے اور اب مجلسی طور پر اچھوت گردانتے ہیں۔
>
> عیسائیت کی پشت پر یورپ اور امریکہ کی ریاستیں اور طاقتیں ہیں۔ ہم لوگ جو ان کی امداد پر جیتے، ان کی تعلیم پڑھتے اور ان کے تمدن کو اپناتے ہیں، اپنے اندر یہ حوصلہ ہی نہیں رکھتے کہ عیسائیت کی تعلیم کو روک سکیں یا ان کے نظام پر ایسی قدغن لگائیں جس سے یہ بات ان کے ذہن نشین ہو کہ انہیں اس افق پر آنے کی کھلی اجازت نہیں ہے۔
>
> ہم اس معاملہ میں علماء حق کی اس آواز کے ساتھ ہیں کہ حکومت کو محض یورپ یا امریکہ دوستی کی بناء پر عیسائی مشنریوں کو یہ اجازت نہیں دینا چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے گھروں میں اپنے عقائد کی نقب لگاتے رہیں۔

مولوی ہدایت اللہ صاحب کی اس تصنیف نے مشنری کاموں میں رکاوٹ ڈال دی اور اس کے بعد یہی ادارے خیراتی ہسپتالوں اور مفت علاج معالجہ کی آڑ میں اس ترقی یافتہ مملکت میں عیسائیت کا پرچار کرنے لگے مگر جس تیز رفتاری سے انہوں نے اس کام کی ابتدا کی تھی، اس میں ایک کاری ضرب لگی اور بے شک ملت اسلامیہ پر مولوی صاحب کا یہ احسان عظیم ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ستمبر ۱۹۶۱ء/ ۱۳۸۱ھ میں شائع ہوئی اور دوسری بار مارچ ۱۹۶۳ء/ ۱۳۸۲ھ میں شائع ہوئی۔

☆☆☆

(۳۱)

محمد اسماعیل سلفیؒ

جلیل القدر عالم، صاف بیان مقرر اور بلند آہنگ خطیب۔ تدریس، خطابت، وسعت مطالعہ اور اظہار بیان میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔

(محمد اسحاق بھٹی)

میں نے ان جیسا وسیع العلم اور وسیع المطالعہ عالم نہیں دیکھا۔ تمام علوم پر ان کی نظر وسیع تھی۔ عالمی اور ملکی سیاست پر ان کو مکمل عبور تھا۔

(عنایت اللہ نسیم)

محمد اسماعیل سلفیؒ

۱۳۱۴ھ............۱۳۷۸ھ

۱۸۹۵ء............۱۹۶۸ء

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بن مولوی حکیم محمد ابراہیم ایک بلند پایہ عالم دین، مفسر، محدث، فقیہہ، مورخ، معلم، متکلم، ادیب، خطیب، مقرر، دانشور، نقاد، مبصر، انشاء پرداز، مدرس، مصنف اور سیاستدان تھے۔ علوم اسلامیہ کا بحر ذخار تھے۔ تمام علوم یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اسماء الرجال، لغت، ادب، فلسفہ و منطق، تاریخ و سیر اور صرف ونحو میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ تحریر اور تقریر میں ان کو یکساں ملکہ حاصل تھا۔ ان کی تقریریں علمی، دینی و تحقیقی ہوتی تھیں اور آسان فہم زبان میں کیا کرتے تھے۔ اس طرح ان کی تحریروں میں بھی دونوں پہلو نظر آتے ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل دینیہ کے حل کرنے میں ان کو مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔

مولانا سلفی قدرت کی طرف سے اچھا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا۔ حافظہ بھی قوی تھا۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ پر ان کو عبور کامل تھا۔ عالمی اور ملکی سیاست سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ عالم اسلام اور برصغیر (پاک و ہند) کی تمام علمی و دینی و اصلاحی اور قومی و ملی اور سیاسی تحریکات سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ ہر تحریک کے قیام کے پس منظر سے واقف تھے اور ہر تحریک کے بارے میں اپنی ایک ناقدانہ رائے رکھتے تھے۔ تحریک استخلاص وطن اور ۱۹۵۳ء کی قادیانی تحریک میں ان کی خدمات قدر کے قابل ہیں اور اس سلسلہ میں اسیر زنداں بھی ہوئے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی اپنے مسلک اہلحدیث میں بہت زیادہ متشدد تھے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو خاص لگاؤ اور شغف تھا اور حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت

بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

> علمائے اہلحدیث میں شیخ الاسلام مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسریؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ دو ایسی بزرگ ہستیاں گزری ہیں جو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ جب بھی حدیث کی مخالفت میں کوئی مضمون یا کتاب شائع ہوئی تو یہ دونوں علمائے کرام فوراً اس کا نوٹس لیتے اور مضمون یا کتاب کا دندان شکن جواب دیتے اور جواب ایسا مدلل اور جامع ہوتا کہ مخالفین حدیث کو دوبارہ میدان عمل میں آنے کی جرأت نہ ہوتی۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی نے جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں بھی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ شروع ہی سے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس سے وابستہ رہے اور مجلس عاملہ کے رکن تھے۔

قیام پاکستان کے بعد جب آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس سے سلسلہ منقطع ہو گیا تو مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد حنیف، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اور دوسرے علمائے کرام نے جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے کی سعی کی۔ چنانچہ مولانا داؤد غزنوی کی دعوت پر ۲۴ جولائی ۱۹۴۸ء کو دارالعلوم تقویۃ الاسلام شیش محل روڈ لاہور میں علمائے اہلحدیث کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں درج ذیل علمائے کرام شریک ہوئے۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محی الدین احمد قصوری، مولانا محمد علی قصوری، مولانا عبدالمجید سوہدروی، مولانا ظفر اقبال، مولانا محمد یونس دہلوی، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا سید اسماعیل غزنوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا معین الدین لکھوی۔

یہ اجلاس مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی صدارت میں منعقد ہوا اور اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ تنظیم کا نام ''مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان'' ہوگا۔ اس وقت اس کے صرف تین عہدے دار منتخب کئے جائیں گے۔

چنانچہ درج ذیل حضرات کا انتخاب متفقہ کیا گیا۔

صدر۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی
ناظم اعلیٰ۔ پروفیسر عبدالقیوم
ناظم مالیات۔ میاں عبدالمجید

مئی ۱۹۴۹ء میں پروفیسر عبدالقیوم نے نظامت سے استعفیٰ دے دیا کیونکہ وہ سرکاری ملازم تھے اور ان کی جگہ مولانا عطاء اللہ حنیف کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ مولانا عطاء اللہ کا تقرر بحیثیت ناظم اعلیٰ عارضی تھا۔ مستقل ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسماعیل سلفی کو بنایا گیا لیکن وہ اس وقت گوجرانوالہ کی میونسپل حدود میں نظر بند تھے۔ ستمبر ۱۹۴۹ء میں مولانا محمد اسماعیل سلفی سے پابندی اٹھالی گئی تو آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ نومبر ۱۹۴۹ء میں حرمین شریفین سے واپس آئے تو آپ نے نظامت کی ذمہ داری سنبھالی۔ آپ نے اپنے دور نظامت میں جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں جو سعی و کوشش کی، وہ لائق تحسین ہے۔

۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا انتقال ہوگیا تو مولانا سلفی کو متفقہ طور پر جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کا امیر مقرر کیا گیا اور پروفیسر سید ابوبکر غزنوی کو ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ کچھ عرصہ بعد پروفیسر ابوبکر غزنوی نے ناظم اعلیٰ کے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا مگر مولانا محمد اسماعیل اپنے انتقال ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء تک جمعیۃ اہلحدیث کے امیر رہے۔

مولانا محمد اسماعیل ۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۵ء کو وزیر آباد کے نواحی قصبہ ڈھونیکی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی حکیم محمد ابراہیم ایک طبیب حاذق اور صاحب فن کاتب تھے۔ امام حدیث مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری کی شرح جامع ترمذی (تحفۃ الاحوذی) آپ ہی کی خوشنویسی کا شاہکار ہے۔

مولانا محمد اسماعیل نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد مولوی حکیم محمد ابراہیم سے کیا۔ اس کے بعد آپ کے والد نے آپ کو استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے پاس بھیج دیا۔ مولانا سلفی نے ابتدائی کتابیں استاد پنجاب کے صاحبزادہ مولوی عبدالستار سے پڑھیں۔ اس کے بعد علوم اسلامیہ کی تحصیل استاد پنجاب سے کی۔

وزیر آباد میں تحصیل علم کے بعد آپ دہلی تشریف لے گئے اور دہلی میں آپ نے مولانا

عبدالجبار عمر پوری سے استفادہ کیا اور مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کے درس قرآن سے مستفیض ہوئے۔ دہلی میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ امرتسر تشریف لائے۔ امرتسر میں آپ نے مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور غزنوی اور مولانا مفتی محمد حسن امرتسری (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) سے استفادہ کیا۔ طب کی تعلیم مولوی حکیم محمد عالم امرتسری سے حاصل کی۔ امرتسر میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد مولانا سلفی مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے اوران سے تفسیر قرآن میں استفادہ کیا۔

۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں مولانا اسماعیل سلفی مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریک پر گوجرانوالہ تشریف لائے اور مسجد اہلحدیث (حاجی پورہ) میں خطیب مقرر ہوئے۔ تھوڑا عرصہ بعد مولانا علاؤ الدین خطیب مسجد اہلحدیث چوک نیائیں گوجرانوالہ نے انتقال کیا تو مولانا سلفی کو اس مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا۔ (اب یہ مسجد مرکزی مسجد کے نام سے معروف ہے) اور پوری زندگی اس مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

اسی دوران آپ نے ایک دینی درسگاہ بنام "جامعہ محمدیہ" کی بنیاد رکھی اور یہ دینی درسگاہ آج بھی قائم ہے اور اشاعت دین اسلام اور کتاب وسنت کی ترقی وترویج میں کوشاں ہے۔ مولانا سلفی اپنی زندگی تک اس درسگاہ کے شیخ الحدیث رہے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ تاہم مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد حنیف ندوی
حکیم عبداللہ نصر سوہدروی
مولانا محمد اسحاق بھٹی
مولانا حکیم محمود سلفی
مولانا محمد خالد گھرجاکھی

مولانا سلفی مرحوم کو تدریس کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ مسئلہ کی وضاحت بڑے دلنشین انداز میں فرماتے۔ ان کے تدریس کے انداز کا ایک واقعہ راقم کو مولانا محمد علی کاندھلوی مرحوم (سیالکوٹ) نے سنایا کہ

۱۹۵۳ء کی قادیانی تحریک میں گوجرانوالہ سنٹرل جیل میں نظر بند تھا۔ مولانا محمد

اسماعیل سلفی، مولانا عبدالمجید سوہدروی، حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی اور کئی دوسرے علمائے کرام بھی ہمارے ساتھ اسیر زنداں تھے۔ ایک دن میں نے مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم سے عرض کیا کہ ہم یہاں سارا دن بیکار وقت گزارتے ہیں۔ آپ ہمیں "حجتہ اللہ البالغہ" کا درس دیا کریں۔ مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ اسی دن آپ نے گھر سے "حجتہ اللہ البالغہ" منگوائی اور دوسرے دن اس کا درس دینا شروع کر دیا۔ میں نے دیوبند میں "حجتہ اللہ البالغہ" مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے پڑھی تھی۔ مولانا عثمانی مرحوم جس انداز سے حجتہ اللہ البالغہ پڑھاتے تھے، مجھے یقین تھا کہ اس طرز پر مولانا عثمانی کا مقابل کوئی عالم حجتہ اللہ البالغہ پڑھانے میں نہیں ہے لیکن مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے حجتہ اللہ البالغہ کا درس شروع کیا تو میں حیران و ششدر رہ گیا کہ ان کا انداز ہی نرالا ہے اور مولانا عثمانی مرحوم سے آپ بازی لے گئے۔

تدریس کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن باز رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو بہ حیثیت استاد حدیث (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) دعوت دی کہ آپ جامعہ میں حدیث پڑھائیں لیکن آپ نے اس کو منظور نہ کیا اور گوجرانوالہ کے قیام کو ترجیح دی اور آپ نے اپنی جگہ استاد العلماء حضرت العلام مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ کو بھیج دیا جنہوں نے دو سال تک جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں تدریس فرمائی۔

تصانیف

مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم ایک کامیاب اور بلند پایہ مصنف تھے۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت میں ہیں۔ آپ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح (ربع اول)

۲۔ امام بخاری کا مسلک

۳۔ تحریک آزادئ فکر اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی تجدیدی مساعی

۴۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

۵۔ زیارۃ القبور

۶۔ سنت قرآن کے آئینہ میں

۷۔ مقام حدیث

۸۔ حجیت حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں

۹۔ جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث

۱۰۔ واقعہ افک

۱۱۔ حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۔ حدیث کی تشریعی اہمیت

۱۳۔ شرح المعلقات السبع (عربی)

۱۴۔ اسلام کی حکومت صالحہ اور اس کی ذمہ داریاں

۱۵۔ اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ

۱۶۔ اسلامی نظام حکومت کے مختصر اجزاء

عربی میں تراجم

مولانا سلفی مرحوم کی درج ذیل کتابوں کے عربی میں تراجم ہوئے ہیں اور یہ تراجم مولانا ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری ریکٹر جامعہ سلفیہ بنارس نے کئے ہیں۔

۱۔ حیاۃ النبی (مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ زیارہ القبور (مسئلہ زیارہ القبور فی ضوء الکتاب والسنۃ)

۳۔ تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی تجدیدی مساعی (ترجمہ بنام حرکۃ الطلاق الفکری وجہود الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی التجدید)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا سلفی مرحوم کی (۸) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

امام بخاری کا مسلک

اس کتاب میں ابتداء میں مسلک اہلحدیث پر روشنی ڈالی ہے۔ پھر ائمہ اربعہ کے مسلک کی وضاحت کی ہے اور بعد میں امام بخاریؒ کے مسلک کی ترجمانی کی ہے اور آخر میں فقہ الحدیث، فقہ الرائے اور خبر واحد پر اظہار خیال کیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ملتان سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

واقعہ افک

یہ کتاب تمنا عمادی کے ایک مضمون کے جواب میں ہے جس میں عمادی صاحب نے واقعہ افک عائشہؓ کی حدیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ مصنف علام نے عمادی صاحب کے تمام شبہات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ نے ۱۹۸۲ء میں شائع کی۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کی ہے اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی طرح زندہ ہیں، اس کی تردید کی ہے۔

یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

زیارۃ القبور

اس کتاب میں قبر کے متعلق جاہلی اور اسلامی تصورات کا جائزہ لیا گیا ہے اور آخر میں قبروں کی زیارت کا جو مسنون طریقہ ہے، وہ بتایا ہے اور قبرستان میں داخل ہوتے وقت جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں، وہ درج کی ہیں۔

یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

حدیث کی تشریعی اہمیت

اس کتاب میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ جس طرح قرآن مجید کے احکام ماننا فرض ہے، اسی طرح صحیح احادیث پر عمل کرنا بھی فرض ہے۔ جس طرح قرآن مجید کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اسی طرح احادیث کا منکر بھی مسلمان نہیں رہتا اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور آخر کتاب جسٹس محمد شفیع کی طرف سے حدیث پر اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۴ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

حجیت حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی روشنی میں

اس کتاب میں آیات قرآن مجید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ

جس شخص کی سیرت اس طرح روشن ہو، پھر اس کی بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو وہ اپنے آپ کو کیسے مسلمان کہلا سکتا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۰ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث

یہ کتاب دراصل مولانا سید مودودی کی کتاب ”تفہیمات“ اور ایک مقالہ ”مسلک اعتدال“ اور مولانا امین احسن اصلاحی کے ایک مضمون ”حجیت حدیث“ کے جواب میں ہے۔

ان دونوں علماء نے اپنے اپنے مضمون میں منکرین حدیث سے اتفاق کیا ہے۔

مولانا سلفی مرحوم لکھتے ہیں۔

مولانا مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی، یہ حضرات حدیث کے منکر نہیں ہیں لیکن ان کے انداز فکر سے حدیث کا استحقار معلوم ہوتا ہے اور طریقہ گفتگو سے انکار کے لئے چور دروازے کھل سکتے ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے اپنے اشاعتی ادارہ المکتبہ السلفیہ لاہور

سے ۱۹۶۷ء میں شائع کی۔

اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ

اس رسالہ میں آج کے مسائل اور سرمایہ دارانہ نظام کا اثر اور پھر اس کا حل بتاتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ حکومت چلانے کے لئے حکام کا ذاتی کیریکٹر کیا ہونا چاہئے اور ان کی ذمہ داریاں کیا ہیں۔

یہ رسالہ ۱۹۵۴ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

تحریک آزادیٔ فکر اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی تجدیدی مساعی

اس کتاب میں تاریخی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ وجوب تقلید کا دعویٰ بے بنیاد ہے۔ ائمہ اربعہ بھی اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ پھر شاہ ولی اللہ دہلوی نے فقہی واجتہادی مسائل میں جو حل پیش کیا ہے، اس کو درج کیا ہے اور پھر یہ واضح کیا ہے کہ عمل بالکتاب والسنۃ کی تحریک ہر دور میں زندہ تھی۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔

اس کتاب کا عربی ایڈیشن "حرکۃ الطلاق الفکری وجهود الشاہ ولی اللہ دہلوی فی التجدید" کے نام سے ۱۹۸۴ء میں جامعہ سلفیہ بنارس سے شائع ہوا۔

وفات

مولانا محمد اسماعیل سلفی نے ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ/ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کیا۔ جنازہ کی نماز حافظ محمد یوسف گکھڑوی مرحوم نے پڑھائی۔ جنازہ میں ایک جم غفیر شامل تھا۔ راقم آثم کو بھی جنازہ پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں کہ

> مولانا محمد اسماعیل سلفی جلیل القدر عالم، صاف بیاں مقرر اور بلند آہنگ خطیب تھے۔ تدریس و خطابت، وسعت مطالعہ اور اظہار بیان میں ان کا مقام بہت

بلند تھا۔ کئی مرتبہ آزادئ ملک کے لئے جیل گئے۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم سے ۱۹۴۹ء کے اوائل میں شناسائی ہوئی۔ نام تو ان کا بہت پہلے سے سن رکھا تھا اور جب میں جماعت اسلامی گوجرانوالہ کے شفاخانہ میں ملازم ہوا تو مولانا سلفی مرحوم سے تعلقات کا دائرہ وسیع ہوا۔ ان کی تقاریر اور خطبات جمعہ سننے کے مواقع میسر آئے۔ میں نے ان جیسا وسیع العلم عالم نہیں دیکھا۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ زیادہ تر ائمہ سلف کی کتابیں ان کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ عالمی اور ملکی سیاست سے پوری طرح باخبر تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں کی علمی و سیاسی خدمات کے بہت زیادہ معترف تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے علمی تبحر اور ان کی دینی و علمی خدمات کے بہت زیادہ مداح تھے اور جب کبھی دوران ملاقات مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں اور مولانا سید سلیمان ندوی رحمہم اللہ اجمعین کا ذکر آجاتا تو بڑے اچھے انداز میں ان کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے۔

جب میری اہلیہ کا انتقال ہوا تو تعزیت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا۔

حکیم صاحب دوسری شادی کا خیال نہ کرنا۔ اس لئے کہ آپ کے بچے چھوٹے ہیں، ان کی پرورش میں آپ کو تکالیف کا سامنا ہوگا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی اور مولوی ہدایت اللہ سوہدروی کی روش پر نہ چلنا۔[1]

حکیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مولانا محمد اسماعیل سلفی کے انتقال پر ایک مضمون نوائے وقت میں لکھا تھا جس کا اختتام اس شعر پر کیا تھا۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گرانمایہ کیا کئے

---

[1] مولانا عبدالمجید سوہدروی اور مولوی ہدایت اللہ سوہدروی نے تین تین نکاح کئے تھے۔ ادھر بیوی کا انتقال ہوا تو تین چار ماہ بعد نکاح کر لیا۔ (عراقی)

(۳۲)

عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ

مرحوم بڑے سادہ مزاج، متواضع، ملنسار، حلیم الطبع، بااخلاق اور شریف النفس انسان تھے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر وسیع تھی اور مسائل کی تحقیق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ (محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ)

عبدالسلام بستویؒ

۱۳۲۷ھ...........۱۳۹۴ھ

۱۹۰۷ء...........۱۹۷۴ء

مولانا عبدالسلام بستوی ایک بلند پایہ عالم دین تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر عبور کامل تھا۔ فتویٰ نویسی میں بھی ان کو مہارت حاصل تھی۔ ان کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

اخلاق و عادات کے اعتبار سے بڑے ملنسار، متواضع اور زہد و ورع کا نمونہ اور مجسمۂ طہارت تھے۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم فرمایا کرتے تھے۔

> مولانا عبدالسلام بستوی مرحوم بڑے سادہ مزاج، متواضع، ملنسار، حلیم الطبع، بااخلاق اور شریف النفس انسان تھے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی نظر وسیع تھی اور مسائل کی تحقیق میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

مولانا عبدالسلام ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۷ء ضلع بستی کے ایک قصبہ ’’بشن‘‘ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام یادعلی تھا۔ عہد طفولیت میں ان کے والد نے کلکتہ میں سکونت اختیار کرلی۔ چنانچہ آپ کی تعلیم کا آغاز کلکتہ میں ناظرہ قرآن مجید سے ہوا۔ ان کی عمر دس سال کی تھی جب کہ ان کے والد نے کلکتہ میں انتقال کیا اور والد کے انتقال کے بعد آپ دو سال تک کلکتہ میں رہے اور ۱۲ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ہمراہ اپنے آبائی قصبہ بشن ضلع بستی آگئے اور قصبہ بشن کے نواح میں آپ نے مختلف اساتذہ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اور اس کے ساتھ صرف ونحو میں بھی تعلیم حاصل کی۔

فارسی کی ابتدائی کتابیں اور صرف ونحو کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا عبدالسلام دہلی

تشریف لے آئے اور "مدرسہ حمیدیہ دہلی" میں داخل ہو گئے۔ مدرسہ حمیدیہ دہلی میں آپ نے ۶ ماہ تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور میں داخل ہو گئے اور ۵ سال اس مدرسہ میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔

مدرسہ مظاہر العلوم میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ دہلی تشریف لے آئے اور دارالحدیث رحمانیہ میں داخلہ لے لیا۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی سے صحاح ستہ کے علاوہ علوم عقلیہ اور عربی ادب میں استفادہ کیا۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے فارغ ہونے کے بعد آپ طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے۔ لکھنؤ میں آپ نے طب کی مکمل تعلیم حاصل کی۔ لکھنؤ میں جب آپ نے طب کی تعلیم مکمل کر لی تو اس کے بعد دیوبند تشریف لے گئے اور مولانا حسین احمد مدنی کے حلقہ درس میں دورہ صحاح ستہ پڑھا۔ دیوبند سے فراغت کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیا۔

فراغت تعلیم کے بعد آپ نے درس و تدریس کا مشغلہ اختیار کیا اور اپنے استاد محترم مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی کے حکم اور تحریک پر ۱۳۵۰ھ/ ۱۹۳۰ء میں مدرسہ علی جان دہلی میں حدیث کی تدریس پر مامور ہوئے اور ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء تک یعنی ۱۶ سال تک اس مدرسہ میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک سے پورے برصغیر میں افراتفری پھیل گئی۔ بڑے بڑے شہروں میں ہندو مسلم فسادات ہوئے جس میں بے شمار ہندو و مسلمان قتل ہوئے اور اس کا شمار نہیں کیا جا سکتا کہ تقسیم ملک کے وقت کتنے آدمی قتل ہوئے۔

دہلی میں بھی فسادات ہوئے۔ مدرسہ علی جان دہلی ختم ہو گیا۔ مکانوں کو آگ لگائی گئی۔ اس میں مولانا عبدالسلام بستوی کا مکان بھی شامل تھا اور مولانا کا کتب خانہ جس میں نادر و نایاب عربی و فارسی کتابوں کا کافی ذخیرہ تھا، سینکڑوں عربی و فارسی کے مخطوطات بھی تھے اور مولانا عبدالسلام کی لکھی ہوئی کتابوں کے کئی مسودے بھی شامل تھے، سب آگ کی نذر ہو گئیں۔

مولانا عبدالسلام بمشکل اپنی اور اہل وعیال کی جانیں بچا کر مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں پناہ گزین ہوئے۔ جب دہلی میں سکون ہوا، ہندو مسلم فسادات ختم ہوئے اور حالات پر سکون

ہوئے تو مولانا عبدالسلام نے مدرسہ ریاض العلوم دہلی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اس مدرسہ میں آپ اپنے انتقال ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء تک تدریس فرماتے رہے۔

مولانا عبدالسلام کی تدریسی مدت ۴۳ سال ہے۔ اس عرصہ میں کتنے اصحاب آپ سے مستفیض ہوئے، اس کا شمار ناممکن ہے۔ **لایعلم جنود ربک الاھو**۔

مولانا عبدالسلام بستوی نے مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور اور دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی اور یہ دونوں مدرسے تقلیدی مدرسے ہیں۔ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں بھی تعلیم حاصل کی لیکن ساری زندگی اہلحدیث رہے۔ اہلحدیث مدارس میں تدریس فرمائی۔ ان پر ان کے حنفی اساتذہ کا سایہ نہیں پڑا۔ آپ نے ایک ماہنامہ "الاسلام" بھی جاری کیا۔ بساط بھر دین اسلام اور کتاب و سنت کی اشاعت اس پرچہ کے ذریعہ بھی کی۔

تصانیف

مولانا عبدالسلام بستوی ایک متبحر عالم دین اور بلند مرتبہ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پایہ کے مصنف بھی تھے۔ آپ نے جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ شرح سنن ابن ماجہ (عربی)
۲۔ صمصام الباری علی عنق جارح البخاری (عربی)
۳۔ اللعب بالشطرنج
۴۔ حقوق الزوجین
۵۔ خیر المتاع فی مسائل الرضاع
۶۔ مصباح المومنین (ترجمہ بلاغ المومنین شاہ ولی اللہ)
۷۔ کشف الملہم (ترجمہ مقدمہ صحیح مسلم)
۸۔ اسلامی توحید
۹۔ اسلامی عقائد
۱۰۔ اسلامی صورت
۱۱۔ اسلامی پردہ

۱۲۔ اسلامی وظائف

۱۳۔ اسلامی اوراد

۱۴۔ اسلامی تعلیم (۱۱ حصے)

۱۵۔ اسلامی خطبات (۳ جلد)

۱۶۔ اسلامی فتاوئی

۱۷۔ اسلامی تعلیم قاعدہ

۱۸۔ حلال کمائی

۱۹۔ اخلاص نار

۲۰۔ کلمہ طیبہ کی فضیلت

۲۱۔ ایمان مفصل

۲۲۔ مذمت حسد

۲۳۔ کتاب الجمعہ

۲۴۔ رسالہ اصول الحدیث

۲۵۔ فضائل قرآن

۲۶۔ فضائل حدیث

۲۷۔ زبان کی حفاظت

۲۸۔ عید قربان

۲۹۔ انوار المصابیح ترجمہ وتشریح مشکوۃ المصابیح (۱۳ جلد)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالسلام بستوی کی (٦) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

کشف الملہم

یہ کتاب مقدمہ صحیح مسلم کا ترجمہ ہے اور اس میں مشکل الفاظ کی بڑے آسان الفاظ میں

لغوی تشریح بھی کی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

اسلامی عقائد

اس کتاب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلامی عقائد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

کتاب الجمعہ

اس کتاب کا دوسرا نام "ارشاد خیر الوریٰ الاقامۃ الجمعہ فی القریٰ" بھی ہے۔ اس میں قرآن و حدیث، آثار صحابہ کرام اور اقوال ائمہ عظام سے ثابت کیا گیا ہے کہ شہروں کی طرح دیہاتوں میں بھی جمعہ کی نماز فرض ہے اور مانعین کے اعتراضات کا جواب بھی دلائل سے دیا ہے۔

یہ کتاب ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

اسلامی وظائف

اس کتاب میں قرآن و حدیث کی تمام دعائیں مع حوالہ جمع کی ہیں۔ یہ کتاب ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

اسلامی تعلیم

یہ کتاب ۱۱ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں توحید، رسالت، طہارت، صلوٰۃ، حقوق، مکارم اخلاق، شرک و بدعت اور ان کی اقسام، ایمان، عمرہ و حج، عورتوں کا مقام اور حقوق، اصول تجارت، سود، بیع و شراء، مصافحہ و معانقہ، جنات، ملائکہ، جنت و جہنم پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور آخر میں مشہور انبیائے کرام کے حالات بھی قلمبند کئے ہیں۔

یہ کتاب ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں دہلی سے شائع ہوئی۔

انوار المصابیح ترجمہ مشکوۃ المصابیح

یہ کتاب ۱۳ جلدوں میں ہے اور مشکوۃ المصابیح کا مکمل ترجمہ اور ہر حدیث کی تشریح بھی کی ہے اور اس کے ساتھ ائمہ کرام کے اختلافات کو بھی واضح کیا ہے۔

طبع دہلی سن اشاعت ندارد۔

وفات

مولانا عبدالسلام نے یکم محرم الحرام ۱۳۹۴ھ/ مطابق ۷ فروری ۱۹۷۴ء دہلی میں انتقال کیا۔

اللھم اغفرہ و ارحمہ.

☆☆☆

(۳۴)

حافظ محمد گوندلویؒ

مارایت اعلم علیٰ وجه الارض من هذا الشيخ.

میں نے اس جیسا جامع العلوم عالم روئے زمین پر نہیں دیکھا۔

(محمد امین الشنقیطی مولف تفسیر اضواء البیان)

حافظ محمد گوندلوی مرحوم و مغفور عصر حاضر کے بہت بڑے محدث، فقیہہ، مجتہد، قادر الکلام متکلم، حافظ الحدیث، بحر العلوم، امام تدریس اور جامع المنقول و المعقول تھے۔ (محمد علی جانباز)

حافظ محمد گوندلویؒ

۱۳۱۵ھ............۱۴۰۵ھ

۱۸۹۷ء............۱۹۸۵ء

حضرت العلام، محدث العصر، عالم نبیل مولانا حافظ محمد گوندلویؒ اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث دوراں، فقیہ، مجتہد، متکلم، معلم، مدرس، مصنف، نقاد، دانشور اور انشاء پرداز تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کو یکساں دسترس حاصل تھی۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، اسماء الرجال، لغت، ادب، تاریخ و سیر، فلسفہ و منطق و علم کلام اور صرف و نحو پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا۔

علمائے حدیث میں بسلسلہ تدریس حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی تدریسی مدت ۶۲ سال ہے۔ حضرت العلام محدث گوندلوی کی تدریسی مدت بھی اتنی ہی ہے۔ جس طرح شیخ الکل دہلوی مرحوم و مغفور کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں، اسی طرح حضرت حافظ گوندلوی مرحوم کے تلامذہ کا شمار بھی ممکن نہیں۔

حضرت حافظ گوندلوی نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جن عربی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

دارالحدیث گوندلانوالہ
جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ
جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ
جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ
جامعہ السلفیہ فیصل آباد
جامعہ دارالاسلام عمرآباد (مدراس)
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

حضرت العلام محدث گوندلوی کو قدرت نے غیر معمولی حافظ کی نعمت سے نوازا تھا۔ آپ نے ۱۵ دن میں قرآن مجید کے ۱۵ پارے حفظ کر لئے، اس کے بعد ۶ ماہ اس کی طرف توجہ

نہ کی۔ ۶ ماہ گزرنے کے بعد ۱۵ دن میں بقیہ ۱۵ پارے حفظ کر لئے۔ گویا ایک ماہ میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ جو کتاب ایک دفعہ نظر سے گزر گئی، وہ ان کے سینہ میں محفوظ ہوگئی۔ حافظ ابن حجر کی شرح بخاری اور مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کی ''فیض الباری'' تقریباً ان کو حفظ تھی۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی کی حجۃ اللہ البالغہ کی طویل عبارتیں حضرت حافظ صاحب کے سینہ میں محفوظ تھیں۔

ان کے غیر معمولی حافظہ کا ایک واقعہ ہے کہ آپ نے ایک کتاب بنام ''اثبات التوحید فی ابطال التثلیث'' لکھی اور اس کو طبع کرانے کے لئے شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور کے پاس بھیج دیا۔ مولانا سلفی کتاب کا مسودہ کہیں رکھ کر بھول گئے۔ تقریباً ۶ ماہ بعد حضرت حافظ صاحب نے مولانا سلفی مرحوم سے کتاب کے بارے میں دریافت کیا تو مولانا سلفی نے فرمایا، کتاب طبع کیا ہونی تھی، میں تو اس کا مسودہ گم کر بیٹھا ہوں۔ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا۔ ''کوئی بات نہیں، میں دوبارہ لکھ دیتا ہوں۔'' چنانچہ حافظ صاحب نے ایک ہفتہ کے اندر کتاب مکمل کر کے مولانا سلفی مرحوم کے حوالہ کر دی۔ اتفاق سے دوسرے تیسرے دن پہلا مسودہ بھی مل گیا۔ جب ان دونوں مسودوں کا مقابلہ کیا گیا تو ایک لفظ کی بھی کمی و بیشی نہیں تھی۔

حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے تلامذہ میں بعض ایسے جلیل القدر علماء شامل ہیں جو حضرت محدث دہلوی کے بعد خود مسند تدریس و تحدیث کے مالک بنے اور جنہوں نے تدریس اور تصنیف و تالیف میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے، ان کا تذکرہ ان شاء اللہ العزیز رہتی دنیا تک رہے گا۔ مثلاً

تدریس میں مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا سید عبدالجبار غزنوی، مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی اور مولانا عبدالوہاب صدری دہلوی وغیرہم۔

حضرت حافظ گوندلوی کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے تدریس میں نام پیدا کیا، ان میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، مولانا نذیر احمد املوی عراقی، مولانا محمد عبدہ الفلاح، مولانا محمد اسحاق حسینوی، مولانا پیر محمد یعقوب قریشی، مولانا حافظ

عبدالمنان نور پوری، شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی، مولانا محمد اعظم اور شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز وغیرہم سرفہرست ہیں۔

تصنیف وتالیف میں اور خاص کر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ میں مولانا شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود علی سنن ابی داوٗد، مولانا عبدالرحمان مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع ترمذی، مولانا سید احمد حسن دہلوی صاحب تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (نصف اول)، مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی صاحب تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (نصف ثانی)، مولانا عبدالتواب ملتانی اور مولانا عبدالسلام مبارکپوری وغیرہم نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔

حضرت العلام گوندلوی کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے خدمت حدیث میں اپنا ایک مقام پیدا کیا اور اہل علم وقلم سے خراج تحسین وصول کیا۔ ان میں شیخ الحدیث مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی صاحب التعلیقات السّلفیہ (سنن نسائی)، شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز (شارح سنن ابن ماجہ) مولانا محمد صادق خلیل فیصل آبادی، مولانا ارشادالحق اثری اور مولانا محمد یحیٰ گوندلوی وغیرہم شامل ہیں۔

باطل افکار ونظریات کی تردید اور ادیان باطلہ کا قلع وقمع کرنے میں حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین دہلوی کے تلامذہ میں مولانا عبیداللہ صاحب تحفۃ الہند، مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی شامل ہیں۔

حضرت العلام گوندلوی کے تلامذہ میں جن علمائے کرام نے باطل افکار ونظریات کی تردید میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ان میں مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا عبدالرحمان عتیق وزیر آبادی، مولانا محمد مدنی بن حافظ عبدالغفور، مولانا ارشادالحق اثری اور مولانا محمد یحیٰ گوندلوی وغیرہم شامل ہیں۔

حضرت حافظ گوندلوی کا سلسلہ اسناد دو واسطوں سے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین تک پہنچتا ہے۔ شجرہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا سید محمد نذیر حسین دہلویؒ

مولانا عبدالجبار غزنویؒ	مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ
حافظ محمد گوندلویؒ	حافظ محمد گوندلویؒ

حضرت العلام کا علمی تبحر بہت بلند تھا۔ علمائے حجاز بھی آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔ جب آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حدیث کے استاد تھے کہ ایک دن کسی علمی موضوع پر آپ کی فضیلۃ الشیخ محمد امین الشنقیطی مولف تفسیر ''اضوء البیان'' سے گفتگو ہو رہی تھی تو ایک مسئلہ کے جواب میں حضرت العلام گوندلوی مرحوم نے فرمایا کہ اس بارے میں جامع ترمذی میں احادیث آئی ہیں مگر مجلس میں سب علماء نے بیک آواز فرمایا کہ یہ روایات جامع ترمذی میں نہیں ہیں لیکن حافظ صاحب نے وثوق سے فرمایا کہ یہ روایات ترمذی میں موجود ہیں چنانچہ آپ نے ترمذی سے وہ سب روایات دکھا دیں۔

تو اس پر شیخ الشنقیطی نے فرمایا۔

مارایت اعلم علیٰ وجه الارض من هذا الشیخ.

میں نے روئے زمین پر ان جیسا جامع العلوم عالم نہیں دیکھا۔

مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ سے دریافت کیا گیا کہ امام ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی میں سے کس کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے؟

حافظ صاحب نے فرمایا۔

علوم عقلیہ میں امام ابن تیمیہؒ ابن حجرؒ سے زیادہ عالم ہیں

اور

علوم نقلیہ بشمل اسماء الرجال، تاریخ، اصول حدیث، جرح و تعدیل، نقد و نظر کے اعتبار سے ابن حجرؒ امام ابن تیمیہؒ پر فوقیت رکھتے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ حنبلی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں

اور

حافظ ابن حجرؒ شافعی مذہب سے وابستہ ہیں۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں حنبلی مسلک کے طلباء کی اکثریت تھی، اس لئے ان کو حافظ صاحب کی یہ بات ناگوار گزری چنانچہ یہ بات رئیس الجامعہ شیخ ابن بازؒ تک پہنچی تو انہوں نے اس سلسلہ میں حافظ صاحب کو محاضرے کی دعوت دی۔ سامعین میں جامعہ اسلامیہ کے اساتذہ وطلباء اور کئی علمی شخصیات موجود تھیں۔ حضرت العلام حافظ صاحب نے ساڑھے تین گھنٹے مفصل ومدلل بحث فرمائی۔ محاضرہ کا موضوع ایمان تھا۔ آپ نے امام ابن تیمیہؒ اور ابن حجرؒ کی تصانیف سے عبارتیں پیش کیں اور اس کے بعد ان کا تقابل کر کے اپنے موضوع کو ثابت کرنے کا حق ادا کر دیا۔

یہ محاضرہ سن کر رئیس الجامعہ ابن باز اور دوسرے اساتذہ جامعہ اسلامیہ حیران رہ گئے اور حافظ صاحب کو ہدیہ تبریک پیش کیا۔

علوم اسلامیہ میں تبحر علمی کے ساتھ ساتھ طب اسلامی میں آپ کو درک حاصل تھا۔ طبیہ کالج دہلی سے فاضل الطب والجراحت کا امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کر کے ڈگری حاصل کی۔ تقسیم اسناد کے موقع پر گاندھی جی نے آپ کو سند اور گولڈ میڈل دیا۔

جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر بھی رہے۔ تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ابتداء ہی سے آپ مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور آخر تک مسلم لیگی رہے۔

حافظ صاحب ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں گوندلانوالہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں فضل دین تھا۔

ابتدائی تعلیم مولانا علاؤ الدین (گوجرانوالہ) سے حاصل کی۔ بعد ازاں تقویۃ الاسلام امرتسر تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے جن اساتذہ کرام سے استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی

مولانا سید عبدالاول غزنوی

مولانا سید عبدالغفور غزنوی

مولانا محمد حسین ہزاروی

دہلی میں مولانا عبدالرزاق استاد الفنون سے استفادہ کیا اور وزیر آباد میں استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے بھی مستفیض ہوئے۔

تلامذہ

جس شخص نے ۶۲ سال تک تدریس فرمائی ہو، اس کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں ہے۔

لا یعلم جنود ربک الا ھو

مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری
مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی
مولانا حافظ محمد اسحاق
مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی
مولانا عبدالرحمان عتیق وزیر آبادی
مولانا علم الدین سوہدروی
مولانا عبدالقادر ندوی
مولانا محمد صدیق فیصل آبادی
مولانا عبدالخالق قدوسی
مولانا عطاء الرحمان اشرف
مولانا محمد اسحاق چیمہ
مولانا محمد خالد گھرجاکھی
علامہ احسان الٰہی ظہیر
مولانا حکیم محمود سلفی

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف
مولانا محمد عبداللہ گوجرانوالہ
مولانا محمد عبدہ الفلاح
مولانا محمد حنیف ندوی
مولانا محمد صادق خلیل
مولانا محمد اعظم
مولانا ارشاد الحق اثری
مولانا محمد اسحاق بھٹی
مولانا محمد علی جانباز
مولانا معین الدین لکھوی
مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری
مولانا قاضی محمد اسلم سیف
علامہ محمد مدنی بن حافظ عبدالغفور

تصانیف

حضرت العلام محدث گوندلوی جہاں فن تدریس کے امام تھے، وہاں آپ بلند پایہ

مصنف بھی تھے۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تقاریر صحیح بخاری .... (عربی)
۲۔ بغیۃ الفحول شرح رسالہ اصول فقہ شاہ اسماعیل شہید .... (عربی)
۳۔ تحفۃ الاخوان .... (عربی)
۴۔ البدور البازغہ .... (عربی)
۵۔ مسئلہ ایمان .... (عربی)
۶۔ شرح مشکوٰۃ المصابیح .... (عربی)
۷۔ حواشی صحیح بخاری .... (عربی)
۸۔ آمالی علی البخاری .... (عربی)
۹۔ زبدۃ البیان فی تنقیح حقیقۃ الایمان و تحقیق زیادۃ و نقصان .... (عربی)
۱۰۔ دوام حدیث
۱۱۔ تنقید المسائل
۱۲۔ ختم نبوت
۱۳۔ معیار نبوت
۱۴۔ اسلام کی پہلی کتاب
۱۵۔ اسلام کی دوسری کتاب
۱۶۔ الاصلاح .... (جلد اول)
۱۷۔ الاصلاح .... (جلد دوم)
۱۸۔ خیر الکلام فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام
۱۹۔ اثبات التوحید فی ابطال التثلیث
۲۰۔ التحقیق الراسخ
۲۱۔ صلوٰۃ مسنونہ
۲۲۔ ایک اسلام
۲۳۔ اہداء ثواب

۲۴۔ ردمولودمروج

۲۵۔ تحفۃ الواعظین منظوم .... (پنجابی)

۲۶۔ حنفی اہلحدیث

۲۷۔ سنت خیر الانام درسہ وتر یک سلام

۲۸۔ ردحسن المولد

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

حضرت العلام محدث گوندلوی کی (۶) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

خیر الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام

یہ کتاب ایک تقلیدی مصنف کے ایک رسالہ کا جواب ہے۔ اس میں بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ امام کے پیچھے بغیر سورہ فاتحہ پڑھے کسی کی نماز نہیں ہوتی۔

یہ کتاب ۱۹۵۶ء میں سکول بک ڈپو گوجرانوالہ نے شائع کی۔

تنقید المسائل

یہ کتاب مولانا سید مودودی کی بعض تحریروں کے جواب میں ہے مثلاً
مولانا مودودی کی ایک عبارت ہے کہ
جس دین کو میں (مودودی) لے کر آیا ہوں، اگر کوئی لبیک نہیں کہے گا تو اس کی موت یہودیت یا نصرانیت پر ہوگی۔
حافظ صاحب نے اس پر اچھی خاصی بحث کی ہے۔
یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد

اہداء ثواب

اس کتاب میں تیجہ، ساتواں، دسواں اور چالیسواں کے بدعت ہونے کو بدلائل قرآن و

حدیث ثابت کیا گیا ہے۔ پھر میت کو نفع وثواب پہنچانے کے جائز طریقے کو واضح کیا گیا ہے۔

یہ کتاب لاہور سے شائع ہوئی۔ سن اشاعت ندارد۔

الاصلاح

یہ کتاب ۲ جلدوں میں ہے اور مولوی محمد حسین حنفی کے رسالہ ''جواز فاتحہ علی الطعام'' کا جواب ہے۔

۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی۔

سنت خیر الانام در سہ وتر یک سلام

اس کتاب میں وتروں کی تعداد اور وتر میں دو رکعت پر بیٹھنے اور تشہد پڑھنے پر بحث ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ تین وتر میں دو رکعت پر قعدہ کرنا کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

اس کتاب پر سن اشاعت نہیں ہے۔

وفات

حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی نے ۱۴ رمضان ۱۴۰۵ھ/۴ جون ۱۹۸۵ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کیا۔ مولانا محمد عبداللہ مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان کلاں میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب علیم ناصری نے حضرت حافظ صاحب کی وفات پر اپنے جذبات کا یوں اظہار کیا۔

رحلت حضرت محدث نے کیا یوں مضمحل
سب مجنوں کے حواس و ہوش یکسر کھو گئے

☆☆☆

(۳۴)

احسان الٰہی ظہیرؒ

شعلہ نوا خطیب، جادو بیان مقرر، عربی ادب کا مایہ ناز ادیب، بیباک صحافی، بلند پایہ دانشور اور نقاد، عربی، فارسی، انگریزی زبانوں میں مصنف۔ عالم عرب کی مقبول ترین شخصیت اور علوم دینیہ میں جامع العلوم اور علامہ اقبال کے اس شعر کے مصداق

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(پروفیسر حکیم راحت نسیم)

احسان الٰہی ظہیرؒ

۱۳۶۴ھ............۱۴۰۷ھ

۱۹۴۵ء............۱۹۸۷ء

اسلام ایک انسان میں کس قدر عظیم الشان انقلاب برپا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرنے کی راہ میں ہر قسم کی رکاوٹیں دور کر دیتا ہے، اس کی مثال ہمارے سامنے علامہ حافظ احسان الٰہی ظہیر شہید تھے کہ جنہیں دین اسلام اور مسلک اہلحدیث سے اس قدر محبت تھی کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

ان کا شمار عربی کے نمایاں ادیبوں میں ہوتا تھا۔ عجمی ہونے کے باوجود عربی زبان میں اس قدر مہارت پیدا کرلی تھی کہ اس کا اندازہ نہیں ہوسکتا تھا کہ آپ عجمی ہیں۔

علامہ صاحب کی تمام تصانیف عربی زبان میں ہیں اور ان کا موضوع "فرق" ہے۔ فارسی، انگریزی اور اردو میں بھی ان کی کتابیں ہیں لیکن زیادہ تصانیف عربی زبان میں ہیں۔

علامہ شہید تحریر و تقریر میں بے مثال تھے۔ ان کی تحریروں میں عربی ادب کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔ تقریر میں ان کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ شعلہ نوا خطیب تھے۔ ان کی خطابت کا عرب ممالک کے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ بلند مرتبہ عالم دین، خطیب، مقرر، مصنف، دانشور، نقاد، مبصر، محقق، مورخ، صحافی، ادیب اور سیاستدان تھے۔ ملکی سیاست سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ عالمی سیاست سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ بڑے جہاندیدہ تھے۔ ایسے عظیم انسان صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید جید عالم دین تھے اور اپنے مسلک اہلحدیث سے بہت زیادہ

محبت کرنے والے تھے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ شغف اور عشق تھا اور حدیث کے معاملہ میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔

حدیث نبویؐ سے محبت اور ان کے شغف کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ صاحب غالباً ۱۹۸۲ء۔ ۸۳ء میں پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم کی دعوت پر تبلیغی سلسلہ میں سوہدرہ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ مولانا عطاء الرحمان شیخوپوری اور مولوی نذیر احمد سبحانی بھی تھے۔ حکیم صاحب مرحوم کے ہاں رات کا کھانا کھایا اور کچھ دیر کے لئے آرام کرنے کے لئے علیحدہ کمرے میں چلے گئے۔ راقم ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو بڑی محبت سے ملے، خیریت دریافت کی۔

میں نے ایک مضمون مولانا حمید الدین فراہی پر ”ترجمان الحدیث“ میں اشاعت کے لئے بھیجا ہوا تھا لیکن ابھی تک شائع نہیں ہوا تھا۔ راقم نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو علامہ شہید نے فرمایا۔

> عراقی صاحب، میں آپ کا مضمون ساتھ لانا بھول گیا۔ میں یہ مضمون ترجمان الحدیث میں شائع نہیں کروں گا اس لئے کہ مولانا حمید الدین فراہی کا نظریہ حدیث سلف صالحین جیسا نہیں ہے۔ کیا آپ نے مولانا محمد اسماعیل سلفی کی کتاب ” جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث“ نہیں پڑھی؟ اس میں مولانا سلفی مرحوم نے لکھا ہے کہ مولانا حمید الدین فراہی وغیرہ کو ہم منکر حدیث کے گروہ میں شامل نہیں کرتے لیکن ان کی تحریروں سے حدیث نبویؐ کا استحقار ظاہر ہوتا ہے جس سے منکرین حدیث کو تقویت پہنچ سکتی ہے۔
>
> اور میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معمولی سی مداہنت بھی برداشت نہیں کرسکتا۔
>
> اس کے بعد علامہ شہید نے فرمایا۔
>
> میں آپ کا مضمون واپس بھیج دوں گا۔ آپ یہ مضمون حکیم عبدالرحیم اشرف صاحب کو بھیج دیں۔ وہ اپنے رسالہ المنبر میں شائع کر دیں گے۔ وہ مولانا فراہی کے عقیدت مند ہیں۔ چنانچہ علامہ صاحب نے مضمون مجھے واپس بھیج دیا

اور میں نے یہ مضمون حکیم صاحب کو بھیج دیا اور انہوں نے المعمر میں شائع کر دیا۔

علامہ شہید بہت صاف گو تھے اور ان کی صاف گوئی سے ان کے بعض ساتھی ان سے نالاں بھی رہتے تھے لیکن وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور اپنے جماعتی رفقاء پر منہ در منہ صاف تنقید کرتے۔ اس معاملہ میں کسی سے کوئی مداہنت نہ تھی۔ چونکہ ہر شخص ان کی دیانت، خلوص اور مخصوص طبیعت سے واقف تھا، اس لئے ان کی تنقید کو برداشت کیا جاتا۔

علامہ صاحب قدرت کی طرف سے بڑے اچھے دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، دردمند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا۔ ذہن و ذکاوت کے ساتھ ساتھ قوت حافظہ بھی بہت قوی تھی۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایۂ علم تھا۔ تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے۔ ملکی سیاسیات سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اپنی ناقدانہ رائے رکھتے تھے۔ عالمی سیاست سے بھی پوری طرح آگاہ تھے۔ ادب عربی کا بڑا ستھرا مذاق رکھتے تھے۔ عربی کے بلند پایہ فطری انشاء پرداز تھے۔ بہر حال یہ کہنا ان کے حق میں حرف بحرف صحیح ہے کہ آپ جامع العلوم تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر ۳۱ مئی ۱۹۴۵ء/ ۱۸ جمادی الاولی ۱۳۶۴ھ شہر اقبال سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی شیخ ظہور الٰہی تھا جو بڑے دیندار، متبع سنت اور بڑے عابد و زاہد تھے اور دین اسلام کی بڑی تڑپ رکھنے والے تھے۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر کی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا اور دار العلوم شہابیہ سیالکوٹ سے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد آپ کے والد شیخ ظہور الٰہی نے آپ کو جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ بھیج دیا۔ گوجرانوالہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ جامعہ سلفیہ فیصل آباد چلے گئے اور ان ہر دو مدارس میں آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل کی۔

آپ نے دو نامور علماء سے اکتساب فیض کیا۔

شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی

حضرت العلام استاذ العلماء حضرت محمد گوندلوی

کا

حضرت العلام محدث گوندلوی نے اپنے اس لائق شاگرد سے اپنی بیٹی نکاح کر دیا۔

علامہ صاحب کو حضرت محدث گوندلوی سے بہت زیادہ محبت تھی اور حضرت العلام کی

دینی بصیرت، احکام اسلامیہ کی حکمت و مصلحت اور اختلاف مذاہب پر ان کی جچی تلی رائے اور حدیث نبوی پر ان کی ژرف نگاہی کے معترف تھے۔

علامہ صاحب کہا کرتے تھے کہ

> مجھے عالم اسلام میں حضرت العلام محدث گوندلوی کی ژرف نگاہی اور تعمق کسی دوسرے عالم میں نظر نہیں آتا۔

جامعہ سلفیہ فیصل آباد سے تحصیل علم کے بعد علامہ صاحب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے جن جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانی ؒ
شیخ و محدث محمد امین الشنقیطی
شیخ عبدالقادر
شیخ عطیہ محمد سالم
شیخ عبدالعزیز ؒ بن باز مفتی اعظم سعودی عرب

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد علامہ صاحب واپس وطن آئے اور توحید الٰہی و سنت نبوی کی اشاعت میں مشغول ہوئے۔ مسجد اہلحدیث چینیانوالی لاہور کے خطیب مقرر ہوئے۔ مسجد چینیانوالی وہ تاریخی مسجد ہے جس کے مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالواحد غزنوی اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہم اللہ اجمعین خطیب رہ چکے تھے۔

مسجد چینیانوالی کا خطیب مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کو ہفت روزہ الاعتصام کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف الاعتصام کے پرنٹر اور پبلشر تھے۔ بعض جماعتی امور میں اختلاف کی وجہ سے مولانا عطاء اللہ مرحوم نے الاعتصام اپنے قبضہ میں لے لیا اور جمعیت اہلحدیث نے ہفت روزہ اہلحدیث کا ڈیکلریشن حاصل کر لیا اور علامہ صاحب کو اہلحدیث کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد علامہ صاحب نے اہلحدیث سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنا ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' جاری کیا۔ ترجمان الحدیث آج تک آپ کی یاد میں جاری ہے اور دین اسلام کی اشاعت میں کوشاں ہے۔

جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں علامہ شہید کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔

مولانا معین الدین لکھوی اور میاں فضل حق مرحوم سے کچھ اصولی اختلافات کی وجہ سے علیحدہ ہو گئے اور علیحدہ جمیعت اہلحدیث پاکستان کے نام سے جماعت بنائی جس کا امیر مولانا محمد عبداللہ گوجرانوالہ کو بنایا گیا اور علامہ صاحب ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور آپ نے جمیعت اہلحدیث کو منظم کر کے اس میں ایک تحرک وتموج پیدا کیا اور جمیعت اہلحدیث کو ملک کے گوشے گوشے میں متعارف کرایا۔

علامہ شہید ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۷۲ء میں تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کی۔ اس دوران آپ مصائب و آلام کا شکار ہوئے۔ آپ پر قتل وغیرہ کے مقدمات قائم کئے گئے لیکن آپ کے پائے استقلال میں تزلزل پیدا نہ ہوا۔ ۱۹۷۸ء میں تحریک استقلال سے علیحدگی اختیار کر لی۔

علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک عالمی شخصیت تھے۔ بسلسلہ تبلیغ دین اسلام مشرقی اور مغربی ممالک کے تبلیغی سفر کئے۔ عرب ممالک میں آپ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور عرب ممالک کے جلیل القدر علمائے کرام سے آپ کے روابط تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ علامہ شہید نامور خطیب اور مقرر تھے اور اس کے ساتھ نامور عالم دین اور بلند پایہ صحافی بھی تھے۔ ان کے اوصاف وکمالات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ علوم اسلامیہ کا بحر بیکراں تھے۔ حق گوئی وبیباکی میں بھی ان کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ بڑے جری اور صاحب عزم تھے۔

تصانیف

علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک کامیاب مصنف تھے۔ ان کی تصانیف عربی، فارسی، انگریزی اور اردو میں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ الشیعۃ واہل البیت .... (عربی)

۲۔ الشیعۃ والسنۃ .... (عربی)

۳۔ الشیعۃ والتشیع .... (فرق وتاریخ) (عربی)

۴۔ الشیعہ والقرآن .... (عربی)

۵۔ البریلویہ .... (عربی)

۶۔ القادیانیۃ .... (عربی)

۷۔ البہائیہ .... (عربی)

۸۔ البابیۃ .... (عرض ونقد)(عربی)

۹۔ التصوف .... (المنشاء والمصادر) (عربی)

۱۰۔ الاسماعیلیۃ .... (عربی)

۱۱۔ بین الشیعہ واہل السنۃ .... (عربی)

۱۲۔ دراسۃ فی التصوف .... (عربی)

۱۳۔ الشیعہ والسنۃ .... (فارسی)

۱۴۔ القادیانیۃ .... (انگریزی)

۱۵۔ الشیعہ والسنۃ .... (اردو)

۱۶۔ الشیعہ واہل البیت .... (اردو)

۱۷۔ البریلویۃ .... (اردو)

۱۸۔ سفرنامہ حجاز .... (اردو)

۱۹۔ نماز نبویؐ .... (اردو)

۲۰۔ اسلام اور مرزائیت .... (اردو)

۲۱۔ سقوط ڈھاکہ .... (اردو)

۲۲۔ الشیعہ والسنۃ .... (انگریزی)

مشہور تصانیف کا تعارف

علامہ شہید کی دو کتابوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

القادیانیۃ

یہ علامہ شہید کی مشہور کتاب ہے جو آپ نے اپنے زمانہ طالب علمی جامعہ اسلامیہ مدینہ

منورہ میں لکھی۔

اس کتاب کی تالیف پر شیخ ابن باز نے آپ سے فرمایا کہ آپ اس کتاب پر اپنے نام کے آگے فاضل مدینہ یونیورسٹی لکھ دیں حالانکہ علامہ صاحب اس وقت جامعہ اسلامیہ میں زیر تعلیم تھے۔

کتاب کے شروع میں استاد علامہ السید محمد المنتصر الکتانی سابق رئیس شعبہ علوم القرآن والسنۃ جامعہ دمشق اور فضیلۃ الشیخ عطیہ محمد سالم استاد الفقہ والادب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی تقاریظ شامل ہیں۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) قادیانیت استعماری حربہ
(۲) قادیانیت اور مسلمان
(۳) متنبی قادیانی کی طرف سے انبیاء وصلحا کی توہین
(۴) متنبی قادیانی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثلت وعظمت (معاذ اللہ)
(۵) قادیانیت اور اس کے عقائد
(۶) قادیانی متنبی اور تاریخ
(۷) متنبی قادیانی اور پیش گوئیاں
(۸) قادیانیت اور مسیح موعود
(۹) قادیانی زعماء اور فرقے
(۱۰) ختم نبوت اور قادیانی تحریفات

یہ کتاب اب تک (۳۳) مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔

البریلویہ

یہ کتاب برصغیر کے فرقہ بریلوی کے حالات اور عقائد پر مشتمل ہے اور پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔

شروع میں علامہ شہید کا مقدمہ اور شیخ عطیہ محمد سالم کی تقریظ ہے۔

ابواب کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) بریلویت، تاریخ اور اس کا بانی

(۲) بریلوی عقائد

(۳) بریلویت اور اس کی تعلیمات

(۴) بریلویت اور مسلمانوں کی تکفیر

(۵) بریلویت اور خرافات

یہ کتاب اب تک ۱۳ بار طبع ہو چکی ہے۔

شہادت

۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو قلعہ لچھمن سنگھ راوی روڈ لاہور میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے کہ بم کے دھماکہ سے شدید زخمی ہو گئے۔

۲۹ مارچ ۱۹۸۷ء کو آپ کو خادم الحرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی ہدایت پر فیصل ملٹری ہسپتال ریاض پہنچایا گیا جہاں آپ ۲۲ گھنٹے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں امام دارالہجرۃ مالک بن انسؒ کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے۔

اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواۃ الجنۃ الفردوس.

☆☆☆

(۳۵)

محمد حنیف ندوی ؒ

صاحب تحقیق عالم تھے، علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔

(محمد عطاء اللہ حنیف ؒ)

تفسیر مولانا کا خاص موضوع تھی۔ عربی کی قدیم و جدید تفاسیر کھنگال ڈالی تھیں اور قرآن کے مطالب و معانی اور رموز و نکات ان کے خزانہ ذہن میں محفوظ تھے۔ (محمد اسحاق بھٹی)

مرحوم کو علوم دینیہ کے تمام میدانوں میں یکسانیت حاصل تھی۔

(پروفیسر سراج منیر)

بڑے عالم و فاضل، محقق، مورخ، فلسفی اور علوم جدید کے ماہر تھے۔ عالمی اور ملکی سیاست سے پوری طرح باخبر تھے۔ (عنایت اللہ نسیم)

محمد حنیف ندویؒ

۱۳۲۶ھ............۱۴۰۷ھ

۱۹۰۸ء............۱۹۸۷ء

مولانا محمد حنیف ندوی علمائے اہلحدیث میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ بلند پایہ مفسر قرآن، محدث دوراں، فقیہ، مجتہد، مورخ، نقاد، مبصر، دانشور، ادیب، مفکر، معلم، متکلم، صحافی، فلسفی اور مصنف تھے اور اس کے علاوہ مقرر شیریں بیاں، سحر طراز خطیب، مجسمہ فہم و تدبر، فلسفہ اور عمرانیات میں یکتا اور عربی، فارسی اور اردو کے صاحب طرز ادیب تھے۔

مولانا محمد حنیف علوم اسلامیہ کے بحر ذخارؒ تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ میں مکمل دستگاہ حاصل تھی۔ فلسفہ اور عمرانیات پر ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور صحیح معنوں میں ان دونوں علوم کے نکتہ شناس تھے۔ انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ندوۃ العلماء نے برصغیر (پاک و ہند) میں ایسے جید عالم دین، مفکر اور دینی علوم میں دسترس رکھنے کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ سے مکمل آگاہی رکھنے والے علمائے کرام پیدا کیے جنہوں نے برصغیر کے علاوہ عالم اسلام اور مغربی دنیا میں بھی اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کا لوہا منوایا۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی ایسے لوگ تھے جو اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ مولانا محمد حنیف ندوی بھی اپنی جگہ ایک یگانہ روزگار اور نابغہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

مولانا محمد حنیف ندوی کا مطالعہ بہت ٹھوس تھا اور ان کے مطالعہ میں بڑی اونچی کتابیں آتی تھیں۔ حافظہ قوی تھا، ملکی سیاست سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ عالم اسلام اور برصغیر کی تمام دینی و علمی، قومی و ملی اور سیاسی تحریکات سے پوری طرح واقف تھے اور ہر تحریک کے قیام اور اس کے پس منظر سے مکمل آگاہ تھے اور اس کے ساتھ ہر تحریک کے بارے میں اپنی ایک ناقدانہ

رائے بھی رکھتے تھے۔

برصغیر کے ممتاز علمائے کرام میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ اجمعین کے علم وفضل اور ان کی دینی وعلمی اور سیاسی خدمات کے معترف تھے اور ان حضرات سے بہت زیادہ متاثر تھے۔

مولانا محمد حنیف ۱۰ جون ۱۹۰۸ء مطابق ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نورالعین تھا۔ سکول میں پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اس کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ فارسی کی تعلیم گوجرانوالہ کے حکیم ظہور الدین سے حاصل کی۔ درس نظامی کی تکمیل جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی سے کی۔ شیخ العرب والعجم استاذ العلماء حضرت العلام مولانا حافظ محمد محدث گوندلویؒ سے بھی مستفیض ہوئے۔ ۱۹۲۵ء/ ۱۳۴۴ھ میں جبکہ ان کی عمر ۱۷ سال تھی، مروجہ علوم اسلامیہ سے فراغت پائی۔

مشہور صحافی اور ادیب مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں

> گوجرانوالہ میں محمد حنیف پہلے طالب علم تھے جنہوں نے مولانا محمد اسماعیل سے علوم متداولہ کی تحصیل کی اور ان کی شاگردی سے متفخر ہوئے۔ انہوں نے اپنے اس لائق شاگرد کی بہترین طریقے سے علمی تربیت کی۔ اس پائے کا ذہین شاگرد انہیں بعد میں نہیں ملا۔

۱۹۲۵ء/ ۱۳۴۴ھ میں مولانا محمد حنیف شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل کی تحریک پر ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل نے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے نام ایک سفارشی خط دیا۔ سید صاحب اس وقت ندوۃ العلماء کے معتمد تعلیم تھے چنانچہ مولانا محمد حنیف کو ندوہ میں داخلہ مل گیا۔

مولانا محمد حنیف نے ندوہ میں جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں:

مولانا عبدالرحمان نگرامی ندوی ؒ
مولانا حیدر حسن ٹونکی ؒ
مولانا حفیظ اللہ اعظمی ؒ

مولانا محمد حنیف ندوہ میں ۵ سال رہے۔ پہلے تین سالوں میں نصاب کی کتابیں پڑھیں اور عربی ادب میں مہارت پیدا کی اور آخری دو سالوں میں تفسیر قرآن میں درجہ تخصص کیا۔

عربی ادب میں ندوۃ العلماء کے طلباء میں جن حضرات نے اپنا ایک مقام پیدا کیا اور اس فن میں یگانہ روزگار ہوئے، ان میں مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا حافظ مجیب اللہ ندوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد حنیف ندوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۳۰ء/ ۱۳۴۹ھ میں مولانا محمد حنیف ندوی ندوۃ العلماء سے فارغ ہوئے۔ کچھ عرصہ دارالمصنفین اعظم گڑھ میں مولانا سید سلیمان ندوی کے پاس رہے اور اسی سال آپ گوجرانوالہ (پنجاب) واپس آ گئے۔

۱۹۳۰ء کا سال برصغیر کی سیاست میں ہنگامہ خیز تھا۔ انگریزی حکومت کے خلاف اور آزادئ وطن کے لئے ملک میں کئی تحریکیں جاری تھیں۔ پنجاب میں گوجرانوالہ شہر کو ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی اور اس شہر کے لوگ آزادئ وطن کے سلسلہ میں بہت زیادہ سرگرم تھے۔ گوجرانوالہ کے نوجوانوں کی ایک جماعت ''نوجوان بھارت سبھا'' خاص طور پر قابل ذکر تھی۔ اس کا گوجرانوالہ میں بہت زور تھا۔ مولانا محمد حنیف ندوی اس جماعت میں شامل ہو گئے اور انگریزی حکومت کے خلاف تقریریں کرنے لگے۔ چنانچہ سی آئی ڈی نے ان کے خلاف حکومت کو رپورٹ بھیجی اور مولانا محمد حنیف ندوی گرفتار کر لئے گئے۔ عدالت میں مقدمہ چلا اور ۶ ماہ قید سنائی گئی اور آپ نے قید کی یہ مدت قصور جیل میں کاٹی۔

قید سے رہائی کے بعد مولانا محمد حنیف ندوی ۱۹۳۰ء/ ۱۳۴۹ھ کے آخر میں مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کے مشورہ اور تحریک پر مسجد مبارک اہلحدیث اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور کے خطیب مقرر ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۲ سال تھی۔ خطابت کے علاوہ درس قرآن مجید ان کے فرائض میں شامل تھا۔ چنانچہ آپ نے خطیب مقرر ہوتے ہی درس قرآن مجید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ درس قرآن روزانہ بعد نماز مغرب پون گھنٹہ ہوتا تھا۔ آپ کے درس میں

کالجوں کے پروفیسر، طلباء اور انگریزی تعلیم یافتہ حضرات شامل ہوتے تھے۔

مولانا محمد اسحاق بھی لکھتے ہیں۔

> تفسیر مولانا کا خاص موضوع تھا۔ عربی کی قدیم و جدید تفاسیر کھنگال ڈالی تھیں اور قرآن کے مطالب و معانی اور رموز و نکات ان کے خزانہ ذہن میں محفوظ تھے۔ اس لئے لوگ جوق در جوق ان کے درس قرآن میں شامل ہونے لگے۔ خطبہ جمعہ میں بھی لوگوں کی کثرت ہوتی تھی۔ سامعین میں مولانا ظفر علی خاں بھی شریک ہوتے۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے ۱۸ سال کے عرصہ میں تین بار درس میں قرآن مجید ختم کیا۔ تیسری بار ۳۰ ویں پارہ کی سورۃ ''والتین'' تک پہنچے تھے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور مسجد مبارک میں آنے والے لوگ ان کے افکار عالیہ کی سماعت سے محروم ہو گئے۔ ۱۸ سال کی مدت میں بے شمار طلباء اور اساتذہ نے آپ سے استفادہ کیا اور قرآن کے مطالب و معانی کو سمجھا۔

مسجد مبارک کے زمانہ خطابت میں مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے ان کو اخبار زمیندار کے عملہ ادارت میں شامل ہونے کی پیشکش کی لیکن آپ نے بطریق احسن معذرت کر لی۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک نے بھی اپنے اخبار انقلاب کے عملہ ادارت میں شامل ہونے کی پیشکش کی لیکن آپ نے اس کو بھی قبول نہ کیا۔

مولانا محمد حنیف ندوی بطور صحافی

مولانا محمد حنیف ندوی سب سے پہلے ماہنامہ ''حقیقت اسلام'' لاہور کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس رسالہ میں اسلام اور قرآن مجید سے متعلق بڑے علمی و تحقیقی مقالات شائع ہوتے تھے۔ اس رسالہ سے مولانا کا تعلق زیادہ عرصہ نہ رہا۔ اس کے بعد ماہنامہ ''اسلامی زندگی'' لاہور کے مدیر مقرر ہوئے۔ یہ رسالہ بھی بڑا علمی و تحقیقی تھا مگر یہ رسالہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہ سکا۔ اس کے بعد مولانا عبدالمجید سوہدروی کے ''رسالہ مسلمان سوہدرہ'' کے نائب مدیر مقرر ہوئے لیکن دو ماہ بعد علیحدہ ہو گئے اور علیحدگی کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا محمد حنیف ندوی رسالہ مسلمان کو خالص علمی

پرچہ بنانا چاہتے تھے اور مولانا عبدالمجید جو رسالہ کے مالک و مدیر تھے، اس کے حق میں نہ تھے۔ اس لئے اختلاف پیدا ہوا اور یہ اشتراک صرف ۲ ماہ ہی رہا۔

جون ۱۹۴۷ء/ ۱۳۶۶ھ میں گوجرانوالہ کی جماعت اہلحدیث نے ہفت روزہ ''الاخوان'' جاری کیا اور مولانا محمد حنیف ندوی کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا لیکن ملک میں افراتفری کا عالم تھا۔ صرف ایک شمارہ شائع ہوا جو پہلا بھی تھا اور آخری بھی۔

ادارہ ''اسلام کی تعمیر نو''

قیام پاکستان کے بعد نواب افتخار حسین آف ممدوٹ نے، جو پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے، علامہ محمد اسد (جرمن) کی سربراہی میں ایک ادارہ ''اسلام کی تعمیر نو (کنسٹرکشن آف اسلام)'' کے نام سے قائم کیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی بھی اس کے رکن بنائے گئے۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہرویؒ بھی اس ادارہ کے رکن تھے۔

مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس ادارہ میں ایک سال تک کچھ کام نہ ہوا۔ نہ کوئی کتاب شائع کی اور نہ ہی کوئی پمفلٹ۔ اور نہ ہی کسی رکن ادارہ کو کوئی کام سونپا گیا۔ صبح دفتر جاتے، گپیں ہانکتے، زبانی جمع خرچ ہوتا اور زبانی ہی منصوبے بنتے۔ سارا دن چائے کا دور چلتا رہتا۔ آخر ایک سال بعد اس ادارہ کو ختم کر دیا گیا۔

ہفت روزہ الاعتصام

۱۹ اگست ۱۹۴۹ء کو مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم نے گوجرانوالہ سے ہفت روزہ الاعتصام جاری کیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کو اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ آپ ۱۵ مئی ۱۹۵۱ء تک ایڈیٹر رہے، اس کے بعد ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے وابستہ ہو گئے۔

الاعتصام میں آپ کے بے شمار علمی و تحقیقی، دینی و مذہبی، ادبی و سیاسی اور سیر و سوانح پر مقالات شائع ہوئے اور آپ کے کئی مقالات خاصے طویل تھے مثلاً

چہرہ نبوت قرآن کے آئینہ میں

اور

مرزائیت نئے زاویوں سے

یہ دونوں مقالات مولانا محمد اسحاق بھٹی کی سعی و کوشش سے کتابی صورت میں شائع ہو گئے ہیں۔

جماعت اہلحدیث کے لئے خدمات

قیام پاکستان سے قبل "آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس" تھی اور صوبائی جماعت "انجمن اہلحدیث پنجاب" تھی۔ مولانا محمد حنیف ندوی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے رکن تھے اور انجمن اہلحدیث پنجاب کی مجلس عاملہ کے بھی رکن تھے۔

قیام پاکستان کے بعد "مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان" کا قیام عمل میں آیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرحوم کو صدر اور پروفیسر عبدالقیوم مرحوم کو جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ مولانا محمد حنیف ندوی کو مجلس عاملہ کا رکن نامزد کیا گیا۔

اپریل ۱۹۵۵ء میں لائل پور (فیصل آباد) میں سالانہ اہلحدیث کانفرنس ہوئی جس کی صدارت مولانا سید اسماعیل غزنویؒ نے کی تھی۔ اس کانفرنس میں یہ طے پایا کہ جماعت اہلحدیث کا ایک "مرکزی دارالعلوم" قائم کیا جائے۔ چنانچہ تمام علمائے کرام نے اس سے اتفاق کیا اور اس دارالعلوم کا نام مولانا محمد حنیف ندوی کی تجویز پر "جامعہ سلفیہ" منظور ہوا۔

علمی تبحر

مولانا محمد حنیف ندوی اپنے علمی مرتبہ کے لحاظ سے صاحب کمال تھے۔ قرآن مجید، تفسیر، حدیث و سنت، تاریخ و سیر، اسماء الرجال، ادب و انشاء، فقہ و اصول فقہ، فلسفہ و کلام اور منطق، لغت و عربیت اور صرف و نحو میں عبور و استحضار حاصل تھا۔ فلسفۂ قدیم و جدید پر ان کی نظر بہت زیادہ وسیع تھی۔ ان کے علمی تبحر اور صاحب فضل و کمال ہونے کی وجہ سے حکومت پاکستان نے ان کو "اسلامی نظریاتی کونسل" کا رکن نامزد کیا اور آپ دس سال ۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۲ء رکن رہے۔

مشہور اہل علم و قلم نے مولانا محمد حنیف ندوی کے صاحب کمال ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ پروفیسر سراج منیر مرحوم لکھتے ہیں کہ

مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم کو علوم دینیہ کے تمام میدانوں میں یکسانیت حاصل تھی۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

مولانا محمد حنیف ندوی بڑے عالم و فاضل، محقق، مورخ، فلسفی اور علوم جدیدہ کے ماہر تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ سیاسیات حاضرہ کے علاوہ عالمی سیاست سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ بڑے خوش اخلاق اور وضعدار تھے۔ مولانا ظفر علی خاں سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان کی علمی و سیاسی خدمات کے معترف تھے۔ مجھ سے جب بھی ملاقات ہوتی، مولانا ظفر علی خاں کے اشعار سننے کی فرمائش کرتے اور اشعار سن کر بہت محظوظ ہوتے۔

مولانا عطاء اللہ مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ

مولانا محمد حنیف ندوی صاحب تحقیق عالم تھے۔ علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔

تلامذہ

مولانا محمد حنیف ندوی نے باقاعدہ طویل مدت تک کسی دارالعلوم میں تدریسی خدمات انجام نہیں دیں لیکن جامعہ سلفیہ کے ابتدائی دور (لاہور) میں اور ادارۃ العلوم الاثریہ فیصل آباد میں ان سے چند حضرات نے استفادہ کیا۔ جن کے نام یہ ہیں۔

حافظ عبدالرشید گوہڑوی
حافظ عزیز الرحمان لکھوی
مولانا عبدالرشید (نومسلم)
قاضی محمد اسلم سیف
ڈاکٹر مجیب الرحمان صدر شعبہ اسلامیات راج شاہی یونیورسٹی (بنگلہ دیش)
مولانا ارشاد الحق اثری
صاحبزادہ برق التوحیدی

علامہ محمد مدنی (جہلم)

مولانا خالد سیف (اسلام آباد)

تصانیف

مولانا محمد حنیف ندوی بلند پایہ صاحب قلم تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر جو کتابیں تصنیف کیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ تفسیر سراج البیان .... (۵ جلد)
۲۔ ترجمہ قرآن مجید مولانا فتح محمد جالندھری پر نظر ثانی
۳۔ مطالب القرآن فی ترجمۃ القرآن
۴۔ ترجمہ صحیح بخاری بنام "الاسوۃ"
۵۔ گاندھی جی کی سیوا میں شردھا کے پھول
۶۔ مجبوریاں
✓ ۷۔ مسئلہ اجتہاد
۸۔ افکار ابن خلدون
۹۔ سرگزشت غزالی
۱۰۔ تعلیمات غزالی
۱۱۔ مکتوب مدنی
۱۲۔ عقلیات ابن تیمیہ
۱۳۔ افکار غزالی
۱۴۔ مسلمانوں کے عقائد و افکار .... (۲ جلد)
۱۵۔ اساسیاتِ اسلام
۱۶۔ تہافتۃ الاسلام .... (تلخیص و تفہیم)
۱۷۔ مطالعہ قرآن
۱۸۔ مطالعہ حدیث

۱۹۔ لسان القرآن.............................. (۲ جلد)

۲۰۔ چہرہ نبوتؑ قرآن کے آئینہ میں

۲۱۔ مرزائیت نئے زاویوں سے

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا محمد حنیف ندوی کی (۵) مشہور کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

تفسیر سراج البیان

تفاسیر قرآن مجید میں اس تفسیر کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں مصنف علام نے آیات قرآنی سے جو مجموعی مطالب اخذ کیے ہیں، انہیں نہایت خوبصورتی سے جامع الفاظ میں لکھ دیا ہے۔

یہ تفسیر ۱۹۳۴ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ ۱۹۸۶ء میں اس کا ۱۶واں ایڈیشن شائع ہوا۔

مسئلہ اجتہاد

اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام ایک مکمل اور ابدی ضابطہ حیات ہے۔ اسلام جہاں اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ توحید کیا ہے اور ایمان کے داعیے کیسے پیدا ہوتے ہیں اور کردار و تشکیل کے کیا ذرائع ہیں، وہاں اس بات کی بھی وضاحت کرتا ہے کہ کسی اجتماعی اور معاشرتی مسائل میں احکام و مسائل کی کیا شکل ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔

اساسیات اسلام

اس کتاب میں مصنف نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ اسلام میں ہمارے تہذیبی، ثقافتی، اقتصادی، روحانی اور سیاسی مسائل کا حل بطریق احسن موجود ہے۔ اگر اس کے تمام پہلوؤں پر صدق دل سے غور کیا جائے اور ان کو محور عمل بنایا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں ہر شے موجود ہے،

کہیں تشنگی کا احساس نہیں ہوتا۔

یہ کتاب ۱۹۷۳ء میں شائع ہوئی۔

مطالعۂ قرآن

اس کتاب میں مصنف نے قرآن مجید سے متعلق تمام مباحث و مسائل پر محققانہ اظہار خیال کیا ہے جن سے قرآن فہمی میں مدد ملتی ہے اور اس کتاب عظیم کی عظمت و رفعت واضح شکل میں سامنے آتی ہے اور قرآن مجید کے علوم و معارف اور دعوت اسلوب کا تفصیلی نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۸ء میں شائع ہوئی۔

مطالعہ حدیث

اس کتاب میں مولانا محمد حنیف نے حجیت حدیث، کتابت حدیث، تدوین حدیث اور اس کی اشاعت و فروغ کے سلسلہ میں عہد نبویؐ میں جو پیش رفت ہوئی، اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

یہ کتاب ۱۹۷۹ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔

وفات

مولانا محمد حنیف ندوی نے ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء/ ۱۵ ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ بعمر ۷۹ سال لاہور میں انتقال کیا۔ مولانا فضل الرحمان خطیب مسجد مبارک اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور نے نماز جنازہ پڑھائی اور وحدت روڈ کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔ اللھم اغفرہ وارحمہ

☆☆☆

(۳۶)

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ

حدیث، فقہ الحدیث اور اسماء الرجال میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ مسائل کی تحقیق و تدقیق میں بہت زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔ (محمد علی جانباز)

وسیع المطالعہ، وسیع المعلومات اور بلند پایہ محقق تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان دونوں اکابر کی دینی اور سیاسی خدمات کے معترف تھے۔ (عنایت اللہ نسیم)

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ

۱۳۲۸ھ............۱۴۰۸ھ

۱۹۱۰ء............۱۹۸۷ء

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ آپ ایک بلند مرتبہ عالم دین، محدث، محقق، دانشور، ادیب، صحافی، نقاد، مورخ، فقیہہ، متکلم، معلم، مدرس اور مصنف تھے۔ تمام علوم اسلامیہ پر ان کی نظر وسیع تھی۔ حدیث، فقہ حدیث اور اسماء الرجال میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ تاریخ پر بھی کافی عبور تھا۔

ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ کثرت مطالعہ کی وجہ سے ان میں تحقیق و تدقیق کا جذبہ بہت زیادہ کارفرما تھا۔ دینی و علمی مطالعہ کے ساتھ ساتھ تاریخی اور سیاسی مطالعہ کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ برصغیر (پاک و ہند) کی دینی و علمی، قومی و ملی اور سیاسی تحریکات سے مکمل طور پر واقف تھے اور ہر تحریک کے قیام اور پس منظر سے آگاہ تھے اور ہر تحریک کے بارے میں اپنی ایک ناقدانہ رائے رکھتے تھے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف "شیخ الاسلام ابن تیمیہ"، حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن حجرؒ اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تصانیف کے شیدائی اور دلدادہ تھے اور ائمہ کرام کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے تھے۔

ان کی ساری زندگی دین اسلام کی اشاعت، توحید الٰہی اور سنت نبویؐ کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت اور حدیث کی تدریس میں بسر ہوئی۔

جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں بھی ان کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔

مولانا عطاء اللہ ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں ضلع امرتسر کی تحصیل ترنتارن کے قصبہ بھوجیاں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے ہوا جو آپ نے مولوی عبدالکریم بھوجیانی سے پڑھا۔

مولوی عبدالکریم حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار کے فیض یافتہ تھے اور ترجمہ قرآن مجید اپنے والد میاں صدرالدین سے پڑھا۔

مولانا عطاء اللہ نے جن اساتذہ کرام سے مختلف علوم دینیہ میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولوی عبدالکریم بھوجیانی	میاں صدرالدین
مولانا فیض اللہ بھوجیانی	مولانا عبدالرحمان بھوجیانی
مولانا حاجی امان اللہ بھوجیانی	مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی
مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی	مولانا عطاء اللہ لکھوی
مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی	مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی

تکمیل تعلیم کے بعد گوجرانوالہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا لیکن گوجرانوالہ کی آب و ہوا راس نہ آئی تو ریاست فرید کوٹ کے قصبہ کپور تھلہ تشریف لے گئے اور وہاں تین سال تک تدریس فرماتے رہے۔

۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء میں فیروز پور (مشرقی پنجاب) چلے گئے اور وہاں آپ نے "جامعہ نذیریہ" کے نام سے ایک دینی مدرسہ قائم کیا اور ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء تک یعنی تقریباً نو سال اس مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء میں صوفی محمد عبداللہ نے آپ کو جامعہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ کا شیخ الحدیث مقرر کیا اور ایک سال تک اوڈانوالہ میں تدریس فرمائی۔ اس کے بعد دوبارہ فیروز پور تشریف لے گئے اور قیام پاکستان ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء تک فیروز پور ہی میں مقیم رہے۔

تقسیم ملک پر پورے مشرقی پنجاب میں ہندو مسلم فسادات ہوئے اور ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں۔ املاک تباہ ہوئیں۔ مولانا عطاء اللہ کا کتب خانہ جو نادر و نایاب کتابوں پر مشتمل تھا، ضائع ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد گوندلانوالہ تشریف لائے اور گوندلانوالہ میں آپ کا قیام مختصر ہی رہا۔

اگست ۱۹۴۹ء میں آپ نے گوجرانوالہ سے ہفت روزہ الاعتصام جاری کیا جو دسمبر ۱۹۵۲ء

میں گوجرانوالہ سے لاہور منتقل ہو گیا۔ الاعتصام آپ کا ذاتی اخبار تھا۔ بعد میں جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی تحویل میں دے دیا اور کئی سال تک یہ اخبار جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کی نمائندگی کرتا رہا لیکن بعد میں کچھ ایسے ناروا حالات پیدا ہوئے کہ مولانا عطاء اللہ حنیف نے الاعتصام کو دوبارہ اپنی تحویل میں لے لیا۔

الاعتصام آج تک جاری ہے اور دین اسلام اور کتاب و سنت کی ترقی اور مسلک اہلحدیث کی اشاعت میں کوشاں ہے۔ الاعتصام کے مختلف ادوار میں کئی علمائے کرام اس کے ایڈیٹر رہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

مولانا محمد حنیف ندوی
مولانا محی الدین سلفی
علامہ احسان الٰہی ظہیر
حافظ صلاح الدین یوسف
قاری نعیم الحق نعیم
حافظ عبدالوحید

مولانا محمد اسحاق بھٹی
مولانا سید محمد داؤد غزنوی (نگران)
مولانا عطاء اللہ حنیف
مولانا علیم ناصری
حافظ احمد شاکر

آج کل مولانا فضل الرحمان الازہری اس کے سرپرست اور حافظ عبدالوحید ایڈیٹر ہیں اور حافظ احمد شاکر مدیر مسئول ہیں۔

جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کا قیام ۱۹۴۸ء/ ۱۳۶۷ھ میں عمل میں آیا۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی اس کے صدر اور پروفیسر عبدالقیوم ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ پروفیسر عبدالقیوم سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے تقریباً ایک سال بعد مستعفی ہو گئے۔ ان کی جگہ مولانا عطاء اللہ حنیف کو قائم مقام ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔ مستقل ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی کو بنایا گیا تھا لیکن حکومت نے انہیں گوجرانوالہ کی حدود میں نظر بند کر دیا تھا جس کی وجہ سے مولانا عطاء اللہ حنیف کو قائم مقام ناظم اعلیٰ بنایا گیا۔

مولانا عطاء اللہ حنیف دارالعلوم تقویۃ الاسلام لاہور کے بھی شیخ الحدیث رہے اور کئی سال تک آپ نے تقویۃ الاسلام لاہور میں تدریس فرمائی۔

۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء میں الجامعۃ السلفیہ کا قیام عمل میں آیا اور لاہور میں دارالعلوم تقویۃ

الاسلام میں اس کی ابتدا ہوئی تو اس میں جو اساتذہ کرام مختلف علوم پڑھانے پر مامور ہوئے، ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔	مولانا سید محمد داؤد غزنوی	(علوم القرآن)
۲۔	مولانا محمد اسماعیل سلفی	(اصول حدیث)
۳۔	مولانا محمد حنیف ندوی	(عربی ادبیات)
۴۔	مولانا عطاء اللہ حنیف	(صحاح ستہ کی تدریس)
۵۔	مولانا شریف اللہ خان	(فقہ و علم کلام)

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان کے قیام میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی کے شریک کار رہے اور جماعت اہلحدیث کو منظم اور فعال بنانے میں ان کی سعی و کوشش کا بڑا حصہ ہے۔ جمعیت اہلحدیث کے ناظم اعلیٰ بھی رہے اور اس کے علاوہ جمعیت اہلحدیث شہر لاہور کے امیر بھی رہے لیکن جب میاں فضل حق مرحوم جمیعتہ اہلحدیث پر قابض ہو گئے اور ناظم اعلیٰ کا عہدہ سنبھال لیا تو مولانا عطاء اللہ نے جمعیت اہلحدیث سے علیحدگی اختیار کر لی۔

تلامذہ

مولانا عطاء اللہ حنیف نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گزارا۔ مختلف دینی مدارس میں تدریس فرمائی۔ اس لئے ان کے تلامذہ کا حلقہ وسیع ہے اور ان کا شمار ممکن نہیں۔

آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد اسحاق حسینوی
مولانا محی الدین سلفی
مولانا محمد اسحاق بھٹی
حافظ عبدالرحمان گوہڑوی
مولانا محمد یحییٰ شرقپوری
مولانا محمد سلیمان انصاری

مولانا محمد یعقوب قریشی
مولانا معین الدین لکھوی
مولانا محی الدین لکھوی
حافظ محمد یحییٰ میرمحمدی
پروفیسر سید ابوبکر غزنوی
مولانا محمد صادق خلیل

حافظ صلاح الدین یوسف — حافظ نعیم الحق نعیم
مولانا سیف الرحمان الفلاح — حافظ احمد شاکر
حافظ عبدالرشید گوہڑوی — مولانا فضل الرحمان الازہری

مولانا عطاء اللہ حنیف کے علم وفضل اور ان کے صاحب تحقیق ہونے اور حدیث میں ان کی ژرف نگاہی کا اہل علم وقلم نے اعتراف کیا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز فرمایا کرتے ہیں کہ

> مولانا عطاء اللہ حنیف کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ حدیث، فقہ الحدیث اور اسماء الرجال پر ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تصانیف کے شیدائی تھے۔ مجھے سنن ابن ماجہ کی شرح (عربی) لکھنے کی تحریک مولانا عطاء اللہ نے ہی کی تھی۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ سوہدروی مرحوم مولانا عطاء اللہ حنیف کے دیرینہ دوستوں میں سے تھے۔

حکیم صاحب فرمایا کرتے تھے۔

> میں نے علمائے اہلحدیث میں مولانا عطاء اللہ حنیف جیسا بلند پایہ عالم دین اور محقق نہیں دیکھا۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور ان کی علمی وسیاسی اور تاریخی معلومات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ ان سے جب بھی کسی علمی وسیاسی موضوع پر گفتگو ہوئی تو ان کی معلومات سے میں حیران رہ جاتا۔
>
> مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خاں سے بہت زیادہ متاثر تھے اور ان دونوں اکابرین کی دینی وسیاسی خدمات کے معترف تھے۔ ان کے علمی تبحر، وسعت مطالعہ اور ذوق تحقیق کا ثبوت ان حواشی سے ہوتا ہے جو آپ نے حیات ابن تیمیہ”، حیات امام ابوحنیفہ” اور حیات امام احمد بن حنبل” پر رقم فرمائے ہیں۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم صحیح معنوں میں اس شعر کے مصداق تھے۔
>
> ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
> بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کتب خانہ

مولانا عطاء اللہ کو مطالعہ اور کتابیں جمع کرنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ فیروز پور (مشرقی پنجاب) میں بھی آپ نے کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ مولانا سید نواب صدیق حسن خان نے مختلف موضوعات پر عربی، فارسی اور اردو میں (۲۲۲) کتابیں لکھیں۔ فیروز پور میں مولانا عطاء اللہ مرحوم کے پاس مکمل (۲۲۲) کتابیں تھیں۔ ان کے علاوہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، حافظ ابن قیمؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی تمام مطبوع کتابیں مولانا مرحوم کے کتب خانہ میں موجود تھیں مگر یہ کتب خانہ تقسیم ملک کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد مولانا نے پہلے گوجرانوالہ میں سکونت اختیار کی۔ بعد میں لاہور منتقل ہو گئے تو دوبارہ آپ نے کتابیں جمع کرنے کی طرف توجہ کی چنانچہ آپ نے دوبارہ حضرت نواب صاحب مرحوم کی ۲۲۲ کتابیں اپنے کتب خانہ میں جمع کیں اور جو کتاب اصل نہ مل سکی تو اس کا فوٹو حاصل کر کے اس کو جلد کرا لیا۔ اسی طرح ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور ابن حجرؒ کی تصانیف دوبارہ جمع کیں۔

مولانا عطاء اللہ نے اپنے انتقال سے پہلے اپنا کتب خانہ وقف کرا دیا۔ اس سلسلہ میں ایک اکیڈمی ''الدار الدعوۃ السّلفیہ'' کے نام سے قائم کی جس کا صدر مولانا فضل الرحمان الازہری کو بنایا اور جنرل سیکرٹری اپنے صاحبزادہ حافظ احمد شاکر کو بنایا اور اس کے لئے شیش محل روڈ پر ایک عالی شان عمارت چار منزلہ تعمیر کی جس میں یہ کتب خانہ موجود ہے، مسجد بھی ہے اور الاعتصام کا دفتر بھی ہے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف نے برصغیر کے علمی رسائل و اخبارات کے مکمل فائل بھی جمع کیے۔ آپ کے کتب خانہ میں ماہنامہ اشاعۃ السنہ بٹالہ، اہلحدیث امرتسر، اخبار محمدی دہلی، ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، ماہنامہ برہان دہلی، ماہنامہ الفرقان لکھنؤ اور کئی دوسرے اخبارات و رسائل کے مکمل فائل موجود ہیں۔

حافظ احمد شاکر صاحب اس کتب خانہ میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی کا قدیم کتب خانہ جو ان کے دادا مولانا غلام نبی الربانی اور والد مولانا عبدالحمید

سوہدروی مرحوم نے جمع کیا تھا، حکیم محمد ادریس فاروقی جو مولانا سوہدروی مرحوم کے پوتے ہیں، نے ۲۵ ہزار میں حافظ احمد شاکر صاحب کو فروخت کر دیا ہے۔ مولانا محمد عبدہ الفلاح مرحوم کا کتب خانہ بھی ان کی وصیت کے مطابق الدار الدعوۃ السلفیہ کو منتقل ہو گیا ہے۔

یہ کتب خانہ اس وقت پاکستان کے کتب خانوں میں ایک مثالی کتب خانہ ہے۔ اہل تحقیق اس کتب خانہ سے مستفیض ہوتے ہیں۔

تصانیف

مولانا عطاء اللہ حنیف نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کی تصانیف عربی اور اردو میں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حواشی، تخریج و تنقیح و تعلیق تفسیر احسن التفاسیر
(عربی)
۲۔ حواشی الفوز الکبیر
۳۔ حواشی اصول تفسیر ابن تیمیہؒ
۴۔ التعلیقات السلفیہ (شرح سنن نسائی) (عربی)
۵۔ حواشی، تنقیح، تخریج و تعلیق تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ (عربی) (جلد ثالث)
۶۔ فیض الودود تعلیق سنن ابی داوٗد (عربی)
۷۔ احادیث رفع الیدین کا کوئی ناسخ نہیں
۸۔ رہنمائے حجاج
۹۔ قربانی کی شرعی حیثیت اور چند غلط فہمیوں کا ازالہ
۱۰۔ پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں
۱۱۔ اسلام اور قبروں کا عرس
۱۲۔ تعلیق الاتباع (عربی)
۱۳۔ ترجمہ الایقان فی سبب الاختلاف
۱۴۔ روح الانام عن محدثات عاشر محرم الحرام (عربی)
۱۵۔ کربلا کی کہانی حضرت ابوجعفر باقر کی زبانی

۱۶۔ امام شوکانی

۱۷۔ حواشی حیات امام احمد بن حنبلؒ

۱۸۔ حواشی حیات امام ابوحنیفہؒ

۱۹۔ حواشی امام ابن تیمیہؒ

۲۰۔ اتحاف النبیہ فیما یحتاج الیہ المحدث والفقیہ (عربی)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عطاء اللہ حنیف کی (۳) مشہور تصنیفات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

التعلیقات السلفیہ

یہ کتاب صحاح ستہ کے رکن عظیم امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی کی سنن نسائی کی شرح بزبان عربی ہے۔ اس شرح میں حدیث کے مشکل الفاظ کی شرح کی گئی ہے اور تعارض کی صورت میں تطبیق کی گئی ہے۔ ضعیف اور مدلس راوی کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس شرح میں علامہ سندھی اور علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری کے حواشی سنن نسائی بھی شامل کردیئے ہیں۔

یہ شرح پہلی بار ۱۹۵۶ء/۱۳۷۵ھ میں المکتبہ السلفیہ لاہور نے شائع کی۔

رہنمائے حجاج

اس کتاب میں حج کے تمام مسائل اور اس کی اقسام، مناسک حج اور دوران حج پڑھی جانے والی دعائیں اور حرمین شریفین کے تاریخی مقامات پر مختصر روشنی ڈالی ہے۔

یہ کتاب ۱۹۵۵ء/۱۳۷۴ھ میں شائع ہوئی۔

پیارے رسولؐ کی پیاری دعائیں

یہ کتاب دعائے ماثورہ کے مجموعہ پر مشتمل ہے۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس وقت تک تقریباً ڈیڑھ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوچکی ہے۔

وفات

مولانا عطاء اللہ پر ۱۹۸۳ء میں فالج کا حملہ ہوا جس سے صاحب فراش ہو گئے۔ تاہم مطالعہ آخر تک جاری رہا۔ تا آنکہ کل من علیھا فان کے تحت اس عالم نبیل نے ۳۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء/ ۱۴۰۸ھ کو لاہور میں انتقال کیا۔ حافظ محمد یحییٰ میر محمدی نے نماز جنازہ پڑھائی اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ راقم آثم کو بھی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔

راقم کے تعلقات

راقم نے مولانا عطاء اللہ حنیف کا نام ۱۹۵۲ء میں مولانا علم الدین خطیب مسجد گکے زیاں سوہدرہ کے ذریعہ سنا۔ مولانا علم الدین مرحوم مولانا عطاء اللہ حنیف کے گوندلانوالہ میں ہم درس تھے۔ ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۴ء مولانا عطاء اللہ مرحوم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ مولانا سے پہلی ملاقات اپریل ۱۹۵۵ء میں اہلحدیث کانفرنس لائل پور (فیصل آباد) میں ہوئی۔ بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے ملے۔ جولائی ۱۹۵۵ء میں راقم بسلسلہ ملازمت سوہدرہ سے لاہور چلا گیا اور ۱۹۷۴ء تک لاہور میں مقیم رہا۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم سے تعلقات کا سلسلہ وسیع سے وسیع ہوتا گیا۔

جب بھی ملاقات ہوتی، بڑی محبت سے پیش آتے اور ہمیشہ اچھی کتابیں پڑھنے کی تلقین کرتے۔

۱۹۷۴ء میں راقم لاہور سے وزیر آباد تبدیل ہو کر آ گیا تو مولانا مرحوم سے بذریعہ خط و کتابت ملاقات ہو جاتی تھی اور جب کبھی لاہور جانا ہوتا تو بغیر ملے کبھی بھی واپس نہ آیا۔ مولانا عطاء اللہ مرحوم متعدد بار راقم سے ملنے سوہدرہ تشریف لاتے تھے۔ پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم مرحوم سے بھی مولانا مرحوم کے دیرینہ تعلقات تھے اور مولانا علم الدین مرحوم کو اپنا مرشد مانتے تھے اور ان سے ملاقات کے لئے تین چار ماہ بعد سوہدرہ تشریف لاتے تھے۔

مولانا علم الدین کے انتقال کے بعد بھی مولانا سوہدرہ تشریف لاتے رہے۔ حکیم عنایت

اللہ نسیم کے صاحبزادہ حکیم راحت نسیم کی شادی پر بھی سوہدرہ تشریف لائے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف بڑی خوبیوں کے مالک انسان تھے۔ میں نے ان جیسا سادہ مزاج، شریف النفس اور ملنسار آدمی نہیں دیکھا۔

تمام زندگی تہمد استعمال کیا۔ رویت ہلال کمیٹی، مجلس شوریٰ اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہے اور ان تینوں کے اجلاس میں تہمد ہی سے شرکت کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔

☆☆☆

(۴۷)

غلام احمد حریریؒ

عظیم علمی شخصیت، ملنسار، حلیم الطبع، صاحب اخلاق، زہد و ورع کا مجسمہ، تقویٰ و طہارت کا نمونہ، دینی و علمی حلقوں میں بہت مقبول اور عربی و فارسی کے ممتاز ادیب تھے۔ (محمد علی جانباز)

غلام احمد حریریؒ

۱۳۳۸ھ............۱۴۱۱ھ

۱۹۲۰ء............۱۹۹۰ء

پروفیسر غلام احمد حریری کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔ آپ جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی کے مایہ ناز ادیب تھے اور بلند مرتبہ مدرس بھی تھے اور سب سے بڑھ کر ایک کامیاب مصنف بھی تھے۔

پروفیسر غلام احمد حریری ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں موضع طالب پور ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام چودھری حسین بخش تھا۔

آپ کے ننھیال دینا نگر ضلع گورداسپور میں تھے۔ وہیں سے آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ شروع ہی سے ذہین تھے۔ ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں زلزلہ آیا۔ اس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب کوئٹہ میں زلزلہ آیا۔

میٹرک پاس کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کی طرف توجہ کی اور مولانا عبدالحق سے صرف ونحو اور فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد بعض کتابیں حافظ عبدالحفیظ سے پڑھیں جو کپورتھلہ کے رہنے والے تھے۔ اس کے بعد مدرسہ ویروال امرتسر میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ ویروالوی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف مرحوم آپ کے ہم درس تھے۔

پروفیسر غلام احمد حریری نے ۱۹۳۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے، ۱۹۴۰ء میں بی اے، ۱۹۴۴ء میں مولوی فاضل، ۱۹۴۵ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۴ء میں ایم اے عربی اور ۱۹۵۵ء میں ایم اے علوم اسلامیہ کا امتحان پاس کیا۔ مولانا غلام اللہ خاں راولپنڈی کے درس قرآن میں باقاعدہ شرکت کرتے رہے۔

پروفیسر غلام احمد حریری بسلسلہ ملازمت پاکستان کے مختلف شہروں میں مقیم رہے۔ ۱۹۵۵ء میں اسلامیہ کالج فیصل آباد میں پروفیسر تھے۔ فارغ اوقات میں جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں درس نظامی کی تدریس فرماتے رہے۔

حضرت العلام مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی شیخ الحدیث تھے۔ ان سے اصول فقہ اور علم الکلام کی کتابیں پڑھیں۔

پروفیسر صاحب کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز آپ کے تلمیذ رشید ہیں۔ پروفیسر غلام احمد حریری زرعی یونیورسٹی فیصل آباد میں دس سال تک پروفیسر رہے اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے بھی منسلک رہے۔ تین سال اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے وابستہ رہنے کے بعد دوبارہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے منسلک ہو گئے۔ دسمبر ۱۹۸۱ء میں سعودی حکومت نے آپ کو زرعی یونیورسٹی میں مبعوث مقرر کیا۔

تصانیف

پروفیسر صاحب کی تصنیفی زندگی کا آغاز ۱۹۶۰ء میں ہوا۔ عربی سے اردو میں ترجمہ کرنے کی ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی بیشتر کتابیں عربی سے اردو میں ترجمہ ہیں جن کی تفصیل درج ہے۔

تراجم

۱۔ حیات امام ابوحنیفہؒ۔ استاد ابوزہرہ مصری کی کتاب ''ابوحنیفہ حیاتہ وفقہہ'' کا ترجمہ
۲۔ حیات ابن قیمؒ
۳۔ حیات ابن حزمؒ
۴۔ حدیث رسول کا تشریعی مقام
ڈاکٹر مصطفی السباعی کی کتاب ''السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی'' کا ترجمہ
۵۔ علوم القرآن
۶۔ علوم الحدیث

یہ دونوں کتابیں ڈاکٹر صبحی صالح کی تصانیف مباحث فی علوم القرآن اور مباحث فی علوم الحدیث کا ترجمہ ہیں۔

۷۔ اسلامی مذاہب۔ استاد ابوزہرہ کی کتاب المذاہب الاسلامیہ کا ترجمہ

۸۔ تاریخ وحدیث محدثین۔ استاد ابوزہرہ مصری کی کتاب ''الحدیث والمحدثون'' کا ترجمہ

۹۔ المنتقیٰ۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب

''المنہاج السنۃ النبویہ'' کی تلخیص حافظ شمس الدین ذہبی نے ''المنتقیٰ'' کے نام سے کی۔

پروفیسر صاحب نے اس کا ترجمہ ''المنتقیٰ'' کے نام سے کیا۔

۱۰۔ ابوہریرہؓ۔ کتاب ''ابوہریرۃ روایۃ الاسلام'' کا ترجمہ۔

۱۱۔ قرآن کریم کے فنی محاسن

سید قطب شہید کی کتاب ''التصویر الفنی فی القرآن'' کا ترجمہ۔

تصانیف

۱۲۔ تاریخ تفسیر ومفسرین

۱۳۔ عربی اردو بول چال مع کلید

۱۴۔ اساس اسلام

۱۵۔ فہم اسلام

۱۶۔ شرح الحدیث والفقہ

تحقیقی مقالات

پروفیسر غلام احمد حریری نے ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کی فرمائش پر (۹) تحقیقی مقالات لکھے جو دائرۃ المعارف الاسلامیہ کی جلد ۱۴، ۱۶ میں شائع ہو چکے ہیں۔

مقالات کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ اعجاز القرآن ۲۔ علوم القرآن

۳۔ قرآن کریم کے اثرات وبرکات ۴۔ علم الصرف

۵۔ علم الاشتقاق
۶۔ سیرت نگاری
۷۔ عرب نعت نگاری
۸۔ کعبہ
۹۔ منبر

عظیم کارنامہ

پروفیسر غلام احمد حریری کا ایک عظیم کارنامہ ”محلیٰ ابن حزم“ کا اردو ترجمہ ہے۔

اس کی پہلی دو جلدیں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم نے شائع کیں۔ اس کے بعد اس کی طباعت کی ذمہ داری پروفیسر حافظ محمد سعید امیر جماعۃ الدعوۃ نے اپنے ذمہ لی اور انہوں نے تیسری جلد شائع کی۔

چوتھی اور پانچویں جلد زیر طبع ہے۔

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

پروفیسر صاحب کی (۳) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

حیات امام ابوحنیفہؒ

یہ کتاب استاد ابو زہرہ پروفیسر فواد یونیورسٹی قاہرہ (مصر) کی تصنیف ہے۔ پروفیسر صاحب نے اس کا ترجمہ کیا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف نے اس کے حواشی قلمبند کئے ہیں۔

یہ کتاب ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں المکتبۃ السلفیہ لاہور نے شائع کی۔

المنتقیٰ

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے شیعہ مذہب کی تردید میں ”منہاج السنۃ النبویہ“ کے نام سے ایک کتاب ۴ جلدوں میں لکھی جس میں شیعہ مذہب اور اس کے عقائد پر محققانہ بحث فرمائی۔ امام ابن تیمیہؒ کے تلمیذ حافظ ذہبیؒ نے اس کی کتاب کی تلخیص ”المنتقیٰ“ کے نام سے کی۔ یہ کتاب اس کا ترجمہ ہے۔

یہ کتاب مولانا خالد گھرجاکھی نے ۱۹۶۷ء/ ۱۳۸۷ھ میں ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ کے زیر اہتمام شائع کی۔

حدیث رسول کا تشریعی مقام

یہ کتاب ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی کی کتاب "السنۃ و مکانتہا فی التشریع الاسلامی" کا ترجمہ ہے۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول میں حدیث کی تعریف، حدیث سے متعلق صحابہؓ کرام کا موقف اور وضع حدیث کے اسباب و وجوہ بیان کئے ہیں اور اس کے ساتھ حدیث نبویؐ کے متعلق علمائے کرام کی مساعی کا بھی ذکر کیا ہے۔

باب دوم میں حدیث نبویؐ پر وارد شدہ شکوک و شبہات کا جواب دیا گیا ہے اور حدیث نبویؐ کے بارہ میں مستشرقین مغرب نے جو نقد و جرح کی ہے، اس کا جواب دیا گیا ہے۔

باب سوم میں مصنف نے دس اکابر محدثین کے مختصر سوانح حیات اور حدیث نبویؐ سے متعلق ان کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کیا ہے اور یہ دس اکابر محدثین ائمہ اربعہ اور اصحاب صحاح ستہ ہیں۔

یعنی

ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل)

اصحاب صحاح ستہ (امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ) یہ کتاب پہلی بار ۱۹۷۱ء/ ۱۳۹۱ھ میں ملک برادرز فیصل آباد نے شائع کی۔

وفات

پروفیسر غلام احمد حریری نے ۷ مئی ۱۹۹۰ء/ ۱۴۱۱ھ کو انتقال کیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون. اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواۃ الجنۃ الفردوس.

☆☆☆

(۳۸)

عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ

علم وتقویٰ، قناعت اور تواضع میں نمونہ سلف تھے۔

(عبدالوہاب خلیل الرحمان)

فقہ الحدیث میں بے مثال تھے۔

(عبدالعلیم بستوی)

ان کے درس حدیث سے اس فن میں ان کے علمی تبحر اور علم وفضل کا اندازہ ہوا۔

(ابوالحسن علی ندوی)

مرجع طلباء نہیں تھے بلکہ مرجع علماء تھے۔

(عبدالغفار حسن عمرپوری)

علم وتحقیق، زہد وتقویٰ اور اخلاص وللہیت کا پیکر تھے۔

(مقتدیٰ حسن ازہری)

عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ

۱۳۲۷ھ...........۱۴۱۴ھ

۱۹۰۹ء...........۱۹۹۴ء

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری ایک بلند پایہ عالم، محدث اور محقق تھے۔ ان کے علم وفضل، تبحر علمی اور حدیث میں ان کی معرفت کا اعتراف برصغیر کے اہل علم نے کیا ہے۔ ان کی بلند پایہ تصنیف "مرعاۃ المفاتیح فی شرح مشکوۃ المصابیح" ان کی غیر معمولی ذہانت اور ژرف نگاہی کی شاہد ہے۔ حدیث اور اس کے متعلقات میں اس درجہ عبور ہونے کی بنیاد پر ان کا شمار برصغیر اور عالم اسلام کے نامور محدثین میں ہوتا ہے۔ حدیث کے علاوہ دوسرے فنون میں بھی ان کو دستگاہ حاصل تھی۔ تاہم ان کو حدیث میں نمایاں مقام حاصل تھا اور ان کی شہرت بھی حدیث میں ان کے صاحب کمال ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ آپ ایک نامور محدث تھے۔ حدیث کی معرفت، حفظ وضبط، اتقان اور فنون علل واسناد، صحیح وغریب، ضعیف ومنکر اور سقیم وغیر معتبر روایات کی شناخت اور تمیز میں وہ صاحب کمال تھے۔

مرعاۃ المفاتیح میں آپ نے جس طرح حدیثوں کی مفصل تشریح کر کے ان کے معانی و مطالب کی پوری وضاحت کی ہے، حدیث اور محدثین پر طعن و تشنیع کرنے والوں اور حدیثوں سے غلط نتائج مستنبط کرنے والوں کا جواب دیا ہے اور اس کے ساتھ فقہی اختلافات نقل کر کے ائمہ فقہ واجتہاد کے براہین و دلائل بیان کر کے راجح اور قوی مسلک کی تعیین کی ہے، اس سے مولانا مبارکپوری کی حدیث میں ژرف نگاہی اور تبحر علمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ محرم ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں ضلع اعظم گڑھ کے شہر مبارکپور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مولانا عبدالسلام مبارکپوری تھا جو ایک جلیل القدر عالم، مدرس اور محدث تھے اور حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید نذیر حسین محدث دہلوی کے ارشد تلامذہ میں سے

تھے۔

مولانا عبید اللہ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے والد مولانا عبدالسلام سے کیا اور ان سے ابھی ابتدائی کتابیں ہی پڑھی تھیں کہ ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۴ء میں آپ کے والد کا سانحہ ارتحال پیش آیا۔ مولانا عبدالسلام اس وقت دارالحدیث رحمانیہ میں مدرس تھے اور اس وقت دارالحدیث رحمانیہ میں ہی اپنے والد محترم سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

اساتذہ

مولانا عبید اللہ نے جن اساتذہ کرام سے علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا عبدالسلام مبارک پوری
مولانا غلام یحییٰ کان پوری
مولانا ابوطاہر بہاری
مولانا محمد اسحاق آروی
مولانا حافظ محمد گوندلوی
مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گڑھی
مولانا حافظ عبدالرحمان نگرنہسوی
مولانا عبدالغفور جے راج پوری
مولانا عبدالوہاب آروی
مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوری

مولانا عبید اللہ ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء میں دارالحدیث دہلی سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے بانی و مہتمم شیخ عطاء الرحمان مرحوم نے آپ کو دارالحدیث رحمانیہ میں حدیث کا استاد مقرر کر دیا۔

تلامذہ

آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی۔

۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں تدریس شروع کی اور ۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء تک دارالحدیث رحمانیہ میں تدریس فرماتے رہے۔ آپ کی تدریسی زندگی دہلی میں ۲۱ سال ہے۔ آپ سے بے شمار علماء نے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

مولانا محمد ادریس رحمانی املوی
مولانا عبدالمعید بنارسی شیخ المعقولات
مولانا عبدالجلیل رحمانی بستوی
مولانا آفتاب احمد رحمانی پروفیسر راج شاہی یونیورسٹی (بنگلہ دیش)
مولانا احمد اللہ رحمانی
مولانا عبدالستار رحمانی فالوہی
مولانا محمد مسلم رحمانی فالوہی
مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری
مولانا عبدالقیوم رحمانی مئوی مفسر قرآن
مولانا عبدالغفار حسن عمرپوری (اسلام آباد)

تحفۃ الاحوذی کی تکمیل میں معاونت

امام حدیث مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوری جامع ترمذی کی شرح ''تحفۃ الاحوذی'' لکھ رہے تھے جس کی دو جلدیں مکمل ہو چکی تھیں اور تیسری جلد پر کام شروع ہوا تھا کہ مولانا عبدالرحمان مبارک پوری مکفوف البصر ہو گئے۔ اب ان کو ایک ایسے عالم کی ضرورت ہوئی جو تحفۃ الاحوذی کی تکمیل میں ان کی معاونت کر سکے اور وہ عالم بھی ایسا ہو جس کو فنون حدیث سے خصوصی مناسبت ہو۔ چنانچہ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کی نظر انتخاب آپ پر پڑی۔

چنانچہ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری نے اس سلسلہ میں دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے بانی و مہتمم شیخ عطاء الرحمان مرحوم سے رابطہ کیا چنانچہ شیخ صاحب نے آپ کو مبارکپور بھیج دیا اور انہیں دارالحدیث رحمانیہ کا ملازم ہی رکھا یعنی تنخواہ آپ کو باقاعدہ دارالحدیث سے ملتی رہی۔ آپ دو سال تک مولانا عبدالرحمان مبارکپوری کی خدمت میں رہے اور تحفۃ الاحوذی کی آخری دو جلدوں کی تکمیل میں اچھے معاون ثابت ہوئے۔ شرح مکمل ہو جانے کے بعد آپ دارالحدیث رحمانیہ دہلی واپس آئے اور حسب سابق کتب پڑھانے پر مامور ہوئے۔

یہاں تک کہ اگست ۱۹۴۷ء/ ۱۳۶۶ھ میں ہندوستان کی تقسیم ہوگئی۔ شیخ عطاء الرحمان انتقال کر چکے تھے۔ ان کے فرزند ارجمند شیخ عبدالوہاب دارالحدیث رحمانیہ کے مہتمم تھے۔ وہ ہجرت کر کے کراچی آ گئے اور دارالحدیث رحمانیہ بند ہو گیا اور مولانا عبیداللہ رحمانی اپنے وطن مبارکپور چلے گئے۔

علم وفضل

مولانا عبیداللہ رحمانی علم وفضل کے اعتبار سے جامع العلوم تھے۔ حدیث اور متعلقات حدیث پر ان کی نظر بہت زیادہ وسیع تھی۔ تفقہ واجتہاد میں بھی وسیع معلومات رکھتے تھے۔ مسائل کے استنباط میں بڑی دقت نظر سے کام لیتے تھے۔

فتویٰ نویسی میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ کثرت سے لوگ دینی مسائل میں آپ کی جانب رجوع کرتے تھے۔ آپ کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کو حل فرماتے۔ جو حق بات ہوتی، اس کو بیان کرتے اور اس بارے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

اہل علم اور صاحب تحقیق بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ سے علمی و تحقیقی مسائل میں رجوع کرتے تھے۔

تقویٰ وطہارت اور اخلاق وعادات کے اعتبار سے مولانا عبیداللہ رحمانی اپنی مثال آپ تھے۔

مولانا محمد حنیف مدنی استاد جامعہ سلفیہ اپنے ایک مضمون میں رقمطراز ہیں۔

> زہد وورع، تقویٰ وتدین، امانت ودیانت، للہیت واخلاص، تزکیہ نفس وتصفیہ باطن میں ممتاز تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے ازحد پابند تھے۔ مالی معاملات میں انتہائی درجہ محتاط اور کھرے تھے۔ بڑے متبع سنت تھے۔ سنت کا احیاء اور بدعت کا ابطال ان کی زندگی کا مشن تھا۔
>
> بڑے خوش اخلاق اور وسیع الظرف تھے۔ بڑے صاف دل تھے۔ دل حسد، کینہ، بغض وعداوت سے پاک وصاف تھا۔ قول وفعل میں تضاد کا نام ونشان نہ تھا۔ بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے اور اس کے ساتھ بڑے شریف النفس

اور متحمل مزاج تھے۔

بڑے نظافت پسند۔ لباس روزانہ تبدیل کرتے تھے۔ اپنے مکان کو بڑا صاف ستھرا رکھتے تھے۔

صبر و استقلال کی صفت سے بہت زیادہ متصف تھے۔ بڑے قانع اور صابر تھے اور اس کے ساتھ کفایت شعاری میں بھی ان کی مثال نہیں ملتی۔ بڑے سادہ مزاج تھے۔ الغرض ان کی ذات ستودہ صفات کی حامل تھی۔

حج بیت اللہ کی سعادت سے چار مرتبہ سرفراز ہوئے۔

جماعتی خدمات

تقسیم ملک سے جماعت اہلحدیث کا شیرازہ بکھر گیا۔ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا وجود ختم ہو گیا۔ آپ نے ہندوستان کے اہلحدیث حضرات کو منظم کرنے میں کافی کردار ادا کیا۔ ان کے علم و فضل اور تبحر علمی کی وجہ سے ہندوستان کے علماء نے جب "جمعیت اہلحدیث ہند" کے نام سے جماعت تشکیل کی تو آپ کو سرپرست بنایا گیا۔

اس کے علاوہ آپ کئی دینی مدارس کے سرپرست اور ان کی انتظامی کمیٹی کے صدر و سرپرست رہے۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے مدتوں صدر رہے۔

مدرسہ سراج العلوم "بونڈیہار" جس کی بنیاد امام حدیث مولانا عبدالرحمان مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی نے رکھی تھی جس میں محدث مبارکپوری نے دو سال تک کی تدریسی خدمات انجام دی تھیں اور اس مدرسہ میں مولانا عبدالسلام مبارکپوری نے بھی کئی سال تک تدریس فرمائی، مولانا عبیداللہ رحمانی اس مدرسہ کے تاحیات سرپرست رہے۔

وفات

مولانا عبیداللہ رحمانی نے ۵ جنوری ۱۹۹۴ء/ ۲۲ رجب ۱۴۱۴ھ اپنے وطن مبارکپور میں انتقال کیا۔ عمر ۸۵ سال تھی۔

انا للہ و انا الیہ راجعون. اللھم اغفرہ و ارحمہ و مثواۃ الجنۃ الفردوس.

علمی خدمات

مولانا عبیداللہ رحمانی کی علمی خدمات دو حصوں میں منقسم ہیں۔

صحافت

تصنیف وتالیف

ماہنامہ محدث دہلی

ماہنامہ محدث دہلی دارالحدیث رحمانیہ دہلی کا آرگن تھا اور اس کے ناظم و ایڈیٹر مولانا عبدالحلیم تھے جن کا انتقال ۲۲ اگست ۱۹۳۵ء کو ہو گیا۔ ان کے بعد محدث کی ذمہ داری اکتوبر ۱۹۳۵ء میں مولانا نذیر احمد املوی کے سر ڈالی گئی۔ انہوں نے اپنے ساتھ مولانا عبیداللہ رحمانی کو نائب مدیر مقرر کر دیا اور آپ ۱۹۳۸ء تک بحیثیت نائب مدیر ماہنامہ محدث میں اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے۔ اسی دوران دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے مہتمم شیخ عبدالوہاب نے یہ تجویز پیش کی کہ محدث میں چار صفحات کا اضافہ کیا جائے اور ایک نیا باب فتاویٰ کا بڑھا دیا جائے اور فتاویٰ حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوری لکھیں۔ چنانچہ مئی ۱۹۴۰ء سے محدث میں چار صفحات کا اضافہ ہو گیا اور اس کے ساتھ اس میں مولانا عبیداللہ مبارکپوری کے فتاویٰ شائع ہونے لگے۔

ان فتاویٰ کو اہل علم نے بہت پسند فرمایا۔

مولانا آزاد رحمانی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ

> حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی کی جامع اور تحقیقی نگارش نے اس رسالہ کی افادیت کو اس قدر وسیع کر دیا تھا کہ ایک موقع پر مولانا ابویحییٰ امام خاں نوشہروی جیسے صاحب علم اور اہل قلم کو یہ فرماتے ہوئے میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ جب تک میں محدث کے استفسارات اور اس کے جوابات پڑھ نہیں لیتا، مجھے نیند نہیں آتی۔

تصانیف

مولانا عبیداللہ رحمانی کی ساری زندگی درس و تدریس میں بسر ہوئی، اس لئے ان کو

تصنیف وتالیف کا موقع کم ملا۔ ان کے قلم سے صرف چار کتابیں نکلیں۔

۱۔ رمضان المبارک کے فضائل واحکام (مطبوع اردو)
۲۔ بیان الشرعۃ فی بیان محل اذان خطبہ الجمعہ (مطبوع اردو)
۳۔ لائف انشورنس (بیمہ) کی شرعی حیثیت (مطبوع اردو)
۴۔ مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح (مطبوع عربی)

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا مبارکپوری کی (۲) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

رمضان المبارک کے فضائل واحکام

اس کتاب میں فضائل رمضان اور رویت ہلال سے متعلق تار، ٹیلی فون، خط، ریڈیو کے ذریعہ چاند دیکھنے کی خبر کا حکم، مشکوک روزے، سحری، افطار اور تراویح وغیرہ کے مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۰ھ میں بنارس سے شائع ہوئی۔

مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

اگست ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پر دارالحدیث رحمانیہ دہلی بند ہو گیا تو مولانا عبیداللہ رحمانی اپنے وطن مبارک پور چلے گئے اور تقریباً ایک سال تک گھر میں رہے۔

جب اس کی اطلاع مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم اور مولانا حافظ محمد زکریا بن میاں محمد باقر مرحوم کو ملی کہ مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری آج کل فارغ زندگی گزار رہے ہیں تو ان دونوں علمائے کرام نے یہ پروگرام بنایا کہ شیخ الحدیث مبارکپوری سے مشکوٰۃ المصابیح کا سلفی نہج پر حاشیہ لکھوایا جائے۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم نے مولانا مبارک پوری سے رابطہ کیا اور آپ نے بخوشی اس کو منظور کر لیا۔

اور آپ نے ۱۹۴۸ء/ ۱۳۶۷ھ میں مشکوٰۃ المصابیح پر حواشی کا آغاز کر دیا۔ مولانا عطاء اللہ حنیف اور حافظ محمد زکریا نے آپ کا مبلغ ۱۵۰ روپے ماہانہ مشاہرہ مقرر کیا اور اس کی اطلاع

مولانا مبارک پوری کو دی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ میرا گزارا ۱۲۵ روپے میں ہو جائے گا۔ چنانچہ جب تک زر مبادلہ کی پالیسی آڑے نہ آئی، حافظ محمد زکریا صاحب آپ کو رقم بھیجتے رہے۔

حواشی کا تخمینہ چار سال تھا مگر جب مولانا مبارک پوری نے کام شروع کیا تو آپ کے سامنے معنوی تحریفات اور دور از کار تاویلات کا وہ طوفان آیا جو ''عون المعبود'' اور ''تحفۃ الاحوذی'' کے بعد برپا ہوا تھا۔ لہٰذا مولانا عبیداللہ نے حاشیہ پر اکتفا کرنے کے بجائے وسعت دے کر شرح کا کام شروع کر دیا اور اس کے چند اوراق مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی خدمت میں بھیج دیئے۔

مولانا عطاء اللہ حنیف نے جب ان اوراق کا مطالعہ کیا تو حافظ محمد زکریا صاحب سے عرض کیا کہ

> مولانا عبیداللہ رحمانی نے جس نہج پر مشکوٰۃ المصابیح پر کام کا آغاز کیا ہے، اس پر ان کو چلنے دیا جائے، اس کی شرح کی بھی ضرورت ہے۔ حواشی کا کام بعد میں دیکھا جائے گا۔

چنانچہ مولانا عطاء اللہ مرحوم نے شیخ الحدیث مبارکپوری کو بذریعہ خط اطلاع دے دی کہ آپ نے جس نہج پر مشکوٰۃ المصابیح کی شرح کا آغاز کیا ہے، اس سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ آپ اسی طرح اپنے کام کو جاری رکھیں۔

شرح پر ابھی چند ہی ماہ گزرے تھے کہ حافظ محمد زکریا مرحوم ہو گئے لیکن ان کے والد محترم میاں محمد باقر مرحوم نے فرمایا کہ حافظ محمد زکریا نے جو ذمہ داری قبول کی تھی، اس کو میں انشاء اللہ پایہ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔

چنانچہ مولانا مبارکپوری شرح لکھتے رہے اور اس کی پہلی جلد مولانا عطاء اللہ حنیف نے اپنے اشاعتی ادارہ المکتبۃ السلفیہ لاہور سے ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء میں شائع کر دی۔

یہ شرح بہت سی خصوصیات کی حامل ہے۔

- مولانا محمد ادریس کاندھلوی (دیوبند) نے اپنی شرح ''التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح'' میں منفی نکتہ نظر کو ملحوظ رکھا ہے جبکہ مولانا عبیدالرحمان مبارکپوری نے اپنی شرح ''مرعاۃ المفاتیح''

میں اہلحدیث نکتہ نظر کو ملحوظ رکھا ہے۔

''مرعاۃ المفاتیح'' بہت سی خصوصیات کی حامل شرح ہے۔ مولانا ڈاکٹر محمد مونس نگرامی ندوی اس شرح کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری نے اپنی شرح مرعاۃ المفاتیح میں حسب ذیل امور کا لحاظ رکھا ہے جس کی وجہ سے یہ شرح عملی حلقوں میں بڑی قدر و منزلت سے دیکھی جاتی ہے۔

۱۔ ہر حدیث پر نمبر ڈالے ہیں جس کی وجہ سے احادیث کی صحیح تعداد معلوم ہو جاتی ہے پھر اسی کے ساتھ ہر باب کی احادیث کے علاوہ علیحدہ نمبر ڈالے ہیں اور ان نمبروں کو قوسین میں کر دیا تا کہ جس باب میں جتنی حدیثیں آتی ہیں، ان کا شمار بھی الگ الگ ہو جائے۔

۲۔ مولانا مبارک پوری نے اپنی اس شرح میں چار فہرستیں شامل کی ہیں۔

(ا) پہلی فہرست کتاب و ابواب پر مشتمل ہے جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ہے

(ب) دوسری فہرست میں احادیث کا تذکرہ مع باب اور فصل کے ہے۔ جلد نمبر ساتھ ساتھ پڑے ہوئے ہیں اور اہم شرح کا تذکرہ بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

(ج) تیسری فہرست صحابہ و تابعین کے علاوہ دوسرے محدثین کے ناموں کی ہے جن کی احادیث مشکوۃ شریف میں آتی ہیں۔

(د) چوتھی فہرست ان جگہوں کی ہے جن کا تذکرہ مشکوۃ شریف کی احادیث میں آیا ہے۔

۳۔ تیسری خصوصیت اس شرح کی یہ ہے کہ اس میں صحابہ و تابعین اور ان کے علاوہ دوسرے رواۃ حدیث کا ترجمہ بھی بقدر ضرورت شامل کر دیا گیا ہے اور اسی طرح جن جگہوں کا تذکرہ کیا ہے، ان پر بھی تعارفی نوٹ شامل ہے۔

۴۔ احادیث کی توضیح و تشریح میں تفصیل سے کام لیا ہے اور سلف کے نزدیک کسی بھی حدیث کے معنی و مفہوم کا جو بھی انداز تھا، اس کو امکان بھر واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی کے ساتھ فقہاء کے مسالک کے رد میں بڑی ہی شرح و بسط سے کام لیا ہے۔

۵۔ مقلدین کے ان اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے جو مقلد حضرات اہلحدیث حضرات پر کرتے ہیں۔

۶۔ فقہاء کے اعتراضات کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔ پھر راجح قول شارح کے نزدیک جو بھی ہے، اس کو واضح کیا ہے اور اس کو مضبوط کرنے کے لئے احادیث و آثار بتائے ہیں اور اسی کے ساتھ مرجوع قول کے رد میں بھی دلائل قائم کئے ہیں۔

۷۔ متعارض احادیث میں تطبیق کی کوشش کی گئی ہے۔

۸۔ بحث کے دوران مختلف احادیث کے مجموعوں کے حوالہ جات بھی دے دیئے گئے ہیں تا کہ اس طرف رجوع کرنے میں آسانی ہو۔

۹۔ اس بات کا التزام کیا ہے کہ ان احادیث کی تخریج کریں جن کا تذکرہ صاحب مشکوٰۃ شریف نے فصل ثانی اور فصل ثالث میں کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ فصل ثانی وثالث کے عنوان کے تحت جو احادیث آئی ہیں، ان کا تذکرہ شیخین کے علاوہ اور کن محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں کیا ہے۔

۱۰۔ صحیحین کی احادیث کے علاوہ اور جو احادیث بھی مذکور ہیں، ان کی صحت اور ضعف پر مبسوط کلام کیا ہے اور اس سلسلہ میں ائمہ حق کے اقوال بھی بکثرت پیش کئے گئے ہیں۔

۱۱۔ صاحب مشکوٰۃ شریف سے احادیث کے الفاظ میں اگر کچھ ردوبدل ہو گیا ہے تو اس کی تصحیح کی ہے اور اگر صحیحین کی احادیث فصل ثانی میں ذکر کر دی گئی ہیں اور ان کے علاوہ احادیث فصل اول میں لائی گئی ہیں تو اس غلطی کو بھی واضح کر کے درست کر دیا گیا ہے۔

۱۲۔ اگر صاحب مشکوٰۃ شریف نے کسی حدیث کا تذکرہ مختصراً کیا ہے تو شارح نے اس حدیث کا مکمل طور پر ذکر کر دیا ہے۔

۱۳۔ صحیحین کے علاوہ جو احادیث مشکوٰۃ شریف میں آئی ہیں، ان کی تائید اور مضبوطی کے لئے دوسری احادیث بھی لائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان احادیث کی جرح و تعدیل پر مکمل بحث کی ہے۔

مرعاۃ المفاتیح کی ۹ جلدیں کتاب المناسک تک جامعہ سلفیہ بنارس نے شائع کر دی ہیں۔

بقیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح مولانا خالد گھرجاکھی (گوجرانوالہ) نے دس جلدوں میں مکمل کر دی ہے اور دسوں جلدیں زیر طبع ہیں۔

(۳۹)

سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ

سندھ کے راشدی خاندان کے گل سرسبد۔ ان کی شخصیت اہل حدیث اور اہل تقلید میں یکساں مقبول۔

علوم اسلامیہ کے متبحر عالم، عربی، فارسی، اردو اور سندھی زبانوں پر مکمل عبور اور عالم اسلام کی مقبول ترین شخصیت اور جامع معقول ومنقول اور صاحب تصانیف کثیرہ اور بلند مرتبہ محقق، مورخ اور مفسر و محدث تھے۔

(پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد)

سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ

۱۳۴۲ھ............۱۴۱۸ھ

۱۹۲۶ء............۱۹۹۶ء

مولانا سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی المعروف پیر آف جھنڈا سندھ کے مشہور راشدی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ۱۲ مئی ۱۹۲۶ء/۱۳۴۲ھ گوٹھ پیر جھنڈا نزد نیو سعید آباد ضلع حیدر آباد سندھ میں پیدا ہوئے، ان کے والد کا نام سید احسان اللہ شاہ تھا۔ شاہ بدیع الدین کے جدامجد محمد راشد شاہ ولی اللہ بزرگ تھے۔ انہوں نے پوری زندگی اشاعت اسلام اور کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں بسر کر دی۔ انہوں نے اپنی گوٹھ میں ایک دینی مدرسہ ''دار الرشاد'' کے نام سے قائم کیا جس میں علم حدیث کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی۔ سید محمد راشد شاہ نے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی اور علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری الیمانی سے حدیث کی سند و اجازت حاصل کی تھی۔

حضرت شاہ بدیع الدین کے والد سید احسان اللہ شاہ راشدی بھی بہت بڑے عالم تھے۔ کتاب و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں ان کی نمایاں خدمات ہیں۔ انہوں نے قولاً و فعلاً سنت نبوی کی طرف عام دعوت دی۔

سید احسان اللہ شاہ علم حدیث میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ اسماء الرجال میں امام وقت تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

> سید احسان اللہ شاہ مرحوم حدیث و رجال کے بڑے عالم تھے۔ ان کے کتب خانہ میں حدیث و تفسیر و رجال کی نایاب قلمی کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق و مغرب، مصر و شام، عرب، قسطنطنیہ کے کتب خانوں

میں ان کے کاتب و ناسخ نئی نئی قلمی کتابوں کی نقل پر مامور رہتے تھے۔ مرحوم طریق سلف کے متبع اور علم و عمل دونوں میں ممتاز تھے۔ (یادرفتگان)

حضرت شاہ بدیع الدین نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی مدرسہ ”دارالرشاد“ سے کیا۔

تعلیم کا آغاز حفظ قرآن مجید سے ہوا اور تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کرلیا۔

حضرت شاہ بدیع الدین کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن سے آپ نے مختلف علوم اسلامیہ میں تحصیل کی۔ تاہم آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں۔

سید احسان اللہ شاہ راشدی
شیخ عبدالرحمان رام پوری
شیخ محمود احمد لدھیانوی
شیخ محمد عمر بن شیخ عبدالغنی
سید محب اللہ شاہ راشدی (برادر اکبر)
مجتہد العصر مولانا حافظ عبداللہ روپڑی
مولانا عبیداللہ سندھی

شیخ محمد اسماعیل بن عبدالخالق الافغانی
شیخ بہاؤالدین جلال آبادی
شیخ محمد مدنی
شیخ محمد خلیل بن شیخ محمد سلیم
شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
شیخ الحدیث مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی

فراغت تعلیم کے بعد شاہ بدیع الدین شاہ صاحب نے اپنے آبائی مدرسہ ”دارالرشاد“ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ تفسیر، حدیث اور فقہ پر عبور کامل تھا اور یہ علوم آپ بڑی توجہ سے پڑھاتے تھے۔ تفسیر میں ”تفسیر ابن کثیر“ اور حدیث میں ”صحیح بخاری“ کا درس دیتے تھے۔

حضرت شاہ بدیع الدین کے تلامذہ کی فہرست طویل ہے۔ تاہم مشہور تلامذہ یہ ہیں۔

شیخ علی عامر یمنی مدیر دارالحدیث مکہ معظمہ
شیخ عمر بن محمد بن عبداللہ بن سبیل (امام کعبہ)
شیخ عبدالقادر بن حبیب اللہ سندھی استاد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
شیخ حافظ فتحی محمد
شیخ وصی اللہ ندوی استاد دارالحدیث مکہ معظمہ
شیخ عبدالعزیز نورستانی جامعہ اثریہ پشاور

پروفیسر حافظ محمد مطیع الرحمان چانسلر امام بخاری یونیورسٹی سیالکوٹ

اور آپ کے فرزندان

مولانا سید محمد شاہ راشدی   مولانا سید نوراللہ شاہ راشدی

مولانا سید رشد اللہ شاہ راشدی

اشاعتِ دین اسلام، توحید و سنت کی ترقی و ترویج اور شرک و بدعت کی تردید میں ان کی خدمات نمایاں ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کو اس سلسلہ میں مصائب و آلام کا شکار بھی ہونا پڑا لیکن ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔ سندھ میں بیشتر مقامات پر جعلی قبریں بنی ہوئی ہیں اور لوگ ان قبروں پر جا کر دیئے جلاتے تھے اور نذریں چڑھاتے تھے۔ آپ نے ان قبروں پر جا کر لوگوں میں وعظ کئے اور ان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں صحیح مسائل سے آگاہ کیا۔ بعض لوگ تو آپ کی تبلیغ سے راہ راست پر آ گئے اور بعض نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا چنانچہ شاہ صاحب نے کئی ایک جعلی قبریں مسمار کر دیں۔

صوبہ سندھ کے مختلف قصبات میں جا کر شاہ صاحب نے تبلیغ کی اور لوگوں کو قرآن و حدیث کے صحیح مسائل سے آگاہ کیا۔

حضرت شاہ بدیع الدین بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار مناظرے کئے۔ مقلدین احناف سے بھی مناظرے کئے اور شیعوں سے بھی آپ کے مناظرے ہوئے۔

حضرت شاہ بدیع الدین کئی سال حرمین شریفین میں مقیم رہے۔ خانہ کعبہ میں درس قرآن و حدیث دیتے تھے۔ بے شمار عربی طلباء آپ کے شاگرد ہیں۔

سعودی علماء سے آپ کے کئی محاضرات ہوتے تھے اور سعودی علماء آپ کے علم و فضل کے معترف تھے۔

حضرت شاہ بدیع الدین تقلید شخصی کے سخت مخالف تھے اور اس کو کسی بھی صورت جائز نہیں سمجھتے تھے۔

علم و فضل کے اعتبار سے حضرت شاہ بدیع الدین جامع العلوم تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور مذاہب اربعہ کی فقہ پر عبور کامل تھا۔

حضرت شاہ صاحب مطالعہ کتب کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ ان کو کتب جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ کے والد مرحوم سید احسان اللہ شاہ نے بے شمار نایاب کتابیں جمع کی تھیں۔ ان کے کتب خانہ میں دس ہزار کے قریب کتابیں تھیں۔

تصانیف

حضرت شاہ بدیع الدین راشدی جامع العلوم ہونے کے ساتھ بہت بلند مرتبہ مصنف بھی تھے اور بڑے زود نویس تھے۔ بڑے بڑے ادق موضوع پر بڑی روانی سے لکھتے تھے۔ ان کی تصانیف عربی، اردو اور سندھی میں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

عربی تصانیف

۱۔ السمط الابریز حاشیہ مسند عمر بن عبدالعزیز
۲۔ اظہار البراۃ عن حدیث من کان لہ امام فقراہ الامام لہ قراۃ
۳۔ العقبات المرضیہ للتعقبات الغیر المرضیۃ
۴۔ تہذیب الاقوال فیمن لہ ترجمۃ فی اظہار البراۃ من الرجال
۵۔ التجویب لتعقیب التہذیب
۶۔ القندیل المشعول فی تحقیق حدیث اقتلوا الفاعل والمفعول
۷۔ زجاجۃ القندیل
۸۔ التذییل القندیل
۹۔ التکمیل لتذییل القندیل
۱۰۔ خیر المشرب فی سنیۃ الرکعتین قبل المغرب
۱۱۔ عین الشمین بترک رفع الیدین
۱۲۔ العجوز لہدایۃ العجوز
۱۳۔ تحقیق الدعا برفع الیدین وما قیل فی الاسلام الابوین
۱۴۔ وصول الالہام لاصول الاسلام (غیر منقوط)
۱۵۔ المعانی المصطلحۃ لما فی وصول الالہام من الفاظ المشکلۃ

۱۶۔ زیادۃ الخشوع بوضع الیدین فی القیام بعد الرکوع
۱۷۔ التحقیق المقطوع فی اثبات وضع الیدین علی الشمال بعد الرکوع
۱۸۔ منجد المستجیز لروایۃ السنۃ والکتاب العزیز
۱۹۔ جز منظوم فی اسماء المدلسین
۲۰۔ التعلیق المنصور علی فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور
۲۱۔ جلاء العینین بتخریج روایات البخاری فی جزء رفع الیدین
۲۲۔ توفیق الباری فی ترتیب جز رفع الیدین البخاری
۲۳۔ غایۃ المرام فی تخریج جزء القراءۃ خلف الامام
۲۴۔ کحل العینین لمن یرید تحقیق المناظرۃ الامام ابی حنیفہ مع الاوزاعی فی رفع الیدین
۲۵۔ منیۃ الاشارات فی جلسات الصلوٰت
۲۶۔ القول اللطیف فی الاحتجاج بالحدیث الضعیف
۲۷۔ رفع الارتیاب عن حکم الاصحاب
۲۸۔ ازہار الحدائق فی تذکار من جمع احادیث خیر الخلائق
۲۹۔ صریح الہدی فی وصل تعلیقات موطا امام محمد
۳۰۔ الاجابۃ مع الاصابۃ فی ترتیب احادیث البیہقی علی مسانید الصحابۃ
۳۱۔ التبویب لاحادیث تاریخ الخطیب
۳۲۔ السمع فی ایام الذبح
۳۳۔ التعلیقات الراشدیہ علی شرح اربعین النوویہ لمحمد حیات السندی
۳۴۔ الجواب الوقیع عن تعقب المنیع
۳۵۔ اللمحۃ فی ان مدرکا للرکوع لیس مدرکا للرکعۃ
۳۶۔ الروادن والرظائن
۳۷۔ تحفۃ الاحباب فی تخریج احادیث قول الترمذی وفی الباب
۳۸۔ البرق السماوی علی السارق الدنیاوی
۳۹۔ ایفاء اللھی علی اعفاء اللحی

۴۰۔ کشف الحو شرح ہدایۃ النحو

۴۱۔ **انماء الزکن فی تنقید انہاء السکن**

۴۲۔ شیوخ الامام البیہقی (تراجم)

۴۳۔ الاربعینات فی الدینیات

۴۴۔ حاشیہ انتقاض الاعتراض لابن حجر

۴۵۔ احسن الجواب عما کتبہ بعض الاحباب فی مسئلہ ام الکتاب

۴۶۔ الجواب الدلات عن اسئلۃ الثلاث

۴۷۔ شہادۃ الاحناف فی مسئلہ علم الغیب علی سبیل الانصاف

۴۸۔ کشف الاختلاف رد الاحناف

۴۹۔ تحصیل الجواز والصلات فی نقض دعوی عدم الجہر بالبسملۃ فی الصلوٰۃ

۵۰۔ شرح کتاب التوحید (صغیر) لابن خزیمۃ

۵۱۔ فہرستہ احادیث تاریخ مدینۃ الاسلام علی تبویب المسائل وترتیب الاحکام

۵۲۔ تفسیر القرآن الکریم المسمی بالاستنباط العجیب فی اثبات التوحید من جمیع آیات الکتاب النجیب

۵۳۔ الذیل علی رفع الارتیاب عن حکم الاصحاب

۵۴۔ غایۃ المطلوب فی حکم الماء المغلوب

۵۵۔ الخبر الصفاء فی النہی عن حلق القفا

۵۶۔ خیر السالک فی احکام المناسک

۵۷۔ النصیحۃ البدیعۃ لاخیہ

۵۸۔ سیف الملک الدیان علی راس مفتی سلیمان

۵۹۔ رفع الستر عن احکام الوتر

۶۰۔ الطوام المرعشہ فی بیان تحریفات اہل الرای المدہشۃ

سندھی کتب

۶۱۔ ضرب الیدین علی منکر رفع الیدین

۶۲۔ ضرب الفاس علی راس بعض الخناس

۶۳۔ رکوع کے بعد ہاتھ باندھنا

۶۴۔ نماز کی مسنون دعائیں

۶۵۔ نماز نبوی

۶۶۔ الوسیق فی جواب الوثیق

۶۷۔ قادیانی و جھنڈانی خاندان بینھما برزخ لا یبغیان

۶۸۔ حجۃ الوداع

۶۹۔ مقدمہ تفسیر بدیع التفاسیر

۷۰۔ بیان بے نظیر قرآن کی تفسیر

۷۱۔ تقریر لاجواب

۷۲۔ عوام کی عدالت میں

۷۳۔ التقید المضبوط فی تسوید تحریر المبسوط

۷۴۔ قال اقول فی تسوید تحریر المجهول

۷۵۔ الاجوبۃ الفاصلۃ للاسئلۃ العشرۃ الکاملۃ

۷۶۔ سینہ پر ہاتھ باندھنا

۷۷۔ سنت قبل المغرب

۷۸۔ تمیز الطیب من الخبیث بجواب تحفۃ الحدیث

۷۹۔ ترجمہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ للامام ابن ابی شیبہ

۸۰۔ التفصیل فی الجلیل فی ابطال التاویل العلیل

۸۱۔ المبسوط المغبوط فی جواب المخلوط المھبوط

۸۲۔ الاحراق بجواب الاشراق

۸۳۔ مولوی الھڈنہ جارانی کی کتاب پر تبصرہ

۸۴۔ مولوی عبداللہ اور مولوی خوشی محمد کی تحریروں پر فیصلہ (بابت تراویح)

۸۵۔ توحید ربانی یعنی سچی مسلمانی حصہ اول و دوم

۸۶۔ الاربعین فی الجہر بالتامین

۸۷۔ خطبہ صدارت (نیو سعید آباد کانفرنس)

۸۸۔ تقریر دلپذیر بنام براۃ اھلحدیث

اردو کتب

۸۹۔ زیادۃ الخشوع بوضع الیدین علی الشمال بعد الرکوع

۹۰۔ الدلیل التام علی ان سنۃ المصلی الوضع کلما قام

۹۱۔ الاعلام بجواب رفع الابہام

۹۲۔ السکات الجزوع فی جواب مابعد الرکوع

۹۳۔ توحید خالص

۹۴۔ اتباع سنت

۹۵۔ تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید

۹۶۔ نشاط العبد بجہر ربنا ولک الحمد

۹۷۔ تاریخ اہلحدیث

۹۸۔ رکوع کی رکعت

۹۹۔ الضرب الشدید علی القول السدید فی اثبات التقلید

۱۰۰۔ رفع الاختلاف فی مسائل الخلاف

۱۰۱۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث اور مسئلہ وضع الیدین فی القیام بعد الرکوع

۱۰۲۔ شرعی طلاق

۱۰۳۔ الاھی عتاب بر سیاہ خضاب

۱۰۴۔ امام صحیح العقیدہ ہونا چاہئے

۱۰۵۔ مسلک اہلحدیث اور تقلید

۱۰۶۔ القنوط الیأس لاھل الارسال من نیل الامانی وحصول الامال

۱۰۷۔ تواتر عملی یا حیلہ جدلی

عربی۔اردو۔سندھی

۱۰۸۔ الفتاویٰ البدیعیہ

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

حضرت شاہ بدیع الدین راشدی کی (۲) مشہور تصانیف کا تعارف درج ذیل ہے۔

تنقید سدید بر رسالہ اجتہاد و تقلید

یہ کتاب مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم کے رسالہ ''اجتہاد و تقلید'' کے جواب میں ہے۔

علمائے احناف ہمیشہ سے ہی تقلید جامد کی حمایت میں رسائل لکھتے رہتے ہیں اور انہوں نے تقلید شخصی کو اپنے ایمان کا جزو قرار دے دیا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ان کا زور ہی اس پر ہے کہ تقلید شخصی لازمی ہے۔

تقلید کی تعریف علمائے حنفیہ نے یہ کی ہے

التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجتہ

کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

علمائے سلف تقلید کو جائز نہیں سمجھتے۔

مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی شخص کی تقلید نہ کرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں

چوتھی صدی کے لوگ کسی خاص شخص کی تقلید خاص پر متفق نہیں تھے اور نہ کسی خاص شخص کی فقہ کے پابند تھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

علمائے احناف تقلید شخصی کو واجب قرار دیتے ہیں حالانکہ جو چیز قرون اولیٰ میں موجود نہ تھی، اس کو واجب یا فرض کہنا جرأت ہے۔

حضرت شاہ بدیع الدین مرحوم نے اپنی اس کتاب میں کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل

سے تقلید شخصی کا رد کیا ہے اور مولانا کاندھلوی مرحوم کے تمام دلائل کا رد کیا ہے۔

یہ کتاب ۱۹۸۳ء میں حکیم عبدالمجید الہ آبادی مرحوم نے ادارہ احیاء تراث اہل السنہ الہ آباد۔ وزیر آباد سے شائع کی۔ صفحات کی ضخامت ۴۰۶ ہے۔

اتباع سنت

اس رسالہ میں مصنف علام نے اتباع سنت کی اہمیت، اس کی برکات اور اسلامی نظام حکمرانی کو قرآن وسنت کی روشنی میں جامع اور بلیغ انداز میں پیش کیا ہے۔

یہ رسالہ ۱۹۹۸ء میں پہلی بار شائع ہوا اور دوبار نومبر ۱۹۹۹ء اور دسمبر ۱۹۹۹ء میں مکتبہ الدعوۃ السلفیہ ٹمیاری ضلع حیدر آباد سندھ نے شائع کیا۔

وفات

حضرت شاہ بدیع الدین راشدی نے ۸ جنوری ۱۹۹۶ء/ ۱۴۱۸ھ کو کراچی میں انتقال کیا اور اپنے آبائی گاؤں نیو سعید آباد میں دفن ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆

(۴۰)

عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگریؒ

درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر کا بھی خاصا ملکہ حاصل تھا۔ خطیب الاسلام کے لقب سے مشہور تھے۔ علوم قدیم و جدید میں تبحر علمی حاصل تھا۔

(شمیم احمد ندوی)

عبدالرؤف رحمانیؒ

۱۳۲۸ھ............۱۴۲۰ھ

۱۹۱۰ء............۱۹۹۹ء

خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی برصغیر (پاک و ہند) کے ممتاز اور جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ ایک عظیم مدرس، ممتاز مدبر و منتظم، بے مثال عالم، اعلیٰ درجے کے صحافی و مصنف اور اپنے دور کے لاثانی خطیب تھے۔

مولانا عبدالرؤف ۱۹۱۰ء/ ۱۳۲۸ھ میں نیپال کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام حاجی نعمت اللہ تھا۔

چار سال کی عمر میں (۱۹۱۴ء/۱۳۳۲ھ) مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر (نیپال) میں داخل ہوئے اور دو سال تک اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد آپ کے والد حاجی نعمت اللہ نے آپ کو جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس بھیج دیا۔ اس مدرسہ میں آپ نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا محمد منیر خاں

مولانا حبیب اللہ بہاری

مولانا فصیح الدین بنارسی

مدن پورہ بنارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا عبدالرؤف دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں داخل ہوئے۔ دارالحدیث میں آپ نے جن اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا، ان کے نام یہ ہیں۔

مولانا احمد اللہ پرتاب گڑھی

مولانا عبدالسلام درانی

شیخ الحدیث مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری

مولانا نذیر احمد رحمانی املوی

۱۹۳۵ء/۱۳۵۴ھ میں آپ دارالحدیث رحمانیہ دہلی سے فارغ ہوئے۔

فراغت تعلیم کے بعد دارالحدیث رحمانیہ دہلی کے مہتمم نے آپ کو دارالحدیث میں مدرس رکھ لیا لیکن ایک سال تدریس فرمانے کے بعد مستعفی ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔

۱۹۳۷ء/ ۱۳۵۶ھ میں اپنے والد حاجی نعمت اللہ کے اصرار پر جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور ۱۹۴۷ء/ ۱۳۶۶ھ تک تدریس فرماتے رہے۔

اس کے بعد آپ اپنے وطن نیپال تشریف لے گئے۔

نیپال جا کر مولانا عبدالرؤف رحمانی مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر جو ان کے والد حاجی نعمت اللہ نے ۱۹۱۴ء/ ۱۳۳۲ھ میں قائم کیا تھا، تدریس پر مامور ہوئے اور ساری زندگی اس مدرسہ میں تدریس فرماتے رہے۔

تقسیم ملک سے جماعت اہلحدیث کی شیرازہ بندی نہیں رہی تھی۔ آپ نے ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کو منظم کرنے میں بڑا مثبت کردار ادا کیا۔

مولانا عبدالرؤف علم و فضل کے اعتبار سے بلند مرتبہ عالم دین تھے۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن بھی رہے۔ بڑے صاحب عزم و استقلال اور جری تھے۔ خطابت میں ان کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کی تقریر بڑی جامع اور وسیع المعلومات ہوتی تھی۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی ایک بلند مرتبہ صحافی بھی تھے۔

جون ۱۹۹۴ء/ محرم ۱۴۱۵ھ میں جھنڈا نگر سے ایک علمی رسالہ ماہنامہ ''السراج'' جاری کیا۔ آپ اس رسالہ کے سرپرست تھے اور مولانا شمیم احمد ندوی اس کے ایڈیٹر تھے۔

مولانا عبدالرؤف رحمانی نے بے شمار علمی و مذہبی و دینی اور تحقیقی مقالات اخبار اہلحدیث امرتسر، اخبار اہلحدیث دہلی، ترجمان دہلی، اخبار دعوت دہلی، ماہنامہ تجلی دیوبند، صدق جدید لکھنؤ، تعمیر حیات لکھنؤ، منہاج لاہور، الاعتصام لاہور اور ماہنامہ رحیق لاہور اور ماہنامہ محدث بنارس میں لکھے۔

تصانیف

مولانا عبدالرؤف رحمانی صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا۔ آپ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ دلائل ہستی باری تعالیٰ
۲۔ دلائل صدق رسالت
۳۔ احوال قیامت
۴۔ دلائل حشر ونشر
۵۔ نماز کے احکام ومسائل
۶۔ اوقاف کا روشن وتابناک سلسلہ
۷۔ عشر کے احکام ومسائل
۸۔ زکوٰۃ کے احکام ومسائل
۹۔ تحقیق مسنۃ
۱۰۔ حقوق ومعاملات
۱۱۔ اسلام اور سائنس
۱۲۔ خیر وشر کا فلسفہ
۱۳۔ علمائے سلف عطیات ووظائف
۱۴۔ ایمان وعمل
۱۵۔ احترام مسلم
۱۶۔ فہم قرآن وتدبر قرآن کا شاندار کارنامہ
۱۷۔ نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری
۱۸۔ صیانۃ الحدیث
۱۹۔ رسالہ تردید حاضر وناظر
۲۰۔ خطبہ استقبالیہ
۲۱۔ تذکرۂ اسلاف
۲۲۔ خلافت راشدہ کا عہد زریں
۲۳۔ سفرنامۂ حجاز
۲۴۔ اقلیت اور اکثریت کے مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں
۲۵۔ العلم والعلماء
۲۶۔ تواریخ مساجد

مشہور تصانیف کا مختصر تعارف

مولانا عبدالرؤف رحمانی کی (۷) مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

دلائل حشر ونشر

اس کتاب میں قیامت کے دن محشر میں لوگوں کی پریشانیاں واضح کرتے ہوئے علامات قیامت کی نشاندہی کی گئی ہے اور عقیدۂ آخرت کو بہت سے عبرت آموز واقعات سے ثابت کیا

گیا ہے۔

طبع اول پٹنہ ۱۹۷۵ء/ ۱۳۹۵ھ

حقوق و معاملات

اس کتاب میں قرآن و حدیث اور تاریخ کی روشنی میں مرد و عورت کے جملہ حقوق نیز گھر کے افراد اور دیگر لوگوں سے معاملات پر بہت عمدہ بحث کی گئی ہے۔

طبع اول دہلی ۱۹۷۸ء/ ۱۳۹۸ھ

اسلام اور سائنس

اس کتاب میں قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز قطعی طور پر خالق کائنات کے ماتحت اور اسی کے ارادہ و مشیت کے تابع ہے اور اسلامی تعلیمات اور سائنسی علوم میں کوئی تضاد نہیں اور نہ اسلام ان کے حصول کا مخالف ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اسلام میں بہت سی چیزیں ایسی بتائی گئی ہیں کہ انسانی عقل کی رسائی ابھی ان اشیاء کے حقائق سے بہت دور ہے۔

طبع اول دہلی ۱۹۸۹ء/ ۱۴۱۰ھ

نصرۃ الباری فی بیان صحۃ البخاری

اس کتاب میں امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب ''الجامع الصحیح'' کی عظمت و جلالت اور اس کے خصائص پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے منکرین حدیث کا جواب شرعاً و عقلاً دیا گیا ہے۔

طبع اول دہلی ۱۹۵۸ء/ ۱۳۷۷ھ

صیانۃ الحدیث

یہ کتاب دراصل ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب ''دو اسلام'' کا جواب ہے جس میں

برق صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حدیث کی تدوین (۲۵۰) سال بعد ہوئی ہے، اس لئے قابل حجت نہیں ہے۔ یہ کتاب ۲ جلدوں میں ہے۔

طبع اول لکھنؤ ۱۹۶۶ء۔ ۱۳۸۵ھ۔

خلافت راشدہ کا عہد زریں

اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور میں انسان کی جان و مال او عزت و آبرو کی بڑی قیمت تھی اور موجودہ زمانہ میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہ گئی ہے۔

طبع اول کلکتہ ۱۹۷۲ء/۱۳۹۲ھ

العلم والعلماء

اس کتاب میں طلب علم کے سائے میں علمائے سلف کی کاوشوں کا تذکرہ دلچسپ انداز میں کیا گیا ہے۔

طبع اول دہلی ۱۹۷۴ء/۱۳۹۴ھ

وفات

مولانا عبدالرؤف رحمانی نے ۳۰ نومبر ۱۹۹۹ء مطابق ۲۱ شعبان ۱۴۲۰ھ تقریبا (۹۰) سال کی عمر میں جھنڈا نگر نیپال میں انتقال کیا۔

اللهم اغفره و ارحمه و مثواة الجنة الفردوس۔

☆☆☆

کتابیات

ابوالکلام آزاد۔ ادبی و شخصی مطالعہ	افضل حق قریشی
الحیاۃ بعد المماۃ	فضل حسین بہاری
الامر المبرم بطال الحکم	ابوالقاسم سیف بناری
اسلامی تعلیم	عبدالسلام بستوی
ارسال الیدین بعد الرکوع	حافظ عبداللہ روپڑی
ارمغان حنیف	محمد اسحاق بھٹی
بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد	رئیس احمد جعفری
تراجم علمائے حدیث ہند	ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
تذکرہ علمائے حال	محمد اویس نگرامی
تذکرہ علمائے اعظم گڑھ	حبیب الرحمان قاسمی
تذکرۃ الوحید	وحید الزماں حیدر آبادی
تذکرہ علمائے بھوجیاں	عبدالعظیم انصاری
تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ	عبدالرشید عراقی
تذکرہ ابوالوفا	عبدالرشید عراقی
تاریخ اہلحدیث	محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
تاریخ ککے زئی (ہدایت افغانی)	ہدایت اللہ سوہدروی
تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں	قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری
جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات	محمد مستقیم سلفی بنارسی
حجیت حدیث	محمد اسماعیل سلفی

حیات ثنائی	محمد داؤد راز دہلوی
حیات سلیمان	شاہ معین الدین احمد ندوی
حیات وحید الزماں	عبدالحلیم چشتی
چند رجال اہلحدیث	ابو علی اثری اعظم گڑھی
سید سلیمان ندوی	محمد نعیم ندوی صدیقی
سیرت البخاری	عبدالسلام مبارکپوری
سیرۃ ثنائی	عبدالمجید سوہدروی
شرح اسماء اللہ الحسنیٰ	قاضی محمد سلیمان منصور پوری
شمس الحق عظیم آبادی (حیات و خدمات)	محمد عزیز سلفی
دین محمدؐ	محمد بن ابراہیم جونا گڑھی
ذکر آزاد	عبدالرزاق ملیح آبادی
حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے	ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی
فتاویٰ اہلحدیث	حافظ عبداللہ روپڑی
مولانا ثناء اللہ امرتسری	فضل الرحمان الازہری
مولانا ثناء اللہ امرتسری (علمی خدمات)	عبدالرشید عراقی
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری
مقالات شبلی جلد ہفتم	سید سلیمان ندوی
میاں فضل حق اور ان کی خدمات	محمد اسحاق بھٹی
ناقابل فراموش	دیوان سنگھ مفتون
نذرانہ عشق	محمد ثناء اللہ عمری
نقش آزاد	غلام رسول مہر
شیخ عبداللہ غزنوی	بدر الزماں محمد شفیع نیپالی
نزہۃ الخواطر جلد ہشتم	حکیم سید عبدالحی حسنی
ہندوستان میں اہلحدیث کی علمی خدمات	ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی

یادرفتگاں	سید سلیمان ندوی
یادگار گوہری	محمد زبیر ڈبائیوی
سوہدرہ گزٹ (نمبر 2)	حکیم راحت نسیم سوہدروی
ماہنامہ محدث بنارس (شیخ الحدیث نمبر)	عبدالوہاب حجازی
حیات شبلی	سید سلیمان ندوی
آثار ونقوش	ابوسلمان شاہ جہان پوری
تذکرہ علمائے اہلحدیث	میاں محمد یوسف سجاد

* * *

المكتبة الرحمانية
99-جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
031
نمبر ......

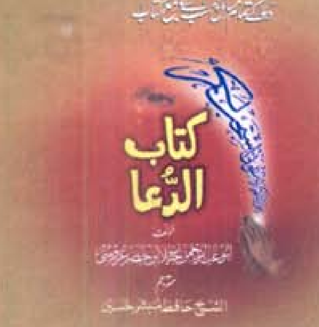

ہر انسان کی زندگی میں کچھ لمحات اور واقعات ایسے درپیش ہوتے ہیں کہ وہ دنیاوی ذرائع اور وسائل کی کثرت کے باوجود اپنے آپ کو بے بس اور مجبور محض محسوس کرتا ہے۔ اس عالم بے ساختہ میں اس کے ہاتھ دعا کے لیے اُٹھتے ہیں اور اُسکی زبان پر چند دعائیہ کلمات ادا ہوتے ہیں۔ اس صورت حال میں اپنے سے کسی بالاتر ہستی کو پکارنا، دعا اور مناجات کے زمرے میں شامل ہے۔ دنیا کے ہر مذہب میں دعا کا یہ تصور موجود رہا ہے مگر اسلام نے دعا کی حقیقت کو مستقل عبادت کا درجہ عطا کیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو خود دعا ہی کو عبادت قرار دیا ہے۔ قرآن مجید از آغاز تا اختتام مستقل دعاؤں سے عبارت ہے۔ سورۂ فاتحہ سے بہتر آداب اور دعا کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اور آخری دو سورتوں (معوذتین) سے بہتر استعاذہ اور مدد کے لیے کیا اذکار ہو سکتے ہیں۔ المختصر اسلام سے بہتر حقیقت دعا کو کسی دوسرے مذہب نے پیش نہیں کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کسی نے اس کے آداب وضوابط اور کلمات عطا نہیں فرمائے۔ مگر افسوس کہ آج علم کے بازار میں دعا کے نام پر ایسے مشرکانہ اور جہل آمیز کلمات ملتے ہیں جن کی ادائیگی سے پریشانیاں دور ہونے اور مصیبتیں ٹلنے کی بجائے ہمارے نامۂ اعمال کی سیاہی میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے سے دعا اور اس سے متعلقہ مسائل، آداب، ضوابط اور قبولیت وعدم قبولیت، دعا کے تمام مسائل سمٹ آئے ہیں۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ دعا کے ساتھ منسوب غیر شرعی تصورات جن میں توسل وغیرہ کو بہت گمراہ کن انداز میں پیش کیا جاتا ہے، ان کی علمی اور شرعی دلائل کے ساتھ تردید کی گئی ہے۔ مسنون دعا ایک بندۂ مومن کو عرش الٰہی کے قریب تر اور قبولیت و استجابت کے مقام پر فائز کر دیتی ہے اور دعاؤں کا غیر مسنون طریق اسے شرک وبدعت کے تحت الثریٰ میں گرا دیتا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کے مطالعے کے بعد ہمیں قبولیت دعا کا وہ خزانہ مل جائے گا جس سے زیادہ اس دنیا میں ہماری کوئی اور ضرورت نہیں ہے۔ آیئے اس کتاب کے مطالعے سے ہم استجابت کے خزانوں کو حاصل کریں اور ہر نوع کی پریشانیوں سے نجات حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اس علمی اور تحقیقی کاوش کو عامۃ الناس میں مقبول بنائے (آمین)

پروفیسر عبدالجبار شاکر
بیت الحکمت، لاہور (یکم ربیع الاول ۱۴۲۳ھ)